دلیل المشرکین
عربی
تصنیف
حضرت مولانا احمد الدین بگوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۲۱۷ —— ۱۲۸۶ ھ
مع ترجمہ اردو
ایضاح المومنین
از
احقر عبد الحمید سواتی
خادم مدرسہ نصرۃ العلوم و جامع مسجد نور، گوجرانوالہ
ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

تصنیف : حضرت مولانا احمد الدین بگوی ؒ (۱۲۱۷ھ تا ۱۲۸۶ھ)

(تلمیذ استاذ الآفاق حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی ؒ)

مع اردو ترجمہ

از : حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی بانی مدرسہ نصرۃ العلوم

شرک اور اس کی مختلف قسمیں اور اس کی کثیر الوقوع صورتیں جو عام طور پر انسانی سوسائٹی میں پائی جاتی ہیں۔ ان پر بڑے اچھے طریق سے بحث کی گئی ہے اور ہر ایک بات کی دلیل قرآنی آیات، احادیث نبویہ، قول و فعل صحابہ کرام ؓ، ائمہ مجتہدین ؒ کے اقوال اور سلف صالحین ؒ کے مسلمہ اصولوں کی روشنی میں کی گئی ہے۔ بلا تردد یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے سے بہت سے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔ انشاء اللہ العزیز

ناشر : ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

طبع دوم

نام کتاب	دلیل المشرکین مع اردو ترجمہ ایضاح المومنین
تالیف	حضرت مولانا احمد دین بگویؒ
مترجم	حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی مدظلہ
تاریخ طباعت	ربیع الاوّل ۱۴۱۳ھ بمطابق ستمبر ۱۹۹۲ء
مطبع	فائن بکس پرنٹرز۔ لاہور
قیمت	۶۰/- روپے
ناشر	ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
تعداد	۵۰۰ (پانچ سو)

ملنے کے پتے

۱۔ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
۲۔ انجمن اسلامیہ جامع مسجد بوہڑ والی گکھڑ منڈی
۳۔ مکتبہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ
۴۔ مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور
۵۔ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
۶۔ مکتبہ سیّد احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
۷۔ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
۸۔ اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵
۹۔ کتب خانہ مجیدیہ ملتان
۱۰۔ ادارہ اسلامیات انارکلی۔ لاہور

فہرست

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ المتوحد بذاتہ، المتفرد باسمائہ وصفاتہ، العالی بلاھوتہ وجبروتہ، الازلی بوجودہ السرمدی ببقائہ وجودہ، القاھر علی مخلوقہ، المتصرف فی ملکوتہ وناسوتہ، المنزہ بافعالہ، الاحد الصمد الفرد۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ لاشریک لہ فی عبادتہ واستعانتہ واوامرہ ونواھیہ۔ وحلالہ وحرامہ لا مثل لہ ولاند ولاضد والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ وصفیہ وخلیلہ محمد امام الرسل وخاتم الانبیاء، وعلی الہ واصحابہ وازواجہ واتباعہ وعلی جمیع اخوانہ من النبیین والصالحین، الذین حازوا باتم نصیب واوفر حظ بتوحیدہ ورضائہ، ورفضوا الشرک واھلہ لاقترابہ وارضائہ۔

اما بعد!

مصنّف کا اجمالی تعارف

دلیل المشرکین کے مصنّف حضرت مولانا احمد الدین صاحب بگوی ہیں۔ بگہ بھیرے کے مضافات میں ایک بستی کا نام ہے۔ اس بستی میں مشہور علمی خاندان آباد تھا۔ اسی گھرانے کے ایک مایہ ناز اور

فخر روزگار فرزند مولانا احمد الدینؒ بھی گزرے ہیں کتاب کے دیباچہ میں اور خاتمہ پر انہوں نے اپنے نام کی صراحت کی ہے۔ مصنّف کے کچھ حالات مولانا فقیر محمد صاحب جہلمیؒ "صاحب حدائق الحنفیہ" نے لکھے ہیں۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ "مولوی احمد الدین بن حافظ نور حیات بن حافظ محمد شفاء ابن حافظ نور محمد بگوی، فاضل اجل، عالم اکمل فقیہہ، محدث، جامع کمالات ظاہری و باطنی، صاحب ریاضت و مجاہدہ تھے، آپ کی ولادت ۱۲۱۷ھ میں ہوئی، آپ حافظ نور حیات کے چھوٹے فرزند تھے، بڑے فرزند ان کے مولوی غلام محی الدین بگویؒ تھے، جن کے متعلق صاحب حدائق الحنفیہ لکھتے ہیں کہ وہ عالم اجل فاضل اکمل فقیہہ، محدث صاحب کمالات صوری و معنوی تھے، ان کی ولادت روز دو شنبہ ماہ محرم ۱۲۰۳ھ میں ہوئی۔ بڑے صاحب حافظ تھے صرف ایک ماہ میں پورا قرآن مجید یاد کر کے تراویح میں سنا دیا تھا، نہایت ذہین، و ذکی تھے جہلمی صاحب لکھتے ہیں کہ جب انہوں نے ابتدائی تعلیم شروع کی تو اساتذہ کہتے تھے کہ پنجاب میں تمہیں کوئی تعلیم نہیں دے سکے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا، مولوی غلام محی الدینؒ مع اپنے چھوٹے بھائی مولوی احمد الدین صاحب کے پنجاب سے تعلیم کی خاطر دہلی کی طرف روانہ ہو گئے، اُس وقت مولوی احمد الدین صاحب کی عمر آٹھ سال تھی اور دسواں پارہ قرآن کریم کا حفظ کر رہے تھے، دہلی پہنچنے تک انہوں نے پورا قرآن کریم حفظ کر لیا تھا، مولوی غلام محی الدین صاحب دہلی میں بارہ برس تک مقیم رہے، اور مولوی احمد الدین صاحب نے چودہ سال تک دہلی میں گزارے، اس عرصہ میں دونوں بھائیوں نے علم معقول و منقول مختلف علماء کرام سے پڑھا۔ مگر علم حدیث خاص طور پر حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلویؒ (نواسہ و جانشین حضرت شاہ عبد العزیزؒ) سے پڑھا، اور سند حدیث حضرت مولانا شاہ عبد العزیزؒ سے حاصل کی، مولوی غلام محی الدینؒ کو خود حضرت شاہ محمد اسحاقؒ نے شاہ عبد العزیزؒ کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے ان سے علم حدیث کے بہت سے سوالات کئے، اور انہوں نے بڑے عمدہ طریق پر جوابات دیئے، اس پر شاہ عبد العزیزؒ بہت خوش ہوئے، اور علم حدیث کی سند دے کر دعا فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا کہ انشاء اللہ تم سے بہت فیض ہوگا، اور نصیحت بھی فرمائی کہ جب اپنے وطن واپس جاؤ تو ایسی بات نہ کرنا جس سے لوگوں میں تفرقہ پڑے، مولوی غلام محی الدینؒ صاحبؒ جب دہلی سے واپس آئے تو لاہور میں حکیموں کی لال مسجد میں تیس سال تک مقیم رہے اور تدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ اور عمر کے آخری چودہ سال آپ نے بیماری

میں بسر کیے استرخاء اعضاء کی بیماری لاحق ہوگئی تھی، اس دوران اپنے گاؤں موضع بوگا علاقہ بھیرہ میں ٹھہرے رہے۔ لیکن اس بیماری کے دوران بھی تعلیم و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رہا آخر ماہ شوال ۱۲۷۳ھ میں وفات پائی اور موضع بوگا میں ہی مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ

مولی غلام محی الدینؒ کے دو جلیل القدر فرزند پیچھے ان کی یادگار تھے، جو بڑے عالم فاضل تھے، ایک مولوی غلام محمد صاحب جو شاہی مسجد لاہور کے خطیب تھے، اور دوسرے مولوی عبدالعزیز صاحب جو بھیرہ کی جامع مسجد کے خطیب تھے، حضرت مولانا احمدالدین صاحبؒ کے متعلق جہلمیؒ نے لکھا ہے کہ انہوں نے ابتدائی تعلیم شرح وقایہ اور مطول تک اپنے بھائی مولوی غلام محی الدین صاحبؒ سے حاصل کی تھی بعدازاں متفرق علماء سے استفادہ کیا اور آخر میں حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب محدّث دہلوی سے چودہ سال دہلی رہ کر دستار فضیلت باندھی۔ اور حدیث اور دیگر علوم کی اجازت حاصل کی۔ آپ کو ریاضت اور مجاہدہ میں بھی کمال حاصل تھا۔ رات کو کئی کئی بار بیدار ہوتے اور ہر دم ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ چلتے پھرتے حالت صحت و بیماری میں طلباء کو سبق پڑھاتے رہتے تھے مستجاب الدعوات بھی تھے جو دعا کرتے اللہ تعالےٰ پوری کر دیتا تھا۔ انتہائی درجے کے بامروت انسان تھے۔ طلباء میں سے اگر کوئی بیمار پڑ جاتا تو اپنے ہاتھ سے دوا تیار کرکے اس کو پلاتے تھے آپ بھی اپنے برادر کلاں حضرت مولانا غلام محی الدینؒ کی طرح اکثر لاہور میں رہتے تھے۔ اور درس و تدریس اور تعلیم میں مصروف رہتے تھے۔ دونوں بھائیوں نے یہ دستور بنا رکھا تھا کہ چھ ماہ ایک بھائی لاہور میں رہتا تو دوسرا اپنے وطن بوگا میں رہتا۔ اور جب یہ لاہور سے وطن چلے جاتے تو دوسرا بھائی لاہور میں آجاتا، اس طرح دونوں جگہ برابر تعلیم و تدریس کا شغل جاری رہتا تھا، اور بہت سے لوگ مستفید ہوتے رہتے تھے۔ جہلمیؒ صاحب نے لکھا ہے کہ اس دور میں پنجاب میں شاید کوئی صاحب علم بلا واسطہ یا بالواسطہ ان دونوں کی شاگردی سے مستثنیٰ ہو، ہزارہا لوگوں نے ابتدائی صرف بہائی وغیرہ سے لیکر فارغ التحصیل ہونے تک ان سے فیض حاصل کیا۔ اور ان کے تلامذہ کے زمرہ میں شامل ہوئے۔

جہلمی صاحبؒ لکھتے ہیں کہ مولوی احمدالدین صاحبؒ نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں اور کئی کتابوں پر حاشیے بھی لکھے ہیں۔ مگر افسوس کہ آپ کو کتابوں پر نظر ثانی کرنے کی نوبت نہ آئی

کیونکہ لوگ کتابیں لے جاتے تھے اور اس طرح نظر ثانی اور اشاعت کی نوبت نہ آتی تھی، ان کی کتابوں میں سے ایک کتاب احمدیہ حاشیہ شرح ملا ہے جو بہت مشہور ہے مگر اس پر بھی نظر ثانی کی نوبت نہ پہنچ سکی، اور ان کی ایک کتاب حاشیہ خیالی بھی ہے۔

دلیل المشرکین آپ کی تصنیف ہے اور دلیل المشرکین کے آخر میں آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ میری ایک کتاب مسئلہ غنا رگ گانے راگ کے حکم، پر بھی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی تصنیف کا پتہ نہیں چلتا۔

جہلمی صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کی وفات ۱۳ شوال شب یکشنبہ ۱۲۸۰ھ میں ہوئی اور جامع مسجد بھیرہ کے متصل دفن ہوئے۔ عجیب اتفاق ہے کہ آپ اپنے بڑے بھائی مولوی غلام محی الدین سے تیرہ ۱۳ سال چھوٹے تھے اور تیرہ ۱۳ سال بعد ہی آپ کی وفات ہوئی ہے تاریخ وفات غفور ہے۔

"دلیل المشرکین" کا تعارف

ہمارے پیش نظر "دلیل المشرکین" کا قلمی نسخہ ہے جس کے بانوے ۹۲ صفحات ہیں جو قدرے جلی حروف میں صاف لکھا گیا ہے، پرانے کاغذ پر اور عمدہ کالی سیاہی کے ساتھ دیسی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ اغلب یہ ہے کہ خود مصنف کے ہاتھ کا ہی لکھا ہوا ہے۔ آخر میں مصنف نے اس کتاب کی تاریخ تصنیف اور مقام کا نام بھی درج کیا ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ جب میں یہ رسالہ لکھ کر فارغ ہوا تو بدھ کا دن دوپہر کا وقت شعبان کا مہینہ تھا اور آخر میں سن بھی لکھا ہے ۱۲۵۹ھ اور رسالہ کی ابتدا میں اور آخر میں اپنا نام اور ولدیت کی صراحت بھی فرمائی ہے اور گاؤں کا نام بھی لکھا ہے۔ کتاب کا ہر صفحہ ستر ۱۷ سطر پر مشتمل ہے۔ کہیں کہیں بعض عبارتیں حاشیہ پر بھی لکھی ہوئی ہیں اور ابتدا میں مضامین کی ایک فہرست بھی ہے۔

مصنف نے ابتدا میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس کتاب کی تصنیف کا باعث سید حسین جیلانی صاحب ہیں۔ ان کی درخواست پر میں نے پہلے تو پس و پیش کیا لیکن ان کے اصرار پر آخر آمادہ ہو گیا کہ میں ایک کتاب لکھوں جس میں شرک کے مختلف انواع و اقسام کا بیان ہو اور اس کا رد کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور آثار سلف سے ہو، اور اسی مناسبت سے اس کا نام دلیل المشرکین رکھا ہے۔

مصنف نے کتاب میں شرک کی بیس قسمیں بیان کی ہیں، اور بعض کا بیان قدرے تفصیل سے کیا ہے، اور بعض کا نہایت مختصر، لیکن دلائل اکثر قرآن کریم کی آیات، احادیث نبویہ اور حضرات صحابہ کرام اور سلف کے اقوال سے دیئے ہیں، اور ایک خاتمہ اور ایک وصیت اور ایک تنبیہ ذکر کی ہے۔

مصنف نے اس مختصر سی کتاب میں صرف شرک اور اس کی انواع کے بیان پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ شرک کی عام اور کثیر الوقوع صورتیں جو مختلف ممالک کے لوگوں میں رائج ہیں انکا ذکر اور ان کا رد اور قباحت اور شناعت بیان کی ہے اور دلائل سے شکوک وشبہات کو رفع کیا ہے۔ اور سلف کے طریقہ پر کتاب کو مزید مفید عام بنانے کے لئے خاتمہ میں اخلاق حسنہ فضائل اور ان کو حاصل کرنے کا طریق، اور اسی طرح بداخلاقیاں اور رذائل اور ان کی انواع واقسام اور ان سے اجتناب کی تاکید اور ان کا علاج، اور فرق باطلہ کے مشہور مشہور گمراہ فرقوں کے عقائد باطلہ اور اعتقادات فاسدہ کا بھی ذکر کیا ہے، اور ضمناً بعض فقہی مسائل اور جزئیات بھی ذکر کیئے ہیں جس سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے۔ بعض دلائل کمزور بھی ہیں بہرحال اعتقاد کی حفاظت اور روحانی تربیت حاصل کرنے کے لیئے یہ کتاب بہت مفید ثابت ہوگی۔ کتاب جس جذبہ سے لکھی گئی ہے وہ کتاب کی ہر سطر سے نمایاں ہے۔ مقصد صرف اللہ تعالیٰ کے بندوں کو گمراہی اور ضلالت سے باہر نکالنا اور توحید خالص اور ایمان کی روشنی میں لانا ہے، اس سلسلہ میں مصنفؒ نے بڑی دلسوزی اور عالمانہ طریق پر افہام وتفہیم کی سعی فرمائی ہے۔ جزاہ اللہ خیرا۔

دلیل المشرکین کا یہ قلمی نسخہ ہو سکتا ہے کہ بیسیوں حضرات کے زیر مطالعہ رہ چکا ہو لیکن ۱۲۵۹ھ سے ۱۳۹۱ھ تک اس کی اشاعت کی نوبت نہیں آئی تقریباً ایک سو بتیس سال قبل کا لکھا ہوا یہ رسالہ اس وقت اشاعت پذیر ہو رہا ہے۔ اگر اس کی اشاعت اس سے قبل ہوتی تو یقین ہے کہ ہزاروں اللہ تعالیٰ کے بندے اس کو پڑھ کر فائدہ اٹھاتے۔

بندہ کاتب الحروف عبدالحمید سواتی کے پیش نظر بھی یہی بات ہے کہ آج کے پرفتن، فرقہ پرور اور تشتت انگیز دور سے کافی پہلے کا لکھا ہوا یہ رسالہ ایسا ہے کہ اگر اس کو سلیم الفطرت لوگ پڑھیں تو بالاتمام وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے عقیدہ کو اور اس کی اہمیت کو سمجھ سکیں گے کہ دین ومذہب کی بنیاد واساس اور تمام اصولوں کا اصل الاصول یہی مسئلہ ہے۔

خدا تعالیٰ نے بنیادی طور پر اس مسئلہ کو سمجھانے کے لئے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ڈیوٹی مقرر کی کہ سب سے پہلے وہ انسانوں کے سامنے اسی مسئلہ کو پیش کریں باقی مسائل کو ماننا اس کی فرع ہے۔ جب تک اس پر ایمان نہ ہو باقی کسی مسئلہ کا اعتبار نہیں۔ اور

تقریباً ایک سو چار کتابیں اور آسمانی صحیفے بھی نازل فرمائے ہیں جن میں سے چار کتابیں تورات، زبور، انجیل اور قرآن کریم سب سے زیادہ اہم ہیں اور تمام آسمانی صحیفوں کا نچوڑ اور لب لباب قرآن کریم میں آ گیا ہے۔ سب آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں توحید باری تعالیٰ کا مسئلہ بنیادی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ لیکن جس قدر توحید الٰہی کی تفصیل و تشریح قرآن کریم میں بیان فرمائی گئی ہے وہ کسی دوسری کتاب میں نہیں ہے۔

قرآن کریم نے ایمان کی تفصیلات کے ساتھ شرک و کفر کے ہر گوشے کو واضح فرمایا ہے، اور قرآن کی شرح و تفسیر یعنی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور احادیث میں تو پوری طرح اس کا استقصا کیا گیا ہے، اور کوئی قابل اشتباہ بات نہیں رہنے دی۔ دلیل المشرکین کا موضوع ہی چونکہ اسی مسئلہ کی تبیین و توضیح ہے۔ اس لئے اس کتاب کی اشاعت کو ضروری خیال کیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ کتاب عربی زبان میں لکھی گئی تھی، ضرورت اس کی تھی کہ اس کتاب سے عوام و خواص سب ہی فائدہ اٹھائیں، اس لئے احقر نے اس کا اصل کتاب کے ساتھ اردو ترجمہ بھی کر دیا ہے تاکہ عوام و خواص دونوں اس سے مستفید ہو سکیں۔ اس میں مبالغہ نہ ہوگا اگر یہ عرض کیا جائے کہ اس کتاب سے ہر ایک طبقہ کے لوگ، عربی مدارس کے طلباء، سکول و کالجوں میں عربی زبان سے شناسائی رکھنے والے حضرات اور ائمہ مساجد، خطباء، علماء وغیرہ حضرات اصل عربی سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور عوام حضرات جو عربی سے نابلد ہیں وہ اردو ترجمہ کی مدد سے کتاب کے تمام مضامین بخوبی سمجھ سکتے ہیں، اور جو لوگ نادانی، جہالت یا تعصب کی وجہ سے شرک کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اگر وہ انصاف کی نگاہ سے ملاحظہ فرمائیں گے تو امید ہے کہ خدا تعالیٰ اس کتاب کو ان کی ہدایت کا ذریعہ بنا دے گا۔

خامیاں

دلیل المشرکین میں بعض خامیاں بھی ہیں مثلاً اس کی عربی زبان بعض بعض مقامات پر بہت کمزور ہے جو ذوق سلیم پر گراں گزرتی ہے۔ اور بعض مسائل بھی مرجوحہ ذکر کیے گئے ہیں، لیکن اس کا عذر بھی جہلمی رحمہ اللہ کے بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ مصنف کو کتاب پر نظر ثانی کرنے کا موقع نہیں مل سکا اس لئے نہ عبارت کی خامی دور ہو سکی، اور نہ مسائل پر غور کا موقعہ مل سکا۔ لیکن باوجود ان خامیوں کے کتاب میں فوائد کثیرہ ہیں جن کے مقابلہ میں ان خامیوں کی کوئی حیثیت نہیں، فوائد کی کثرت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان خامیوں سے قطع نظر کی گئی ہے۔ اس کتاب میں بعض روایات بھی حدورجہ کی ضعیف آگئی ہیں جن کے ضعف

کی طرف ترجمہ میں کہیں کہیں اشارہ کر دیا گیا ہے۔ لیکن ایسی روایات کی تعداد قلیل ہے۔ اکثر دلائل قرآن کریم کی آیات اور احادیث صحیحہ اور آثار سلف سے بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف نے بعض کتابوں کا حوالہ بھی اس کتاب میں جا بجا دیا ہے ممکن ہے کہ اس وقت وہ سب کتابیں متداول ہوں یا مصنف نے ان کو دیکھا ہو یا مطالعہ کی نوبت آئی ہو۔ لیکن اس وقت تو بعض کتابیں ناپید یا نایاب ہیں اُن کا ملنا مشکل ہے۔ لیکن بہر حال مصنف نے جو مسائل اور دلائل ذکر کئے ہیں وہ دوسری متداول کتابوں میں دستیاب ہو سکتے ہیں۔

ترجمہ کے بارہ میں یہ عرض ہے کہ اپنی طرف سے پوری کوشش کی گئی ہے کہ ترجمہ زیادہ سے زیادہ سہل اور آسان ہو۔ پھر بھی ممکن ہے کہ کسی مقام میں مصنف کی عبارت یا مقصد کے حل کرنے میں یا سمجھنے میں غلطی ہو گئی ہو۔ اس لئے ناظرین کرام اور علماء عظام سے درخواست و التماس ہے کہ اگر گروہی عصبیت اور نفسانیت سے بلند ہو کر اصلاح حال کے لئے جو صحیح بات فرمائیں گے تو انشاء اللہ ہم ہر وقت اپنی غلطیوں کی اصلاح کرنے کے لئے تیار رہیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف، مترجم، پڑھنے سننے والے اور سب کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے اپنے فضل و کرم کے ساتھ درگزر فرمائے اور بخشش سے نوازے آمین۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ سب کو مسئلہ توحید سمجھنے کی اور اس پر عقیدہ رکھنے کی توفیق ارزانی فرمائے آمین۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ۔

وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و اتباعہ اجمعین۔

یوم الثلثاء ۲۱ شعبان ۱۳۹۱ھ ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۱ء

احقر عبد الحمید سواتی خادم مدرسہ نصرۃ العلوم نزد گھنٹہ گھر شہر گوجرانوالہ پنجاب پاکستان

دلیل المشرکین

(عربی)

تصنیف حضرت مولانا احمد الدین بگویؒ

مع

اُردو ترجمہ

ایضاح المومنین

ترجمہ

از مولانا عبد الحمید سواتی بانی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدك يا من ابان الشرك والضلالة
بخزائن كلامه البسيط اصولاً وفروعاً
وكشف القناع من وجوه ضروبه بكنوز
كتابه الابدى جليًّا وخفيًّا والصلوٰة والسلام
على رسوله الذى محى به دجى الباطل،
ولمع به نور الحق واليقين. وعلى اٰله و
صحبه الذين حاموا للحنفية البيضاء والذين
وبعد، فقد شاع فى هذا الزمان الشرك
وانواعه فى الخواص والعوام، بل اكثرهم
لايعلمونه بغلبة الجهل والفسق عليهم
فلاحظ لهم من الكلام. لقد انذروا
بالبؤس تنذيرا، وبشروا بالعذاب
الاليم تبشيراً، الا العلماء حاشاهم
الله تعالىٰ منه ومن اهله۔

خطبہ اور حمد و ثنا

ہم تیری تعریف بیان کرتے ہیں اے خدائے
برتر و اعلیٰ جس نے اپنے کلام بسیط کے خزانوں میں
شرک اور گمراہی کے اصول و فروع کو خوب واضح فرما
دیا ہے۔ اور اپنی ابدی اور دائمی کتاب (قرآن کریم)
کے کنوز سے شرک کے ظاہر و مخفی سب اقسام کے
چہرے سے پردہ ہٹا دیا ہے۔ اور درود و سلام اس
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو جن کی بدولت خدا
تعالیٰ نے باطل کی تاریکیوں کو مٹا دیا ہے، اور حق و
یقین کے نور کو چمکا دیا ہے۔ اور آپکے اہل اور صحابہ
پر بھی جنہوں نے دین حق اور روشن ملت حنیفیہ کی پوری
حفاظت و حمایت کی ہے۔

وجہ تصنیف کتاب

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ اس دور میں شرک اور
اس کی مختلف قسمیں عوام و خواص میں پھیلی ہوئی ہیں
اور اکثر لوگ اس شرک کی بیماری میں مبتلا ہیں، بلکہ
اکثر لوگ تو ایسے ہیں کہ ان پر جہالت اور فسق کا ایسا

غلبہ و تسلط ہے کہ وہ اس شرک کو جانتے ہی نہیں،
سو ایسے لوگوں کے بارہ میں کیا کلام کیا جا سکتا ہے۔
درحقیقت ایسے لوگوں کو خدا کی اس سخت گرفت سے
ڈرا دیا گیا ہے، اور عذاب الیم کی خبر ان کو دے دی گئی
ہے، البتہ علم والے لوگ ایسے ہیں کہ ان کو اللہ تعالٰے
نے اس شرک سے بچایا ہے اور اہل شرک سے بھی
ان کی حفاظت فرمائی ہے۔

فالتمس منی سمی ابن بنت رسول الله
صلی الله علیه وسلّم الاصغر الجینانی
ان اکتب بعض انواعه من القرآن المجید
والحدیث الحمید، وانی کنت اعرض
عن هذا الخطب الجسیم، لقلة بضاعتی
فلم ال بدًا من بیان انواعه، لکی
ینفع الله به احدًا ممن ینفعه الذکری
الذی قد خلع ربقة الشرك من عنقه
والانابة الیه تعالی بمنه وجوده، وسمّیته
دلیل المشرکین، وانا اسأل الله تعالی
ان ینفع الخواص والعوام فی الدین القویم
ووفقهم لتائید الحق والملة والیقین
والمسئول من الخلان ان ینظروا فیه
بعین العدل والانصاف، دون الجدال
والتعصب والاعتساف وان عثروا علی السهو
والخطاء والنسیان فلا یعجلوا بالقدح

مجھ سے جناب جینانی نے جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلّم کی صاحبزادی کے فرزند اصغر (حسینؓ) کے
ہمنام ہیں۔ التماس کیا کہ میں شرک کی بعض قسمیں قرآن
مجید اور حدیث پاک سے مدلل طریق پر لکھ دوں۔
پہلے تو میں اس عظیم کام سے پہلو تہی کرتا رہا، اپنی
علمی بے بضاعتی کی وجہ سے، لیکن آخرکار یہ کام مجھے
کرنا ہی پڑا، سو میں نے اپنی طاقت کے مطابق شرک
کے اقسام و انواع بیان کرنے میں کوتاہی نہیں کی تاکہ
اللہ تعالٰی اس کے ذریعہ ان لوگوں کو فائدہ پہنچائے
جن کو نصیحت فائدہ پہنچاتی ہے۔ اور جنہوں نے
شرک کے پھندے کو اپنی گردن سے اتار پھینکا ہے۔
اور اللہ تعالٰی کی طرف انابت (رجوع) تو محض اس کے
احسان و بخشش سے ہی ہو سکتی ہے۔

کتاب کا نام

اور میں نے اس کتاب کا نام دلیل المشرکین رکھا
ہے (یعنی ایک ایسی کتاب جو شرک کرنے والوں کے لئے

والقبول، لان الانسان مشتق من النسیان والرد والخبول، بل ینبھوا علیه بالعفو والتعطف والعطفان، ویسد والخلل بذیل العفو والغفران۔

رہنا ثابت ہو سکتی ہے) اور میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس کتاب کے ذریعہ عوام و خواص کو دینی قوم میں فائدہ پہنچائے۔ اور ان لوگوں کو دین حق اور ملت حنیفیہ اور یقین کی تائید کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دوستوں سے یہ درخواست ہے کہ اس کتاب میں عدل و انصاف کی نگاہ سے دیکھیں۔ جھگڑا تعصب اور زیادتی کی آنکھ سے نہ دیکھیں۔ اگر اس میں کہیں بھول چوک یا غلطی پر مطلع ہوں تو رد اور قبول میں جلد بازی نہ کریں کیونکہ انسان کی سرشت میں بھول چوک پڑی ہوتی ہے۔ بلکہ اس پر آگاہ کریں اور عفو و مہربانی سے اور شفقت سے کام لیں۔ اور خرابی کی اصلاح معافی اور بخشش کے دامن سے فرمائیں۔

نام مصنف

وانا الفقیر احمد الدین ابن نور حیات البگوی غفر الله له ولوالدیه، واحسن الیهما بحرمة نبیه وآله وصحبه اجمعین، وجعله وسیلتنا علیه من الصلوٰة اکملها، ومن التحیات افضلها وانما لها. امین الی دار الخلد والجنان، وینجین من دار الغرور والنیران۔ من قال امینا ابقی الله مهجته۔ اللهم انصر من نصر دین محمد واجعلنا منهم، واخذل من خذل دین محمد ولا تجعلنا منهم، واهدنا فیمن هدیته وعافنا فیمن عافیته، لمنك البدایة

اور میں بندہ محتاج احمد الدین بن نور حیات بگوی ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے والدین کو بخشے اور اس پر اور اس کے والدین پر طفیل اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل اور تمام صحابہ کے احسان فرمائے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو خدا تعالیٰ ہمارے لئے دار الخلد و بہشت بریں تک پہنچانے کا وسیلہ بنا لے۔ اور ان پر اللہ تعالیٰ کی کامل ترین افضل ترین اور پائیدار رحمتیں نازل ہوں۔ خدا تعالیٰ ہماری اس دعا کو قبول فرمائے۔ اور خدا تعالیٰ ہمیں اس دار غرور سے اور دوزخ کی آگ سے

والنهاية، واليك المبدا والمعيد، انت المحى والمميت، نعوذ بالله من شرور انفسنا، ومن سيئات اعمالنا، فهاانا اشرع فى المقصود۔

بچائے۔ جو بندہ بھی اس پر آمین کہے خدا تعالیٰ اس کی جان کو سلامت رکھے۔ اے خداوند کریم جو شخص بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدد کرتا ہے اس کی امداد فرما، اور ہمیں بھی انہیں سے بنادے اور جو شخص حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کو خراب کرتا ہے اے خداوند تعالیٰ تو اس کو رسوا کردے، اور ہمیں ایسے لوگوں میں سے نہ بنا، اور ہمیں ہدایت عطا فرما ان لوگوں میں جن کو تو نے ہدایت فرمائی ہے۔ اور ہمیں عافیت عطا فرما ان لوگوں میں جن کو تو نے عافیت و رحمت فرمائی ہے۔ تجھ سے ہی ابتدا ہے اور تیری طرف ہی سب کی انتہا ہے۔ تو ہی زندگی بخشنے والا اور موت طاری کرنے والا ہے۔ اے خدائے برتر ہم تیری مدد کے ساتھ اپنے نفسوں کے شرور سے، اور اپنے اعمال کی برائیوں سے پناہ چاہتے ہیں، اب میں مقصود کو بیان کرتا ہوں۔

اعلموا، وفقكم الله تعالى وايانا، ان الشرك بالكسر انباز شدن، واعتقاد انباز بخدائے بے انباز، نعوذ بالله من ذلك وشریک باکسے، وبفتحتین دام صید وراه آشکارا ومیانه راه وبزرگ که برکسے مخفی نباشد، وتوسعے است بمجاز، والشريك يجمع على شركاء واشراك، مثل شريف وشرفاء واشراف

آغاز مقصود اور شرک کی لغوی تحقیق

اچھی طرح جان لو خدا تعالیٰ تمہیں توفیق دے اور ہمیں بھی کہ لفظ شرک کسرہ شین کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے شریک ہونا۔ اور خدا تعالیٰ کے متعلق شریک کا اعتقاد رکھنا، حالانکہ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی طرح اس کا ایک معنیٰ ہے کسی کے ساتھ شریک ہونا۔ اور اگر شین اور راء کا فتح ہو (شَرَك) تو اس کا معنیٰ شکار کا جال ہوتا ہے، اور واضح راستہ، اور ایسا درمیانہ

فالمرأة شريكة، والنساء شرائك و شاركت فلانا صرت شريكه، واشركنا وتشاركنا في كذا، وشركته في البيع والميراث اشركه شركة، والاسم الشرك قال الاصمعي يقال رايت فلانا مشتركا اذا كان يحدث نفسه بهموم، والشرك ايضًا الكفر وقد اشرك فلان فهو مشرك ومُشْرِكِيّ، مثل دَوٍّ ودَوِيّ، وسكٍ وسكّي، وقعسر وقعسري بمعنى واحد قال الزاجر وهو مشركي كافر بالفرق، اي بالفرقان، وقوله تعالى وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي. اي اجعله شريكي فيه. انتهى ما في الرشيدي والصحاح۔

اور بڑا راستہ جو کسی پر پوشیدہ نہ ہو، اور حجاز میں ایک مقام کا نام بھی ہے۔ اور شریک کی جمع شرکاء اور اشراک آتی ہے جس طرح شریف کی جمع شرفاء اور اشراف ہوتی ہے۔ ایک عورت کے لیئے شریکۃ اور جمع کے لیئے شرائک آتا ہے۔ اور اسی طرح تم جب کسی شخص کے ساتھ شراکت اختیار کرو کسی معاملہ میں تو یوں کہو گے کہ شارکت فلانا یعنی میں فلاں شخص کا شریک ہو گیا۔ یا ہم نے باہم فلاں معاملہ میں شرکت کر لی ہے۔ اسی طرح خرید و فروخت یا وراثت میں اس طرح کہو گے کہ فلاں میرا شریک ہو گیا ہے۔ یا میں اس کا شریک بن گیا ہوں۔ اور اس کے لئے اسم شرک استعمال کیا جاتا ہے۔ امام اصمعیؒ نے جو لغت اور ادب کے بہت بڑے امام گزرے ہیں، فرمایا ہے۔ جب کوئی شخص اپنے نفس میں فکر و اندیشہ اور ہموم پاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ میں نے فلاں شخص کو شرکت والا دیکھا (رأيت مشتركا) یعنی وہ تنہا نہیں غم و اندیشہ اس کے ساتھ شریک ہے۔

اسی طرح شرک کا اطلاق کفر پر بھی کیا جاتا ہے۔ اور یوں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے شرک کیا ہے وہ مشرک ہے۔ (مشرک اور مشرکی کہتے ہیں جس طرح دو و دوی۔ وسک وسکی۔ وقعسر وقعسری وغیرہ الفاظ کا ایک ہی معنی ہے) اسی طرح مشرک

اور مشرکی کا ایک ہی معنیٰ ہے) ایک شاعر نے اس طرح کہا ہے ؎

اور بہت سے شرک کرنے والے ایسے ہیں
جو فرقان (قرآن مجید) کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان سورۂ طٰہٰ آیت ۳۲
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کی تھی کہ اے خداوند کریم میرے بھائی (ہارون علیہ السلام) کو میرے ساتھ میرے معاملہ میں شریک بنا دے۔ یعنی اس کو بھی میرے ساتھ شریک تبلیغ بنا دے۔ یہ سب تحقیق لغت کی کتاب رشیدی اور صحاح[1] سے بیان کی گئی ہے۔

شرک کی شرعی تحقیق

وفی الشرع یطلق علی معانٍ، استحقاق العبودیۃ واثبات الشریک فی الالوھیۃ بمعنی واجب الوجود، واثبات الصفات المختصۃ بہ تعالیٰ لغیرہ تعالیٰ۔ ویستعمل فی الحلف لغیرہ تعالیٰ ویطلق علی الطیرۃ باعتبار جلب النفع ودفع الضرر، وعلی التولۃ، وطاعۃ غیر اللہ تعالیٰ، والریاء وذکر اسم غیرہ تعالیٰ فی مقام ذکرہ تعالیٰ علی طریق التقرب والتسمیۃ، ویقال فی الاشراک فی الذبح والنذر والقربات

شریعت میں شرک کا اطلاق بہت سے معنوں پر کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی کو عبادت کا مستحق خیال کرنا۔ اسی طرح شرک کا معنیٰ ہے الوہیت یعنی واجب الوجود ہونے میں شریک کا ثابت کرنا کبھی شرک کا اطلاق اس پر کیا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی جو صفات خاصہ ہیں ان کا اثبات خدا تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے لئے کیا جائے۔ کبھی شرک اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کے ساتھ قسم اٹھانے پر کیا جاتا ہے۔ کبھی شرک کا اطلاق شگون لینے پر کیا جاتا ہے اشگون اس طرح کہ اس کو نفع پہنچانے والا اور ضرر کو دفع کرنے والا خیال کرے،

---

[1] صحاح طبع مصر صفحہ ۵۹۴/۴ اسک بمعنی مسمار، اور تعسری النغر الشدید یقال جمل تعسری۔ ۱۲ سوانی

لغيره تعالى ، ودفع البلايا والمحن على سبيل
الحقيقة ، وفي ذكر اسم غيره تعالى معه في
مقام عموم القدرة وعلمه تعالى ومشيته
وغيرها - وبعضها وان لم يكن شركا حقيقيًا
وكفرًا ، لكنه مشبه بافعال الكفار ، و
عبدة الاوثان ، والمراد من الشرك في
الآيات مطلق الكفر عبر به عنه ، لان
اهل العرب كانوا مشركين ، وبالجملة
الكفر والشرك جريمة لاجريمة فوقها
وذنب لا ذنب اعلى منه -

کبھی شرک کا اطلاق تِوَلہ پر کیا جاتا ہے (ایسا عمل یا
گنڈا تعویز جو عورت و مرد کے درمیان محبت پیدا
کرنے کے لئے کیا جاتا ہے - عمومًا ایسے گنڈے عورتیں
کراتی ہیں) کبھی شرک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کی اطاعت
پر بولا جاتا ہے ، اسی طرح ریاء پر بھی شرک کا اطلاق
کیا جاتا ہے ! اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کا
نام تقرب و برکت کے لئے ذکر کرنا جہاں خدا تعالیٰ
کا نام لیا جاتا ہے - جیسا کہ بسم اللہ کہنے کے وقت
ہوتا ہے (کہ بجائے اس کے غیر کا نام ذکر کیا جائے)
اسی طرح ذبح اور نذر اور قربانی اللہ تعالیٰ کے سوا
غیر کے لئے کرنے پر بھی شرک بولا جاتا ہے ، اور
حقیقۃً مصیبتوں اور بلاؤں کو دفع کرنے کے لئے
غیر کا نام پکارنا بھی شرک کہلاتا ہے - اور اسی طرح
اللہ تعالیٰ کی قدرت عامہ اور علم اور مشیت کے مقام
میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر کا نام ذکر کرنے پر بھی شرک
کا اطلاق کیا جاتا ہے - ان میں سے بعض اقسام میں
اگرچہ حقیقۃً شرک اور کفر نہیں ہوتا لیکن چونکہ یہ
کفار اور بت پرستوں کے افعال کے ساتھ مشابہت
رکھتے ہیں ، اس لئے ان پر شرک کا اطلاق کیا جاتا ہے -
اور قرآن کریم کی آیات میں شرک سے مراد مطلق کفر
ہے - کفر کو اس لئے شرک سے تعبیر کیا گیا ہے کہ اہل
عرب مشرک تھے - خلاصہ یہ ہے کہ کفر اور شرک ایسا
جرم ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی جرم متصور نہیں اور

الاترى الى ما قال الله تعالى فى محكم كتابه
وقديم تنزيله من عدم غفرانه، و
افتراء الاثم العظيم (انّ الله لا يغفر
ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك"
(من الصغائر، بلا توبة والكبائر بالتوبة)
لمن يشاء (غفرانه) ومن يشرك بالله
فقد افترى اثما عظيما، واثبات الضلال
البعيد، "ومن يشرك بالله فقد ضلّ
ضلالًا بعيدًا"، وبرأة ابراهيم عليه السلام
من المشركين، وعدم الخوف من الشركاء
"قال يقوم انى برئ مما تشركون. و
لا اخاف ما تشركون به (واعجاب الخوف
منهم) وكيف اخاف ما اشركتم والحال
لا تخافون انكم اشركتم بالله مالم ينزل
به سلطانا. وبرأة الله ورسوله. انّ الله
برئ من المشركين ورسوله.

یہ ایک ایسا گناہ ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی گناہ
نہیں (انّ الشرک لظلم عظیم)

شرک کی قباحت قرآن کی آیات سے تفصیلاً

کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محکم کتاب
اور قدیم صحیفہ (یعنی قرآن مجید) میں کس طرح واضح
فرمایا ہے کہ شرک کے لئے اس کے ہاں بخشش نہیں۔
اور یہ شرک خدا تعالیٰ پر افتراء عظیم ہے جیسا کہ سورۃ
نساء کی آیت ۴۸ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ
بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس
کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے۔ اور شرک سے
کم تر درجہ گناہوں کو چاہے تو بخشدے (صغائر
بلا توبہ اور کبائر بالتوبہ) اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ
کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرایا تو اس نے بہت
بڑے جرم اور گناہ کا ارتکاب کیا، اور اسی طرح سورۃ
نساء آیت ۱۱۶ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ
جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو وہ
گمراہی میں بہت دور جا پڑا، اور حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے مشرکین سے بیزاری اور برأت کا اظہار
فرمایا ہے، اور اعلان کیا ہے کہ میں تمہارے شریکوں
سے کسی قسم کا خوف نہیں کھاتا۔ چنانچہ سورۃ انعام
آیت ۷۸ میں فرمایا ہے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام نے
کہا اے میری قوم کے لوگو بے شک میں ان چیزوں
سے سخت بیزار ہوں جن کو تم خدا تعالیٰ کا شریک

بناتے ہو۔ اور آیت ۸۱ میں ہے ابراہیم علیہ السلام
نے فرمایا کہ میں ان چیزوں کی ضرر رسانی سے بالکل
خوف نہیں کھاتا جن کو تم خدا تعالیٰ کا شریک بنانے ہو۔
اور آیت ۸۱ میں تعجب کا اظہار کیا اور فرمایا کہ میں
ان سے کیوں خوف کھاؤں جن کو تم نے خدا تعالیٰ
کا شریک بنا رکھا ہے۔ اور تم کیوں نہیں ڈرتے
اس بات سے کہ تم نے ان چیزوں کو خدا تعالیٰ کا
شریک بنا رکھا ہے جن کے شریک بنانے کے لئے
خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے کوئی دلیل نہیں اتاری
(یعنی ڈرنا تم کو چاہیئے کہ تم مجرم ہو الٹا تم مجھ کو بے
حقیقت چیزوں سے ڈراتے ہو)

اور اسی طرح سورۃ توبہ آیت ۳ میں اللہ تعالیٰ
نے اپنی اور اپنے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی برأت
کا اعلان فرمایا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کا
رسول مشرکوں سے بیزار اور بری الذمہ ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی حرمت
کا بیان اللہ تعالیٰ نے اس طرح کیا ہے۔ سورۃ اعراف
آیت ۳۳ میں ارشاد ہوتا ہے۔ آپ کہدیں بے
شک میرے رب نے حرام قرار دی ہیں بے حیائی
کی باتیں (گناہ) جو ظاہر ہوں یا پوشیدہ (باطنی خباثتیں
کھوٹ، حسد، کینہ وغیرہ) اور گناہ اور ناحق سرکشی
اور اس بات کو بھی حرام قرار دیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ
کے ساتھ شریک ٹھہراؤ ایسی چیزوں کو جن کے بارے

وحرمة الشرك بالله مالم ينزل به
سلطانا. قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ
(الاثام)، مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (خبث الباطن
والغل والحسد والحقد) وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ
بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ
بِهِ سُلْطَانًا (وبرهانا) والامر له عليه الصلوٰة
وَالسَّلام بالدعوة الى ما حرم الله تعالى ليجتنبوا
قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَنْ لَا

تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا" وعدم جواز عمارة مساجد
الله لهم، وحبط اعمالهم وخلودهم معذبا
مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللهِ
شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ
اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ" - وانكار
الشركاء عن عبادتهم في يوم القيامة عند
رجاء النفع منهم، وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا
(العابدين والمعبودين) ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ
اَشْرَكُوْا (الزمرا) مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُ
كُمْ فَزَيَّلْنَا (قطعنا) بَيْنَهُمْ (الوصلة) وَ
قَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ
(والغفلة عنها) فَكَفٰى بِاللهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَ
بَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ -

میں کوئی سند خدا نے نہیں اتاری ، نیز اللہ تعالیٰ
نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ
وہ ان لوگوں کو دعوت دیں اور آگاہ کریں ان چیزوں
سے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے تاکہ لوگ
ان سے اجتناب کریں۔ سورۃ انعام آیت ۱۵۱
میں فرمایا ہے ، آپ ان سے کہدیں آؤ میں تمہیں پڑھ
کر سناؤں جو باتیں تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں
وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔
اور اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے والوں کو مساجد کی تعمیر
و آبادی سے روکا ہے ، اور ان کے اعمال کو ضائع اور
برباد فرمایا ہے ، اور ان کو دائمی جہنم کے عذاب کی وعید
سنائی ہے ۔ چنانچہ سورۃ توبہ آیت ۱۷ میں اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے کہ شرک کرنے والے اس بات کے اہل
نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مساجد کو آباد کریں۔ ان کی حالت
یہ ہے کہ وہ خود اپنے اعمال سے اپنے خلاف کفر کی شہادت
دے رہے ہیں ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے تمام اعمال برباد
ہو گئے ہیں اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہیں ،
اور اسی طرح ان مشرکین کے معبودان کی عبادت سے
قیامت کے دن انکار کر دیں گے جب کہ ان کو ان سے
نفع کی امید ہوگی ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ یونس آیت
۲۸، ۲۹ میں فرمایا ہے اور جس دن ہم ان سب عابدین
و معبودین کو اکٹھا کریں گے ۔ پھر ہم شرک کرنے والوں
سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے معبود اپنی اپنی جگہ ٹھہرے

ونسبة علوه تعالى الى نفسه عن الشركاء ،
أَتَى أَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ - خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ - وتخاصم العابدين والمعبودين واكذابهم فى عبادتهم ، وَاِذَا رَاَى الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ، واعتراف العابدين والمعبودين بفقدان ما افتروا ، وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ِالسَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ - و (العجب) ما (اتصلت) بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ (خاصة) تَجْأَرُوْنَ (تتضرعون) ثُمَّ اِذَا كَشَفَ (ازال) الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ مع ان هذه الحال سبب الشكر لا الكفر والشرك۔

رہو۔ پھر ہم ان کے درمیان جدائی ڈال دیں گے۔ یعنی ان کے تعلقات کو منقطع کر دیں گے اور ان کے معبود صاف انکار کر دیں گے اور کہدیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ اور اپنی بے خبری کا اظہار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے ہمارے اور تمہارے درمیان۔ بیشک ہم تمہاری عبادت سے قطعاً بے خبر تھے۔ ہمیں کچھ خبر نہیں کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے؟

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی نسبت بلندی کی طرف کی ہے کہ اس کی ذات تمام شریکوں سے بلند و برتر ہے۔ چنانچہ سورۃ نحل آیت ۱ میں فرمایا ہے کہ — خدا تعالیٰ کا حکم آپہنچا سو اس کے لئے جلدی نہ کرو خدا تعالیٰ کی ذات ان لوگوں کے شرک سے پاک و بالاتر ہے۔ اور سورۃ نحل آیت ۳ میں فرمایا کہ پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پس بلند ہے اس کی ذات ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور اسی طرح عابدین اور معبودین کا باہم جھگڑا اور ان کا جھٹلانا سورۃ نحل آیت ۸۶ میں ہے اور جب مشرک لوگ اپنے شریکوں یعنی معبودوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے ہمارے پروردگار جن کو ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے وہ ہمارے خود ساختہ شریک یہی ہیں۔ اس پر وہ شریک ان کو جواب دیں گے کہ یقیناً تم جھوٹے ہو۔ اور مشرک

اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف اطاعت و فرمانبرداری کا پیغام ڈالیں گے، اور جو افتراء پردازیاں کیا کرتے تھے وہ سب ان سے غائب ہو جائیں گی۔ اور سی سورۃ نحل آیت ۵۳ میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (تعجب کی بات ہے) کہ جو نعمت بھی تمکو میسر ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہی ہے۔ پھر جب تم کو ذراسی تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی کے آگے روتے اور گڑگڑاتے ہو۔ پھر جب وہ اس سختی کو تم سے اٹھا لیتا ہے تو اسی وقت تم میں سے ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے، حالانکہ یہ حالت تو شکرگزاری کی مقتضی ہے۔ نہ کہ کفر اور شرک کی۔

وثبوت الدعوة اليه - والانابة، وعدم الشرك به، قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ۔ والنهى عن اتخاذ الٰه آخر والالقاء فى جهنم به، "لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا" مبعدا من الرحمة عياذا بالله وعدم إشراك احد فى حكمه تعالىٰ "مَا لَهُمْ" (لاهل السمٰوت والارض) "مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِىٍّ" (ناصر) "وَّلَا يُشْرِكُ فِىْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا" - وبرأة نبينا عليه الصلوٰة والسلام من شركائهم - قُلْ اِنَّمَا هُوَ

اور خدا تعالیٰ کی طرف دعوت اور انابت کا ثبوت اور اس کے ساتھ شرک نہ کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ سورۃ الرعد آیت ۳۶ میں ہے۔ آپ کہدیں بیشک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤں۔ میں اسی ہی کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اور اس کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے کسی غیر کو معبود بنانے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس پر جہنم میں پھینکے کی وعید سنائی ہے۔ چنانچہ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۹ میں ہے۔ اور اے مخاطب اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ ورنہ الزام خوردہ اور

الٰہٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا
تُشْرِکُوْنَ ۔ واثبات الخرور من
وسلب الطیر بسرعۃ بعدہ واسقاط
الریح فی مکان بعید بحیث لا
یرجی خلاصہ ۔

وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَکَاَنَّمَا خَرَّ
(سقط) مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُہُ
الطَّیْرُ (سلبہ بسرعۃ) اَوْ تَہْوِیْ بِہِ
الرِّیْحُ فِیْ مَکَانٍ سَحِیْقٍ (بعید لا یرجی خلاصہ)
وعدم اطاعۃ الوالدین فی الشرک وان
جاھدا "وَاِنْ جَاھَدَاکَ لِتُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ

راندۂ درگاہ ہوکر جہنم میں ڈال دیئے جاؤ گے ۔ اور
سورۃ کہف آیت ۲۶ میں ارشاد ہوتا ہے اور ان
(ارض وسما کے باشندوں) کے لئے اللہ تعالےٰ
کے سوا کوئی مددگار اور کارساز نہیں ۔ اور وہ اپنے
حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا ۔
اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک
سے خدا تعالیٰ نے شرک کرنے والوں کے معبودوں
سے بیزاری کا اعلان کرایا ہے ۔ سورۃ انعام آیت
۱۹ میں ہے آپ کہدیں بے شک وہ ایک ہی
معبود برحق ہے اور میں بیزار ہوں ان سے جن
کو تم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو ۔ اور اسی
طرح اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے والوں کی مثال اس
طرح فرمائی ہے ۔ کہ جیسا کوئی شخص آسمان کی بلندی
سے گر پڑے اور راستہ میں پرندے اس کو اچک
لیں ۔ یا تیز و تند ہوائیں اس کو کسی دور دراز مکان
میں اس طرح پھینکدیں جس سے رہائی کی کوئی
صورت ممکن نہ ہو ۔ سورۃ حج آیت ۳۱ میں ہے
کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو اس
کا حال ایسا ہے جیسے کہ وہ آسمان سے گر پڑا پھر یا
تو اسکو گوشت خوار پرندوں نے اچک لیا یا اس
کو ہوا نے کسی دور دراز مقام پر لیجا کر پھینک دیا ۔
نیز والدین کی اطاعت سے انکار کرنے کا حکم دیا ہے
اگر وہ شرک پر مجبور کریں جیسا کہ سورۃ عنکبوت

لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۔

واثبات الظلم العظیم له لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۔ لاظلم فوقه واعلیٰ منه ، وحبط اعمال الانبیاء جمیعاً لو ثبت وصدر منهم الشرك فرضاً وكونهم خاسرين على ذلك التقدير

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ (والله) لَئِنْ اَشْرَكْتَ (واشركوا) لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ (وعملهم) وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

اما ترى الى عفو الله تعالىٰ عزوجل على تقدير عدمه - یا ابن آدم لو لقیتنی بقراب (ملاء) الارض خطایا (اثاما) لَا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا لقیتك بقرابها مغفرةً ۔

آیت ۸ میں ہے اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس کے معبود ہونے کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ میری طرف ہی تم سب کا لوٹ کر آنا ہے۔ پس میں تم کو ان چیزوں کی حقیقت بتا دوں گا جو تم کرتے تھے۔ اور اسی طرح سورۃ لقمان آیت ۱۵ میں ہے کہ اگر شرک پر زور دیں تو ماں باپ کا کہنا نہ مان۔ ہاں دنیاوی معاملات میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

اسی سورۃ لقمان آیت ۱۳ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نہ شریک ٹھہراؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بلاشبہ شرک کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے قرآن میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارہ میں فرمایا ہے کہ اگر بالفرض ان سے بھی شرک صادر ہو (العیاذ باللہ) تو ان کے سب اعمال غارت ہو جائیں گے اور وہ نقصان اٹھائیں گے۔ چنانچہ سورۃ زمر آیت ۶۵ میں ہے اور بیشک اے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم آپ کی طرف اور ان سب پیغمبروں کی طرف جو آپ سے پہلے گزرے ہیں یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر بالفرض تم نے شرک کیا تو تمہارے اعمال نیست نابود اور ضائع ہو جائیں گے اور تم یقیناً خسارے میں پڑ جاؤ گے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک سے

بھی یہ مضمون واضح ہوتا ہے کہ اگر شرک نہ ہو تو خدا
تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کی امید ہو سکتی ہے۔
چنانچہ ایک حدیث قدسی (قرآن کریم کے الفاظ
کے علاوہ جو الفاظ وحی کے ذریعہ خدا تعالیٰ نازل
فرمائے وہ حدیث قدسی کہلاتی ہے) میں اللہ
تعالیٰ فرماتے ہیں اے انسان اگر تم میرے سامنے پیش
ہو اس حالت میں کہ زمین تمہاری خطاؤں اور گناہوں
سے بھری ہوئی ہو اگر تم نے میرے ساتھ شرک نہیں
کیا تو میں تجھے ایسی مغفرت سے نوازوں گا جس سے
زمین پر ہو جائے۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بے پروائی اور استغناء
کا ذکر احادیث میں ہے کہ خدا تعالیٰ اس عمل
کی کوئی قدر نہیں کریں گے جس میں شرک ملا ہوا ہو۔
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم حضرات صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم کے لئے یہ تھی کہ قتل اور آگ میں
جلائے جانے کو قبول کر لو لیکن شرک کو اختیار
نہ کرو۔ اور جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں شریکوں کے شرک
سے بے نیاز ہوں جس نے کوئی عمل کیا اور اس
میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک بنایا تو میں اسکو
اور اس کے شرک کو چھوڑ دوں گا (یعنی معافی نہیں
ملے گی اور بخشش کا کوئی امکان نہ ہوگا) اور اللہ
تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں اس قسم کے عمل سے بری

وغنى الله تعالى عن العمل الذي اشرك
فيه، وقبول الصحابة القتل والاحراق
على عدمه. انا اغنى الشركاء عن الشرك من
عمل عملاً اشرك فيه معي غيري تركته وشركه
وبرائته تعالى عن ذلك العمل وانا بريئ
منه" لا تشرك بالله شيئًا وان حرقت
او قتلت والمراد من الشرك في هذه الآيات
الكفر مطلقًا باي نوع كان كما مرت الاشارة

من اتخاذ الٰهَیْنِ اثنین) وَلَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ وَمَا کَانَ مَعَہٗ مِنْ اِلٰہٍ اِذًا لَّذَهَبَ (لوکان استبدوا) متمایز کُلُّ اِلٰہٍ بِمَا خَلَقَ (ووقع بینہم التحارب والتغالب کما هو العادة عند تعدد الحکام) وَلَعَلٰی (غلب) بعضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وفسد کل شیئٍ ولیس فلیس۔

الفرقان آیت ۲ کہ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر چیز کا اندازہ ٹھہرایا۔ اور نیز اللہ تعالیٰ نے سورۃ نحل۔ آیت ۵۱ میں فرمایا ہے کہ مت بناؤ دو معبود بے شک وہ ایک ہی معبود ہے۔ اس کا ارشاد ہے کہ خاص مجھ سے ہی ڈرو۔ میرے سوا کوئی اور معبود بناؤ گے تو میری گرفت سے بچ نہ سکو گے۔ اور سورۃ انبیاء آیت ۲۲ میں فرمایا ہے کہ زمین اور آسمان میں اگر اللہ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو زمین و آسمان کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا، اور سورۃ مومنون آیت ۹۱ میں فرمایا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر ایسا ہوتا تو ہر ایک معبود اپنی اپنی مخلوقات و مصنوعات کو لے کر الگ ہو جاتا۔ اور ان کے درمیان لڑائی جھگڑا برپا ہوتا۔ اور ہر ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا، جیسا کہ ایک سلطنت میں متعدد حکام ہوں تو ایسی صورت حال پیدا ہوتی ہے بعض بعض پر چڑھائی کرتے۔ اور ہر ایک چیز بگڑ جاتی جب ایسا نہیں بلکہ کائنات کا نظام نہایت عمدہ حکیمانہ طریق پر چل رہا ہے تو یقینی بات ہے کہ معبود و مدبر بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔

"اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اٰلِهَةً قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ هٰذَا (القرآن) ذِكْرُ مَنْ مَّعِیَ (من امتی) وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِیْ (من الامم یرشد الی التوحید) بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

سورۃ انبیاء آیت ۲۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود بنائے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ تم لوگ اپنی دلیل پیش کرو۔ یہ میرے ساتھ والوں کی کتاب قرآن کریم اور مجھ سے

الحق (التوحید) فھم معرضون۔ وما من الٰہ الا اللہ الواحد القھار۔ والربوبیۃ رب السمٰوٰت والارض وما بینھما العزیز الغفار، وھو الذی فی السماء الٰہ و فی الارض الٰہ، ھو اللہ الخالق البارئ (الموجد) المصور فی الارحام، وایحاء الوحدۃ الیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام، قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد، وتذکر اولی الالباب بالوحدانیۃ لیعلموا انما ھو الٰہ واحد ولیذکر اولوا الالباب۔

والمعتزلۃ فانھم قائلون بان العبد ھو الخالق لافعالہ الاختیاریۃ بخلاف الاضطراریۃ فانھا بمحض خلقہ تعالیٰ لا دخل للعبد فیہ۔ کالقیام والقعود۔ والنوم والاستیقاظ وغیرہ۔

پہلے لوگوں کی کتاب یعنی توریت و انجیل موجود ہیں (جو خدا تعالیٰ کی توحید کی طرف رہنمائی کرتی ہیں) بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ حق بات یعنی توحید کو نہیں سمجھتے اور وہ اس حق سے اعراض کرتے ہیں۔ اور سورۃ صٓ آیت ۶۵ میں ہے۔ اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی ہے اکیلا اور زبردست۔ اور اسی سورۃ کی آیت ۶۶ میں ربوبیت کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کا پروردگار اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہی اللہ ہے غالب اور بخشش کنندہ۔ در سورۃ زخرف آیت ۸۴ میں ہے کہ وہی معبود ہے آسمانوں اور زمینوں میں۔ اور سورۃ حشر آیت ۲۴ میں ہے وہی اللہ تعالیٰ ہے پیدا کرنے والا ایجاد کرنے والا اور تصویر بنانے والا۔ یعنی شکم مادر میں تصویر کشی کرنے والا۔ اور خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی ہے وحدانیت کی سورۃ کہف آیت ۱۱۰ میں ہے آپ ان سے کہدیں کہ میں بھی تم جیسا ایک آدمی ہوں ہاں یہ ضرور ہے کہ میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے کہ تمہارا معبود حقیقی صرف ایک ہی معبود ہے۔ اور سورۃ ابراہیم کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے نزول کی غرض بیان فرمائی ہے۔ فرمایا تاکہ لوگ جان لیں اور یقین کریں کہ وہی خدا ایک معبود برحق

ہے۔ اور تاکہ وہ لوگ نصیحت پکڑیں جو عقلمند ہیں۔

معتزلہ کی تردید

(اور فرقہ معتزلہ مسلمانوں کا قدیم فرقہ ہے جو عقل کو مقدم سمجھتے ہیں اور تمام نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اور بہت سی آیات اور احادیث کا انکار کرتے ہیں یا غلط تاویلیں کرتے ہیں جو عقل میں نہیں آسکتی الغرض کہ ایک گمراہ فرقہ ہے)۔ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال اختیاریہ کا خود خالق ہے۔ بخلاف افعال اضطراریہ کے۔ کیونکہ وہ محض اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہوتے ہیں بندہ کو ان میں کوئی دخل نہیں۔ افعال اختیاریہ کی مثال جیسا کہ قیام قعود وغیرہ اور افعال اضطراریہ کی مثال جیسا کہ نیند، بیداری وغیرہ۔

اَلم یروا الی قوله تعالیٰ "وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ" وكلمة ما مصدرية وهو اولى من جعله موصولة لفظاً ومعنًى كما لا يخفى۔ اى اعمالكم جميعا اختيارية او غيرها۔ وان جعل موصولة لتم المقصود ايضا اى معمولا تكم، بل يدل ظاهرا على خلقه تعالى الافعال الاختياريه وينادى عليه نداء لامراء فيه۔ لان نسبة الافعال الاختيارية غير خفية، فاذا كانت

کیا یہ معتزلہ اس بات میں غور نہیں کرتے کہ خدا تعالیٰ نے سورۃ صافات کی آیت ۹۶ میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے۔ اور تمہارے اعمال کو بھی۔ ما مصدریہ ہے۔ اگر اسکو موصولہ بھی بنایا جائے تب بھی مقصود واضح ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے اور تمہارے معمولات کو بھی۔ اور یہ افعال اختیاریہ کو بھی شامل ہے۔ بلکہ افعال اختیاریہ تو بالکل آیت کے ظاہری مفہوم سے واضح ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے تمہارا اور تمہارے معمولات کا

مخلوقة له تعالى فالاضطرارية والاتفاقية بالطريق الاولى اى خلقكم ومعمولاتكم دون غيره تعالى۔ وقوله عليه الصلوٰة والسّلام من حديث حذيفة رضؓ وصححه البيهقى مرفوعا ان الله صانع كل صانع وصنعته۔ الا ترى كيف اثبت خلق كل شيئ وعلمه وحفظه ووحدانية خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ (حفيظ) وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا وإِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ۔

اس کے سوا کوئی خالق نہیں۔ اور نیز حضرت حذیفہ رضؓ کی روایت جس کو امام بیہقیؒ نے نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح بھی فرمائی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر صانع اور اس کی صنعت کا خالق ہے۔ کیا اس پر غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی بہت سی آیات میں ہر چیز کی پیدائش۔ اور ہر چیز کا علم، اور اس کی حفاظت اپنی ذات کے لئے ثابت کی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ہر چیز کے پیدا کرنے میں اور ہر چیز کے جاننے میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی ہر چیز کا خالق ہے۔ پس اسی کی عبادت کرو۔ وہ ہر چیز کا محافظ اور نگران ہے اور ہر چیز کو اس نے پیدا کیا۔ اور اس کا اندازہ ٹھہرایا۔ نیز خدا تعالیٰ نے سورۃ القمر آیت ۴۹ میں فرمایا ہے کہ ہم نے ہر چیز کو ایک خاص اندازہ کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

۲۔ الشرك فى العلم

منها الشرك فى العلم، وهو ان يعتقد ان لغيره تعالى من مخلوقه مطلقاً علماً، و يعلمه حاضراً ناظراً عالماً فى مكان بعيد كعلمه تعالى وحضوره، ويظهر اثره فى اقواله كما يقول عند قيامه وقعوده

۲۔ شرک کی دوسری قسم ۔ شرک فی العلم
شرک فی العلم کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی مخلوق میں کسی کو مطلق علم (عام اور ہر چیز کا علم) حاصل ہے۔ اور حاضر ناظر اور دور جگہ سے بھی علم رکھنے والا جانتا ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اور حاضر ناظر ہے۔

او تومه واستیقاظه، اوغیر ذلك، اسم
مرشده وشیخه، او یقول بالهندیة
دم مرشد، دم پیر ہمارے، دم یا علی،
یادم مشکل کشا، بدل التسمیة، ویذکرہ
فی هذہ الاحوال بها، ولا اظنك شاكا فی
بطلانه،

الاتری الی نفیه تعالی علمه واثباته له
خاصة "یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا
خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ" و
علم السر والجهر والمکسوبات والخفی،
"یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ"
وانه یعلم السر واخفی، وعلم الغیب وما
فی الصدور۔

اور اس اعتقاد کا اثر اس شخص کی باتوں سے بھی ظاہر
ہو۔ مثلاً اٹھتے بیٹھتے نیند اور بیداری وغیرہ کی حالت
میں اپنے مرشد اور شیخ کا نام پکارے بجائے اللہ
تعالیٰ کا نام لینے کے۔ یا جیسا کہ ہندی زبان میں
کہتے ہیں۔ دم مرشد۔ دم پیر ہمارے، دم یا علی،
دم مشکل کشا۔ ایسے اعتقاد کے باطل ہونے میں ظاہر
ہے کوئی شک ہی نہیں۔ یہ نہایت بُرے درجے
کا مشرکانہ اور باطل اعتقاد ہے۔ کیا تم غور نہیں کرتے
کہ اللہ تعالیٰ نے آیت الکرسی میں کس طرح غیروں
سے علم کی نفی کی ہے اور اپنی ذات کے لئے ایسے
علم کا اثبات کیا ہے۔ فرمایا کہ جو کچھ لوگوں کے روبرو
اور ان کے سامنے ہو رہا ہے۔ اور جو کچھ ان کے
بعد ہونے والا ہے وہ سب کو جانتا ہے اور وہ
سب اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا احاطہ
نہیں کر سکتے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن
پاک میں بیان فرمایا ہے کہ وہ تمام پوشیدہ اور
ظاہر باتیں۔ اور تمام مخلوقات جو کچھ بھی کرتی ہے
اور کماتی ہے۔ اور مخفی ترین باتیں بھی جانتا ہے۔
غیب اور سینوں کے پوشیدہ راز سب جانتا ہے۔
ارشاد ہوتا ہے سورۃ انعام آیت ۳ وہ جانتا ہے
تمہاری پوشیدہ اور ظاہری باتوں کو اور جانتا ہے
جو کچھ تم کسب کرتے ہو۔

ونفی الشعور وعلم الغیب من المعبودات
"اِنَّ اللّٰهَ عَالِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اِنَّهٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ، وَقُلْ لَّا
یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ
اِلَّا اللّٰهُ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ" و
نسبة الاضلال الی من دعاهم والغفلة
الی المعبودات، فکیف یکونون عالمین، "وَ
مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ
لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ
دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ"۔ والعداوة للعابدین
وکفرهم بعبادتهم "وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوْا
لَهُمْ اَعْدَآءً وَّکَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ کٰفِرِیْنَ"۔
والانکار علی الذین یسترون ویظنون عدم
علمه تعالٰی باعمالهم "وَمَا کُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ
اَنْ یَّشْهَدَ عَلَیْکُمْ سَمْعُکُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُکُمْ
وَلَا جُلُوْدُکُمْ وَلٰکِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَعْلَمُ
کَثِیْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ"۔ "اَلَا یَعْلَمُ مَنْ
خَلَقَ (اعمالکم) وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ"

اور اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کے معبودین سے شعور
کی نفی فرمائی ہے اور علم غیب کی بھی نفی فرمائی۔ چنانچہ
سورہ فاطر آیت ۳۸ میں فرمایا ہے کہ بے شک
اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کے غیب کو جاننے
والا ہے۔ اور وہی سینے کے پوشیدہ رازوں سے
باخبر ہے اور اسی طرح سورۃ نمل آیت ۶۵ میں
فرمایا ہے۔ آپ کہدیں جس قدر مخلوقات آسمانوں
میں اور زمین میں موجود ہے کوئی بھی سوائے خدا
تعالیٰ کے غیب کی بات نہیں جانتا۔ اور ان کو تو
اس کی بھی خبر نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔
یعنی قیامت کے برپا ہونے کا علم نہیں۔ خدا تعالیٰ نے
نے ان معبودوں کی عبادت کرنے والوں کو اور ان کو
حاجت روائی کے لئے پکارنے والوں کو گمراہی کی
طرف منسوب کیا ہے۔ اور ان معبودین کے غافل
ہونے کا ذکر کیا ہے چنانچہ سورۃ احقاف آیت
۵ میں ہے۔ اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو
اللہ کے سوا ان کو پکارتے ہیں جو ان کی بات کا قیامت
تک جواب نہیں دے سکتے۔ اور ان کو تو ان کی
پکار کا علم ہی نہیں۔ وہ اس سے بیخبر بے خبر اور
غافل ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان عابدین اور معبودین
کی باہمی عداوت کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور یہ کہ ان
کے معبود ان کی عبادت سے انکار کر دیں گے سورۃ
احقاف آیت ۶ میں ہے اور جب یہ لوگ جمع

کیئے جائیں گے توان کے خود ساختہ معبودان مشرکوں کے دشمن ہونگے اوران کی عبادت کے بھی منکر ہو جائیں گے، اور اپنی لاعلمی کا اظہار کریں گے، اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر نکیر فرمائی ہے جو اپنے اعمال کے بارہ میں گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا علم نہیں۔ سورۃ حٰم السجدہ آیت ۲۲ میں ہے اور تم لوگ اپنی بداعمالیوں کو اس خوف سے نہیں چھپایا کرتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے دوسرے اعضاء تمہارے خلاف گواہی دیں گے بلکہ تم نے سمجھ رکھا تھا کہ تمہارے بہت سے اعمال کی جو تم کیا کرتے ہو خدا تعالیٰ کو خبر ہی نہیں ہوتی۔ اور خدا تعالیٰ نے سورہ ملک آیت ۱۴ میں فرمایا کیا جس نے پیدا کیا ہے وہ اپنی مخلوق سے بے خبر ہو سکتا ہے۔ حالانکہ وہ تو بڑا باریک بین اور پوری خبر رکھنے والا ہے۔

وکیف یکون علمہ تعالیٰ مضاھیا لعلم احد من المخلوق مع ان علمہ تعالیٰ صفۃ قدیمۃ قائمۃ بذاتہ غیر حالۃ فیھا۔ وعلمنا حادث وعرض۔ مَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ والمراد من القلۃ العدم یعنی علمکم بالنسبۃ الی علمہ عدم بحت۔ فقد صرف، حتیٰ قال فی درالمختار

اور خدا تعالیٰ کا علم مخلوق کے علم کے ساتھ کس طرح مشابہ ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو اس کی صفت قدیمہ ہے۔ جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اور ایسی نہیں کہ باہر سے آکر اس کی ذات میں آرہی ہو۔ اور ہمارا (مخلوق کا) علم تو حادث اور عرض ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل کی اس آیت کے جملے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے اللہ

من نكح بشهادة الله ورسوله لا يجوز بل
قيل يكفر انتهى . وما قال اصحاب رسول
الله صلى الله عليه وسلم ورضي عنهم "الله
ورسوله اعلم" فهو من قبيل "وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ" و
في الملتقطات لو قال بالله وروحك او برأسك
قال بعض المشائخ يكفر حيث عطف
غير الله سبحانه عليه وشاركه في
تعظيمه له . ولو قال وبتراب قدمك
يكفر عند الكل . ولو قال بحياتي وحياتك
وما اشبه ذلك يكفر بظاهر قوله تعالى
وَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا ، وبقوله عليه
السلام من حلف بغير الله فقد اشرك
ولكن لما كان الحالف اراد بمجرد تعظيم نفسه
او نفس مخاطبه ، وبالجملة لا على وجه
المقابلة والمشاركة ما جزم بكفره ، ويدخل
في قوله ما اشبه ذلك لو حلف بالنبي
او روح النبي او حياة النبي او بالكعبة
او الامامة وامثال ذلك ، ولو قيل ان العام
يقولون ولا يعلمونه لقلت انه شرك
خفي لا يمين اي منعقدة بالله تعالى

تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔
اور اس قبیل سے بھی مراد معدوم ہی ہے کیونکہ
مخلوق کا علم خدا تعالیٰ کے سامنے بالکل معدوم
محض اور مفقود ہے۔ درمختار (جو فقہ حنفی کا معتبر
اور معمول بہ فتاویٰ ہے) میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے
کہ اگر کسی شخص نے نکاح کیا اور اللہ اور رسول کو
گواہ بنایا تو نکاح جائز نہیں ہوگا۔ بلکہ فقہاء نے
اس شخص کے متعلق کافر ہونے کا قول کیا ہے کیونکہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس نے اللہ تعالےٰ
کی طرح عالم الغیب اور حاضر ناظر اعتقاد کرلیا۔
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام جب
یہ جملہ کہتے تھے کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے
ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ رسول کے علم
کو بھی یہ اللہ کے علم کے ساتھ مساوی خیال کرتے
تھے۔ یا خدا کی طرح عالم الغیب جانتے تھے۔ بلکہ ان
کا مطلب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے سامنے
تعظیم کرنا ہوتا تھا۔ جیسا کہ سورۃ توبہ کی آیت
سے ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی تردید
کرتے ہوئے فرمایا ہے حالانکہ اللہ اور اس کا رسول
اس کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ لوگ ان کو راضی کریں
اگر یہ سچے ایماندار ہیں۔ اور اسی طرح ملتقطات میں

۱؎ ملتقطات سے وہ مسائل مراد ہیں جو حضرت امام ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق ہیں اور ان کو [illegible] کیا گیا چنانچہ اس قسم کے مسائل کو حضرت [illegible] نے [illegible] فقہ اکبر کے آخر میں جمع کردیا۔ مختصر اس قسم کے مسائل مراد ہیں
۲؎ [illegible]

فاذا حلف بغیر اللہ سبحانہ فقد اشرك ای ظاھراً او شابہ المشرکین۔ انتہی۔

یہ مسئلہ لکھا ہے ۔کہ اگر کوئی شخص کہتا ہے ۔کہ اللہ کی اور تیری روح کی قسم یا تیرے سر کی قسم ،تو بعض مشائخ کرام نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے ۔کیونکہ اس شخص نے غیر کے نام کو اللہ کے نام پر عطف کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ تعظیم میں شریک کیا ہے ۔ اور اگر یوں کہتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی اور تیرے پاؤں کے خاک کی قسم تو سب کے نزدیک کافر ہوگا ۔اور اگر یوں کہتا ہے کہ قسم ہے میری حیات کی یا تیری حیات کی تو کافر ہوگا ۔کیونکہ خدا تعالیٰ کے اس ارشاد سے یہ بات ظاہر ہے ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کے لئے شریک اور مقابل مت بناؤ ۔اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے ۔کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کے نام قسم اٹھائی تو اس نے شرک کیا ۔ لیکن اگر قسم اٹھانے والے کا مقصد محض اپنے نفس کی تعظیم ہو یا صرف مخاطب کی تعظیم ہو بغیر اس کے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ شرکت یا مقابلہ کا خیال ہو تو پھر اس شخص کے متعلق کفر کا یقین نہیں کیا جا سکتا اگرچہ پھر بھی ایسا کلام غیر مناسب سمجھا جائے گا)

اور اسی طرح اگر کوئی شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کی قسم اٹھاتا ہے یا روح نبی یا حیات نبی یا کعبہ یا امام کی قسم اٹھاتا ہے تو اس کا حکم بھی یہی ہوگا یعنی یہ مشرکانہ قسمیں ہیں ۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ عوام اس قسم کی قسمیں اٹھاتے ہیں ۔لیکن ان کی نیت

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کی نہیں ہوتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قسم نہیں ہوتی یعنی یمین منعقد نہیں ہوتی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پوشیدہ قسم کا شرک ہے۔ (شرک خفی)

تو جب کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے نام پر قسم اٹھاتا ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے یہی بات ظاہری طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ اس شخص نے شرک کیا ورنہ کم از کم مشرکین کے ساتھ مشابہت تو ضرور پائی جائے گی۔ (ملحقات کی عبارت ختم ہوئی)

(۳) الشرك فى المشيئة

الشرك فى المشيئة وهو ان يقول احد افعل هذا الفعل لو شاء الله تعالىٰ وشاء مرشدى او غيره۔ وهو باطل الا ترى الى قوله تعالىٰ "وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللهُ" فمشيته تعالىٰ مسبوقة على مشيئة المخلوق۔ فكيف يكون مشيته مع مشيته تعالىٰ۔ والا يلزم معية القديم والحادث فيلزم وجود الحادث فى الازل۔ والى تفرد مشيته تعالىٰ فى الايمان "لَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا" واذهاب سمع المنافقين وابصارهم "وَلَوْ شَاءَ اللهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ إِنَّ اللهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" وايتاء الملك

(۳) تیسری قسم شرک فی المشیۃ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں شریک ٹھہرانا۔ شرک فی المشیت یہ ہے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ میں یہ کام کروں گا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا اور میرے مرشد نے چاہا یا مرشد کے علاوہ کسی اور شخص کا نام لے۔ یہ عقیدہ باطل ہے۔ کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اس طرح فرمایا ہے سورۃ دھر آیت نمبر ۳۰ ، اور بدوں اللہ کے چاہے تم لوگ کوئی بات نہیں چاہ سکتے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ مخلوق کی مشیت اور چاہنے سے مقدم ہے۔ ترجمہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ مخلوق کی مشیت کیسے ہو سکتی ہے۔ ورنہ قدیم (ذات خداوندی) اور حادث (مخلوق) کی معیت لازم آئے گی۔ اور پھر حادث کا وجود ازل میں ماننا

لمن یشاء و اللہ یؤتی ملکہ من یشاء واللہ
واسع علیم۔ وعدم الاقتتال من بعد الرسل
وفعل الخیر والشر" ولو شاء اللہ ما اقتتل
الذین من بعدھم (الرسل) من بعد ما
جاءتھم البینت ولکن اختلفوا (بمشیۃ
اللہ تعالیٰ) فمنھم من امن بہ و منھم من
کفر ولو شاء اللہ ما اقتتلوا (تاکید) ولکن
اللہ یفعل (یوجد) ما یرید (من الخیر
والشر)۔

پڑیگا۔ اور یہ باطل ہے۔ اور پھر خدا تعالیٰ نے اپنی ذات
کو اس مشیت اور چاہنے میں یگانہ قرار دیا ہے جیسا
کہ سورۃ یونس آیت ۹۹ میں فرمایا۔ اگر تیرا رب چاہتا
تو جو زمین میں آباد ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔
(خدا تعالیٰ کے چاہنے کے خلاف تو کچھ نہیں ہو سکتا
لیکن خدا جبر نہیں کرتا) اسی طرح سورۃ بقرہ آیت
۲۰ میں فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان منافقین کے
کان۔ اور آنکھوں کو سلب کر لیتا۔ بیشک اللہ تعالےٰ
ہر شئے پر قادر ہے۔ اسی طرح بادشاہی عطا کرنے
کے بارہ میں فرمایا ہے سورۃ بقرہ آیت ۲۴۷ اور
اللہ تعالیٰ اپنی سلطنت جس کو چاہتا ہے عطا کرتا
ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا بڑا جاننے والا ہے اور رسولوں
کی بعثت کے بعد بھی اللہ تعالےٰ نے اسباب
کا ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ بقرہ آیت ۲۵۳ میں
ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو جو لوگ ان پیغمبروں
کے بعد ہوئے ہیں۔ وہ ان واضح احکام کے بعد جو
ان تک پہنچ چکے تھے آپس میں نہ لڑتے لیکن
لوگوں نے آپس میں اختلاف کیا پھر ان میں سے
کوئی ایمان لایا اور کوئی ان میں سے کافر ہوا۔ اگر
اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ لوگ آپس میں نہ لڑتے لیکن
اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے (یعنی خیر و شر
سب اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے وابستہ
ہے)۔

وعدم حدوث الشرك من الناس لوشاء
"وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكُوْا" واعطاء علم ما
شاء "وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ" (معلوماته
تعالیٰ) "اِلَّا بِمَا شَاءَ" (اعلامهم به) و
اهلاك الخلق والاستخلاف بعده
"اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ" (يهلككم) "وَيَسْتَخْلِفْ
مِنْۢ بَعْدِ" (اهلاككم) "مَا يَشَاءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ
مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ". وعدم الباس
الحق بالباطل "وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ
فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ" وجعل الخلق امة
واحدة مسلمة "وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً
وَّاحِدَةً" (مسلمة) والاضلال والهداية
"وَلٰكِنْ" (الله) "يُضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِيْ
مَنْ يَّشَاءُ وَلَتُسْئَلُنَّ" (يوم القيامة) "عَمَّا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" والترزيق "وَاللّٰهُ يَرْزُقُ
مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ" وايتاء الفضل
وتخصيص رحمته. "قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ
اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ
يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ
الْعَظِيْمِ".

اور اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ ہوتا تو لوگوں
سے شرک ظاہر ہی نہ ہوتا چنانچہ سورۃ انعام آیت
۱۴۸ میں ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ لوگ
شرک نہ کرتے۔ اور نیز اللہ تعالیٰ علم میں اتنا حصہ
ہی مخلوق کو عطا فرماتا ہے جتنا چاہے۔ آیۃ الکرسی
میں فرمایا ہے۔ کہ اور وہ سب اس اللہ تعالیٰ کی معلومات
میں سے کسی شئی کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر ہاں
جس قدر وہ خود چاہے۔ اور اسی طرح مخلوق کو
ہلاک کرنا اور ان کی جگہ دوسروں کو خلافت و نیابت
عطا فرمانا سب خدا تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے
ہے۔ جیسا کہ سورۃ انعام آیت ۱۳۳ اگر چاہے تو
تم کو ہلاک کر دے اور تمہارے بعد دوسروں کو خلافت
عطا فرمائے جیسا کہ تمہیں اس نے پیدا کیا ہے ایک
قوم کے بعد۔ اور اسی طرح حق و باطل کی باہم
آمیزش بھی خدا تعالیٰ کے ارادہ سے ہے۔ سورۃ
انعام آیت ۱۳۷ میں ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا
تو یہ لوگ ایسا دین میں خلط ملط نہ کرتے۔ پس
آپ ان کو چھوڑ دیں اور جو کچھ یہ افترا پردازی
کرتے ہیں۔ اور تمام مخلوق کو ایک ہی امت بنا
دینا بھی خدا تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ سورۃ
مائدہ آیت ۴۸ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم کو
ایک ہی امت فرمانبردار بنا دیتا۔ گمراہ
کرنا اور ہدایت دینا بھی مشیت ایزدی پر موقوف ہے۔

سورۃ نحل آیت ۹۳ لیکن اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے
جس کو چاہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے۔
اور تم سے قیامت کے دن ضرور سوال کیا جائیگا
تمہارے ان کاموں کے بارہ میں جو تم کیا کرتے تھے۔
اسی طرح روزی کا پہنچانا اس کی مشیت پر موقوف
ہے۔ سورۃ بقرہ آیت ۲۱۲ میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ
ہی روزی دیتا ہے جس کو چاہے بغیر حساب کے۔
فضیلت عطا کرنا اور اپنی رحمت کے ساتھ خاص
کرنا بھی اس کی مشیت کے ساتھ متعلق ہے۔ سورۃ
آل عمران آیت ۷۴ آپ کہدیں بے شک فضل
اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے جس کو چاہے۔
اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور بڑے علم والا ہے
اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرتا ہے جس کو چاہے۔ اور
اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

پیدا کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہے۔ سورۃ
مائدہ آیت ۱۷ میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیئے
ہی ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی پیدا کرتا
ہے جو چاہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔
اسی طرح معاف کرنا اور سزا دینا بھی اسی کے اختیار
میں ہے۔ سورۃ مائدہ آیت ۱۸ میں ہے معاف
کرتا ہے جس کو چاہے اور سزا دیتا ہے جس کو چاہے۔
اور اللہ تعالیٰ کے لیئے ہے بادشاہی آسمانوں کی
اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور اسی کی

والخلق "وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"
والغفران والتعذيب "يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ" وبسط الرزق وتقبيضه
"اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ
اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا" واعطاء
ما اراد احد تعجيله "مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ
(لعمله في الدنيا) عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ

لمن نرید (التعجیل له بدل من له بلعادة الجار) ثم جعلنا له جهنم یصلها (یدخلها) مذموما مدحورا (مطرودا) والترحم والتعذیب "ربکم اعلم بکم ان یشا یرحمکم او ان یشا یعذبکم" والاهانة "فما له من مکرم ان الله یفعل ما یشاء"

طرف ہی لوٹ کر جاتا ہے۔

اسی طرح رزق کا تنگ اور کشادہ کرنا اس کی مشیت پر موقوف ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۰ میں ہے بے شک تیرا پروردگار کشادہ کر دیتا ہے روزی جس کے لئے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے۔ بیشک وہ اپنے بندوں کی خوب خبر رکھنے والا ہے اور ان کے حالات کو دیکھتا ہے اور اسی طرح جو شخص کسی چیز کو جلدی طلب کرتا ہے تو اس کا دینا بھی خدا تعالیٰ کے حکم اور ارادہ پر موقوف ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۸ میں ہے اور جو کوئی دنیا ہی چاہتا ہے تو ہم اس کو دنیا میں جتنا چاہتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں جلدی دیتے ہیں پھر ہم اس کے لئے دوزخ مقرر کر دیتے ہیں جس میں وہ ذلیل و خوار ہو کر داخل ہوگا۔ رحم اور عذاب بھی اس کی مشیت سے ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۵۴ میں ہے تمہارا پروردگار تمہارے حالات سے خوب واقف ہے۔ اگر چاہے تو تم پر رحم فرمائے اور اگر چاہے تو تمہیں سزا دے۔ اسی طرح اہانت و اکرام بھی اس کی مشیت سے ہے۔ سورۂ حج آیت ۱۸ میں ہے۔ اور جس کو خدا تعالیٰ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔

وهبة الاناث اوالذكور او كليهما والجعل
عقيمة "يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ اِنَاثًا (بناتا) وَّيَهَبُ
لِمَنْ يَّشَاءُ الذُّكُوْرَ اَوْيُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا
(جمع ذكر) وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ
عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ- واهلاك الخلق واتيان الخلق
الجديد" اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ (يهلككم)
وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ" والاضلال والجعل
على الصراط المستقيم "مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ
وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ"-
والاهداء الى صراط مُّسْتَقِيْمٍ- يَهْدِيْ
مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ"- "قُلْ
لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" والى قوله عليه الصلوٰة
والسلام لَا تَقُلْ مَا شَاءَ اللّٰه وشاء محمد
وَقُلْ مَا شَاءَ اللّٰهُ وحده، وبعث النذير
فى كل قرية، "وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ
قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا (نبيا) لكن فضلناك
بالبعثة العامة، ولا اظنك فى مرية فى
ان تجد رخصة فى اية من الايات او
حديث من الاحاديث، لاطلاق مشية
احد من مخلوقه تعالى مع مشيته تعالى
حتى يشتركا نيه-

اسی طرح اولاد کی بخشش بھی اس کی مشیت پر ہے،
شوریٰ آیت ۴۹ و ۵۰ میں ہے جس کو چاہتا ہے
بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے دیتا
ہے یا جس کے لئے چاہتا ہے بیٹے اور بیٹیاں
دونوں جمع کر دیتا ہے -اور جس کو چاہتا ہے بے
اولاد اور بانجھ رکھتا ہے، بے شک وہ بڑے علم
والا اور بڑی قدرت والا ہے - اور اگر وہ چاہے
تو پرانی مخلوق کو ہلاک کر دے اور اس کی جگہ نئی مخلوق
کو پیدا کر دے -سورۃ ابراہیم آیت ۱۹ اگر چاہے
تو تم کو صفحہ ہستی سے ناپید کر دے اور دوسری نئی
مخلوق لے آئے - ہدایت اور گمراہی کے راستے
پر ڈالنا سب اسی کے اختیار میں ہے -سورۃ انعام
آیت ۳۹ میں فرمایا، جس کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ
گمراہ کر دیتا ہے - اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ
پر چلاتا ہے -سورۃ بقرہ آیت ۱۴۲ میں فرمایا -
آپ کہدیں کہ سب مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ
ہی کی ملک ہے - وہ جس کو چاہتا ہے سیدھی
راہ پر چلاتا ہے -

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان (فلا
تقولوا ما شاء اللّٰه وشاء محمد ولکن قولوا
ما شاء اللّٰه وحده - ابن کثیر ج ۱ ص ۵) بھی
ہے کہ تم ایسا مت کہو کہ جو چاہے اللہ اور جو چاہے
محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) بلکہ یوں کہو جو چاہے اللہ

تعالیٰ اکیلا۔ (وہی ہوتا ہے)

اور اسی طرح ہر ملک میں نذیر بھیجنا بھی اسی کی مشیت پر موقوف ہے۔ چنانچہ سورۃ فرقان آیت ۵۱ میں ہے اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ڈرانے والا بھیجتے (لیکن ہم نے آپ کی بعثت کو سب کے لئے عام کر دیا ہے) (مصنف فرماتے ہیں کہ) تمہیں اس بارہ میں ذرا بھی شک نہیں ہونا چاہیئے کہ قرآن کریم کی کسی آیت میں اور کسی حدیث میں بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ اس کی مخلوق سے کسی کی مشیت کا اطلاق نہیں ہوا تاکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ مخلوق کی مشیت کا اشتراک نہ ہو۔

(۴) منها الشرك في التصرف وافعاله تعالى

وهو ان يعتقد ان لاحد غير الله تعالى مطلقا تصرفا من التصرفات بالاستقلال من الاحياء والاماتة والعزة وضدها والصحة وضدها۔ والولد وضده۔ ولا مرية في بطلانه الا ترى الى اثباته تعالى التصرف لنفسه عز وجل، تصرف الاحياء مرتين والامامة، والاعجاب من الكفر على شيئ من الاحوال ۔ "كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ"

(۴) چوتھی قسم اللہ تعالیٰ کے ساتھ تصرف اور افعال میں شرک کا بیان!

شرک فی التصرف یہ ہے کہ کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو مستقل طور پر کسی قسم کا تصرف حاصل ہے مثلاً کسی کو زندہ کرنا اور مارنا۔ یا عزت و ذلت تک پہنچانا۔ یا صحت و بیماری میں مبتلا کرنا یا اولاد دینا۔ اور اس سے محروم کر دینا وغیرہ۔ اس قسم کے اعتقاد کے باطل اور شرک ہونے میں تو کسی قسم کا شبہ نہیں، کیا تم غور نہیں کرتے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی ذات کے لئے ہی ہر قسم کے تصرفات کا اثبات کیا ہے۔ اور اس سے انکار پر تعجب کا اظہار کیا ہے۔

والترزیق وطلب الشرکاء فی تلك الامو المذکورة ثم اثبات التعلی من الشرکاء فی تلك الامور المذکورة ثم اثبات التعلی من الشرکاء فیھا "اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۔

جیسا کہ سورۃ بقرہ آیت ۲۸ میں ارشاد ہے اور تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کس طرح کفر کرتے ہو۔ حالانکہ تم بے جان تھے اس نے تم کو زندگی بخشی پھر تم پر موت طاری کرتا ہے۔ پھر تم کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ اور پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور اسی طرح رزق عطا فرمانے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی تخصیص کا ذکر کیا ہے۔ اور مشرکین سے مطالبہ کیا ہے کہ کیا تمہارے شریکوں میں سے بھی کوئی ایسا ہے جو روزی دیتا ہو۔ چنانچہ سورۃ روم آیت ۴۰ میں ہے، اللہ تعالیٰ کی وہ ہستی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ پھر وہ تمہیں روزی عطا فرماتا ہے۔ پھر تم پر موت طاری کرتا ہے۔ پھر وہ تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے ان خود ساختہ معبودوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ان مذکورہ کاموں میں سے کوئی کام کر سکتا ہو، پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اور بلند و برتر ہے ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

ونفیه تعالی الاسماع والاهداء عن رسوله علیه الصلوة والسلام بالاستقلال "اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ وَمَنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ والایجاد والامامة والجمع الی یوم القیامة. قُلْ

اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استقلالاً اسماع (اپنے اختیار سے کسی کو سنانا)۔ اور اهداء (اپنی مرضی سے کسی کو ہدایت دینے) کی نفی فرمائی ہے۔ سورۃ زخرف آیت ۴۰ کیا آپ بہروں کو سنائیں گے، یا آپ اندھوں کو راہ

اللہ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یَجْمَعُکُمْ الٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ ونسبتہ عدم الریب فیہ۔ "لَارَیْبَ فِیْہِ" وایتاء الملک و انتزاعہ، والاعزاز وضدہ۔ قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِیَدِکَ (ای التدار بقدرتک) الْخَیْرُ (والشر) اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ وتفردہ فی خلق الانعام والخیل والبغال والحمر ومالا یعلمہ احد۔ وبیان قصد السبیل والھدایۃ وانزال الماء من السماء وانبات الزرع والزیتون والنخیل والاعناب وکل الثمرات وتسخیر اللیل والنھار والشمس والقمر والنجوم والحیوان والنبات والبحر والقاء الجبال علی الارض والسبیل ومعالم الطرق والاھتداء بالنجوم۔

دکھائیں گے۔ اور ایسے لوگوں کو جو صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ یعنی آپ کو مستقل طور پر اس کا اختیار حاصل نہیں۔ سب اللہ تعالیٰ کے تصرف و اختیار میں ہے۔ علیٰ ہذالقیاس ایجاد کرنا اور مارنا قیامت میں سب کو اکٹھا کرنا۔ سب اسی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کا کام ہے۔ سورۃ جاثیہ آیت نمبر ۲۶ آپ کہدیں کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہیں زندگی بخشتا ہے۔ پھر وہی مارتا ہے۔ پھر وہی تم کو قیامت کے دن جمع کرے گا۔ اور پھر اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے شک و شبہ سے بالاتر فرمایا ہے۔ کہ اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔ اسی طرح جب اور جس طرح اور جس کو چاہتا ہے بادشاہی عطا فرماتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ عزت و ذلت سب اسی کے اختیار میں ہے۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۲۶ میں ہے۔ اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ یوں کہا کریں کہ اے اللہ اے تمام سلطنت کے مالک تو جسے چاہے حکومت و سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جس کو چاہے عزت عطا کرے۔ اور جس کو چاہے ذلیل کرے۔ دنیا و آخرت میں ہر قسم کی بھلائی اور اسی طرح شر بھی تیرے ہی اختیار میں ہے۔ بلا شبہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ قرآن کریم کی مختلف سورتوں اور آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے

تفرد اور یگانہ ہونے کو بیان فرمایا ہے۔ مثلاً جانور
اور مویشیوں کے پیدا کرنے میں، گھوڑے، خچر، گدھے
اور ایسی چیزیں جن کو لوگ نہیں جانتے یہ سب اسی
اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اور میانہ روی کے راستہ کو
بیان کرنا اور رہنمائی فرمانا اور آسمان کی طرف سے
بارش برسانا۔ اور زمین سے نباتات۔ کھیتیاں زیتون
انگور کھجوریں اور ہر قسم کے پھل اُگانا۔ اور رات دن
کو مسخر کرنا۔ سورج، چاند، اور ستاروں، سیاروں
کو کام میں لگانا۔ حیوانات، نباتات۔ اور سمندروں
کا سلسلہ قائم کر دینا۔ اور زمین میں بھاری بوجھل
پہاڑوں کو گاڑ دینا اور ان میں رستے اور درے بنا
دینا۔ اور دیگر قسم کے نشانات راہ قائم کر دینا اور
ستاروں کے ذریعہ انسانی بری و بحری قافلوں کی
راہنمائی فرمانا محض اس اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے۔
اور کسی کی طاقت بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں
کو شمار کر سکے۔ اور ان کے معبودان خود ساختہ
نے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا۔ اور یہ کہ ان کے اکثر
معبود بے جان ہیں۔ زندہ بھی نہیں اور انہیں
شعور بھی نہیں۔ سورۂ نحل آیت ۵ تا ۹ میں ارشاد
ہوتا ہے۔ اور چوپائے (اونٹ، گائے، بھیڑ،
بکریاں) خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے پیدا کئے ہیں
تمہارے لئے ان میں (مثلاً ان کے بالوں اور پشم
وغیرہ میں) گرمائش ہے یعنی لباس کے ذریعہ

وعدم قدرة احد تعداد نعمه تعالیٰ
وعدم خلق المعبودات اشياء وكونهم
امواتا غير احياء، وعدم شعورهم (وَالْاَنْعَامَ
(الابل والبقر والغنم منصوب بما بعده)
خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا (في شعورها) دِفْءٌ
(يدفئونه من اللباس) وَمَنَافِعُ (من
النسل والدر والركوب) وَمِنْهَا (قدم
رعاية للفاصلة) تَأْكُلُوْنَ (اللحم والشحم
والدر) وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ (زينة) حِيْنَ

تُرِیْحُوْنَ (ترد ونها الی مراحها بالعشی قدم بکثرة ظهور الجمال فیه بملاء بطنها وضروعها) وَحِیْنَ تَسْرَحُوْنَ (تخرجون بالغداة الی المراعی) وَتَحْمِلُ اَثْقَالَکُمْ اِلٰی بَلَدٍ لَّمْ تَکُوْنُوْا بَالِغِیْهِ (ان لم تکن الانعام) اِلَّا بِشِقِّ (بمشقة) الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ وَ (خلق) الْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْهَا وَ (لتزینوا بها) زِیْنَةً وَّیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (من النعم) وَعَلَی اللّٰهِ (تفضلاً) قَصْدُ (بیان اقتصاد) السَّبِیْلِ (لسالکها یقال سبیل قصد وقاصد الی مستقیم کانه یقصد الوجه الذی یقصده السالک لا یمیل عنه) وَمِنْهَا (السبیل) جَآئِرٌ (مائل عن الاقتصاد) وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ (هدایتکم) لَهَدٰکُمْ اَجْمَعِیْنَ ۔

اور اس کے علاوہ اور بہت سے منافع ہیں مثلاً نسل کی افزائش دودھ۔ سواری وغیرہ۔ اور انہیں میں سے ضرورت کے وقت تم کھاتے ہو۔ یعنی گوشت چربی دودھ استعمال کرتے ہو۔ اور تمہارے لئے ان میں زینت اور رونق ہے، جبکہ ان جانوروں کو شام کے وقت چراگاہوں سے چرا کر واپس لاتے ہو۔ اس وقت ان کی رونق قابل دید ہوتی ہے۔ جب کہ ان کے پیٹ اور تھن بھرے ہوتے ہیں۔ اور اس وقت جب تم ان کو چرانے کے لئے صبح کے وقت چراگاہوں کی طرف لے جاتے ہو۔ اور وہ چوپائے تمہارے بوجھوں کو ان شہروں تک اٹھا کر لے جاتے ہیں جن شہروں تک تم خود بھی اپنی جان کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ بے شک تمہارا پروردگار بڑی شفقت والا نہایت مہربان ہے۔ اور اس نے پیدا کئے گھوڑے، خچر، اور گدھے تاکہ تم ان پر سواری کرو۔ اور تاکہ وہ تمہارے لئے زینت کا باعث ہوں اور اللہ تعالیٰ ایسی چیزیں بھی پیدا کرتا ہے جن کو تم نہیں جانتے (جانوروں کے علاوہ مختلف قسم کی سواری وغیرہ کے اسباب) اور اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے درمیانے راستہ کا بیان کر دینا یعنی صراط مستقیم کا بیان کر دینا خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے ذمہ لازم کر دیا

ہے۔ اور ان راستوں میں سے کچھ راستے ٹیڑھے ہیں۔ اور اگر اللہ تعالےٰ چاہتا (یعنی جبر کرنا) تو تم سب کو ہدایت کر دیتا۔

هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ (ما تشربونه) وَّمِنْهُ (ینبت) شَجَرٌ (قیل کل ما ینبت علی الارض فهو شجر) فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ (ترعون المواشی) یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ (بالماء) الزَّرْعَ وَالزَّیْتُوْنَ وَالنَّخِیْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ (بعض) كُلِّ الثَّمَرٰتِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً (علی وجود الصانع) لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ (مبتدا التعمیم بعد تخصیص) مُسَخَّرٰتٌ (خبره) بِاَمْرِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ و (سخر لکم) مَا ذَرَاَ (خلق) لَكُمْ فِی الْاَرْضِ (حیوان ونبات) مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ (غالبا) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ (لرکوبکم واصطیادکم وغوصکم) الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا (السمك وصفه بالطراوة لانه ارطب اللحوم فیسرع فیه الفساد فیسارع فی اکله) وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً (کاللؤلؤ والمرجان)

خدا کی ذات وہی ہے جس نے تمہارے لئے آسمان کی طرف سے پانی نازل کیا، اس میں سے کچھ تو تم پیتے ہو۔ اور کچھ ایسا ہے کہ اس سے زمین میں درخت و نباتات اُگتے ہیں۔ ان میں تم اپنے مویشیوں کو چراتے ہو۔ اور اسی پانی کے ذریعہ خدا تعالےٰ تمہارے لئے کھیتی، زیتون، کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے، بے شک اس میں صانع کے وجود اور اس کی توحید پر بڑی دلیل ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں اور اسی نے تمہارے کام کے لئے رات و دن سورج و چاند کو لگا رکھا ہے اور ستارے بھی اس کے حکم کے مطیع ہیں، بے شک اس (تسخیر کائنات) میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو صحیح عقل رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح زمین میں رنگ برنگ چیزیں جو اس نے پیدا کی ہیں وہ تمہارے لئے مسخر کر دی ہیں۔ بے شک ان باتوں میں بڑی دلیل ہے ان لوگوں کے لئے جو نصیحت قبول کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ جس نے دریا کو تمہارے لئے مسخر کر دیا یعنی تمہاری سواری، شکار، غوطہ زنی کے لئے۔ تاکہ تم اس سے تازہ

تَلْبَسُونَهَا (حلالا لکم) وَتَرَى الْفُلْكَ (السفن) مَوَاخِرَ (جواری فواعل من الوخر وهو شق الماء وقیل صوب الماء) فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا (عطف علی لتاکلوا) مِنْ فَضْلِهِ (بر کوبها للتجارة) وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔

گوشت (مچھلی جس کا گوشت جلدی بگڑ جاتا ہے اور اسی لئے اس کے کھانے میں جلدی کی جاتی ہے) کھاؤ۔ اور اس میں سے زینت و آرائش کا سامان نکالو (موتی مونگا وغیرہ) جس کو تم پہنتے ہو اور اے مخاطب تم کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ وہ دریا میں پانی کو چیرتی پھاڑتی چلی جاتی ہیں تاکہ تم خدا کا فضل (رزق حلال) تلاش کر سکو اور تاکہ تم خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو۔

وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ (وکانت کرة کالافلاك یتحرك والجبال منعها عن الحرکة کالوتد) رَوَاسِيَ (جبالا کراهة) أَنْ تَمِيدَ (تتحرك) بِكُمْ وَجَعَلَ فِيهَا أَنْهَارًا وَسُبُلًا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۔ وَعَلَامَاتٍ (معالم الطرق من جبل وشجر وغيرها) وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ (بالليل فى البرارى والبحار) أَفَمَنْ يَخْلُقُ (تعالیٰ شانه) كَمَنْ لَا يَخْلُقُ (کالمخلوق) أَفَلَا تَذَكَّرُونَ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا (فضلا عن شکرها) إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ (لتقصیرکم) رَحِيمٌ (بکم) وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ (یعبدون) هم مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ (لا

اور اسی اللہ تعالیٰ نے زمین میں بھاری بھاری پہاڑ رکھ دیئے (زمین کرہ کی شکل کی تھی افلاک کی طرح۔ اور پہاڑ حرکت سے منع کرتے ہیں۔ جیسا کیل ٹھونک دینے سے حرکت رک جاتی ہے) تاکہ زمین تم کو لے کر ہلنے نہ لگے۔ اور زمین میں پانی کی ندیاں چلا دیں اور راستے بنا دیئے تاکہ تم اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکو۔ اور اس کے علاوہ اور بھی زمین میں بہت سے نشانات (پہاڑ درخت وغیرہ) بنائے۔ اور ستاروں سے بھی (رات کے وقت صحراؤں اور سمندروں میں) راستہ معلوم کرتے ہیں۔ بھلا وہ (اللہ تعالیٰ) جو پیدا کرتا ہے کیا وہ ان کے برابر ہے جو کچھ بھی نہ پیدا کر سکیں (جیسا مخلوق) کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہ گن نہیں سکتے چہ جائیکہ ان کا شکریہ ادا

يعلمون) آيَّانَ (متى) يُبْعَثُوْنَ (حطبا لجهنم) واثبات الاحياء والاماتة لنفسه عزوجل، والربوبية "لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ" والرجوع اليه "هُوَ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ"- في البزازية والبحر الرائق من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم المهمات يكفر- وفي زاد اللبيب من ظن ان الميت يتصرف في الامور دون الله يكفر-

کرسکو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری کوتاہیوں کو بہت بخشنے والا ہے۔ اور تمہارے ساتھ بہت مہربان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اور یہ کافر لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہیں انکی حالت یہ ہے کہ وہ کوئی چیز بھی نہیں پیدا کرسکتے بلکہ وہ خود ہی مخلوق ہیں۔ وہ مُردے ہیں، زندہ نہیں ہیں، اور ان کو یہ بھی خبر نہیں کہ مُردے کب دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ اور خدا تعالیٰ نے زندہ کرنا۔ مارنا اور پرورش کرنا اپنی ذات کے لئے ثابت کیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ فرقان آیت ۸ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی معبود برحق ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ تمہارا پروردگار اور تمہارے اگلے آباؤ اجداد کا پرورش کرنے والا۔ اور بالآخر انتہاء رجوع بھی خدا تعالیٰ کی طرف ہی ہے۔ سورۃ یونس آیت ۵۶ وہی زندہ کرتا اور موت طاری کرتا ہے اور اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

بزازیہ اور بحر الرائق (جو فقہ حنفی کے نہایت ہی معتبر فتاوے ہیں ان میں یہ (مسئلہ) لکھا ہوا ہے کہ جو آدمی یہ کہتا ہے کہ مشائخ کے ارواح حاضر ہیں اور وہ ہماری مہمات کو جانتے ہیں تو ایسا شخص کافر ہے۔ زاد اللبیب میں یہ لکھا ہے

(۵) الشرك في القدرة

منها الشرك في القدرة بان يعتقد
ان لاحدٍ من دون الله تعالى قدرة
شيئ بالاستقلال او بالشركة معه
ولاشك في بطلانه. الاترى الى اثباته
عزّ وجل ملكوت جميع الاشياء في يده
والاغاثة "قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ
شَيْءٍ وَّ (الحال) هُوَ يُجِيْرُ (يغيث على
احد) وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ (لا يغاث) والغلبة
والحكم والخبر "وَهُوَ الْقَاهِرُ (الغالب) فَوْقَ
عِبَادِهٖ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ" والقدرة
على بعث انواع العذاب "قُلْ هُوَ الْقَادِرُ
عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ
(كقوم نوح ولوط واصحاب الفيل) اَوْ
مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ (كفرعون وقارون)
اَوْ يَلْبِسَكُمْ (يخالطكم) شِيَعًا (فرقا
مختلفين بالاهواء) وَيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ
بَاْسَ بَعْضٍ (بالقتال) وعلى جميع
الاشياء "وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" و
من المعلوم ان الخبر المعرف باللام

کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ میت (مرنے والا)
معاملات میں اللہ تعالیٰ کے سوا تصرف کرتا ہے
تو وہ شخص کافر ہے۔

(۵) پانچویں قسم شرک فی القدرۃ کا بیان

یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کسی کو شریک بنانا
شرک فی القدرۃ یہ ہے کہ کوئی شخص یہ اعتقاد
رکھے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کسی چیز پر مستقلاً
یا شراکت کے ساتھ قدرت حاصل ہے۔ یعنی کسی چیز
کے پیدا کرنے یا فنا کرنے یا کسی قسم کے تصرف
اور کسی شیئ میں مستقل طور پر قدرت ہو یا کسی
دوسرے کے ساتھ شراکت کی شکل میں قدرت
حاصل ہو۔ اس میں شک نہیں کہ ایسا عقیدہ
بالکل باطل ہے۔ تم غور نہیں کرتے کہ خدا تعالیٰ
نے قرآن پاک میں تمام چیزوں پر ملکیت اور
تصرف اور قدرت کا اثبات خاص اپنی ذات
کے لئے فرمایا ہے۔ اور اسی طرح فریاد رسی کرنی
بھی محض اپنی ذات کے ساتھ خاص فرمائی ہے۔
چنانچہ سورۃ مومنون آیت ۸۹ میں ہے آپ
کہیں کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام چیزوں
کا تصرف ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے
مقابلہ میں کسی کو پناہ نہیں دی جا سکتی۔ اور ہر
چیز پر غلبہ اور فیصلہ کرنے کا اختیار اور ہر چیز
سے باخبر ہونا بھی صرف اسی اللہ تعالیٰ کی ذات

یفید الحصر کان قدرۃ العبد کان لم یکن بل قدرتہ مخلوقۃ لہ تعالیٰ

کے ساتھ خاص ہے۔ چنانچہ سورۃ انعام میں ارشاد ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے بندوں پر ہر اعتبار سے غالب ہے۔ اور ایک دوسری آیت میں ہے اور وہی جو حکمت والا اور خبر رکھنے والا ہے۔ سورۃ انعام آیت ۶۵ میں واضح فرمایا ہے کہ اسی اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ طرح طرح کے مختلف انواع واقسام کے عذاب میں تمہیں مبتلا کر دے۔ فرمایا کہ آپ کہدیں وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے (جیسا کہ قوم نوح، قوم لوط اور اصحاب فیل پر بھیجا تھا) یا کوئی عذاب تمہارے پاؤں کے نیچے سے برپا کر دے (جیسا فرعون اور قارون کے ساتھ کیا) یا تم کو کئی فرقے بنا کر آپس میں لڑا بھڑا دے۔ اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ اور اسی طرح ہر چیز پر قدرت صرف اسی کے ساتھ مخصوص ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ ظاہر ہے کہ خبر (القادر) جب معرف باللام ہو تو فائدہ حصر کا دیتی ہے۔ تو گویا کہ بندہ کی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے ہیچ ہے، بلکہ بندہ کی قدرت تو خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے۔ (تو ظاہر ہے کہ مخلوق میں سے کسی کو بھی مستقل قدرت حاصل نہیں اگر کوئی ایسا ثابت کرے گا تو مشرک ہو گا)

(۶) الشرك فی العبادة

منها الشرك فی العبادة، وهو ان یعبد احد دون الله تعالیٰ بالعبادة الخاصة له تعالیٰ عزّ وجل کالصلوٰة والصوم والزکوٰة والسجدة والرکوع لاحد غیره جل شانه، وکصوم النساء لفاطمة رض وصوم بی بی ترت مراد وبی بی ناپید وبی بی بائی نوفان وفعله علی القبور مثل ما یفعل فی الکعبة الشریفة حرسها الله تعالیٰ وجعلنا من زوارها بحرمت نبیه، وزوار مدینة المکرمة آمین، من الطواف والالتزاق بالبیت وجدرانه والتعلق بالاستار والصاق البطن والصدر علی الجدران واستیلام الرکن والرجوع علی القهقری عند الخروج فان کلها من العبادات الخالصة له عزّ وجل (قال فی المستخلص شرح الکنز من طاف حول المسجد الحرام خیف علیه الکفر فما ظنك بغیره)

(۶) چھٹی قسم شرک فی العبادۃ ہے!

شرک فی العبادۃ یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی ایسی عبادت کرے اور نیازمندی کا اظہار کرے جس قسم کی عبادت اور عاجزی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے، مثلاً نماز روزہ زکوٰۃ سجدہ، رکوع اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے اور کسی اور کے سامنے کرے۔ اور مثلاً جیسا کہ عورتیں حضرت فاطمہ رض کا روزہ رکھتی ہیں یا بی بی ترت مراد۔ یا بی بی ناپید۔ یا بی بی نوفان کا روزہ (ان کی خوشنودی کے لئے روزہ رکھنا) یا مثلاً قبروں کے سامنے وہ باتیں کرنی جو کعبہ شریف کے ساتھ مخصوص ہیں (خدا تعالیٰ ہم سب کو کعبہ کی زیارت کرنے والے بنائے اپنے حبیب پاک کی حرمت و طفیل سے، اور مدینہ مکرمہ کی زیارت کرنے والوں میں سے بنائے۔ آمین) جیسا کہ طواف کرنا (طواف کعبہ کے گرد نماز کی طرح ہے) بیت اللہ کے ساتھ چمٹنا اور اس کی دیواروں اور پردوں کے ساتھ چمٹنا۔ اور اپنا پیٹ اور سینہ اس کی دیواروں کے ساتھ چسپاں کرنا اور ملنا۔ اور رکن حجر اسود اور رکن یمانی کو چومنا اور ہاتھ لگانا۔ اور الٹے پاؤں پلٹنا باہر نکلتے وقت یہ سب وہ عبادتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں۔ مستخلص شرح کنز فقہ کی کتاب ہے، میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی

شخص مسجد حرام کے گرد بھی طواف کرے تو اس پر کفر کا خطرہ ہے (حالانکہ مسجد حرام کعبہ کے بالکل ساتھ ہی ملی ہوئی ہے) پھر تمہارا کیا خیال ہے اگر مسجد حرام کے سوا دوسرے مقامات کے ساتھ یہ بات کرے گا تو اس سے تو یقیناً شرک لازم آئے گا۔

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ (فالاعلام بالحج یتضمن الاعلام بجمیع اموره من الارکان والواجبات والسنن والاٰداب) یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ (بعیر مهزول) یَّاْتِیْنَ (الضوامر) مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (بعید) لِیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ (عشر ذی الحجة) عَلٰی (ذبح) مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ (الابل والبقر والغنم) فَکُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِیْرَ (الذی اصابه بؤس وشدة الفقر) ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ (لیزیلوا اوساخهم کطول الظفر) وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ (مواجب حجهم) وَلْیَطَّوَّفُوْا (طواف الزیارة الذی هو رکن الحج) بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ (القدیم) وبقوله علیه الصلوٰة والسلام وفعله وتقریره، ولا اظنک شاکا فی بطلانه - الا تری

سورۃ حج آیت ۲۷ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو حکم دیا کہ لوگوں میں حج کے فرض ہونے کا اعلان کر دیں (حج کا اعلان مشتمل ہے حج کے تمام ارکان و واجبات و سنن و آداب پر) وہ لوگ تیری طرف پاپیادہ چلے آئیں گے اور دبلی دبلی اونٹنیوں پر سوار ہو کر جو دور دراز کی راہ طے کر کے پہنچتی ہیں۔ تاکہ یہ سب آنے والے اپنے اپنے فائدوں کی غرض سے پہنچ جائیں۔ اور تاکہ قربانی کے مقرر دنوں میں ان خاص قسم کے مویشیوں پر جو خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کو عطا فرمائے ہیں ان پر ذبح کرتے وقت خدا تعالیٰ کا نام لیں۔ پھر تم خود ان سے کھانا چاہو تو کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاجوں کو کھلاؤ۔ پھر قربانی کے بعد لوگوں کو چاہیئے کہ اپنا میل کچیل اتاریں اور اپنی منتوں کو یعنی واجبات حج کو پورا کریں۔ اور بیت عتیق یعنی کعبہ کا طواف کریں۔ یہ طواف زیارت حج کے ارکان میں سے ہے۔ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر

الی انہ تعالیٰ کیف خص ذاتہ تعالیٰ بالعبادۃ تعلیماً اِیَّاكَ نَعْبُدُ لے نخصك بالعبادۃ ولا نعبد غیرك لان تقدیم ماحقہ التاخیر یفید الاختصاص۔

سے یہ بات ثابت ہے کہ ایسے خاص افعال جو صرف خدا تعالیٰ کی ذات اور اسی کی ذات اور اسی کی تعظیم کے لئے ہیں ان کا کسی دوسرے کے سامنے کرنا شرک فی العبادۃ ہوگا۔ اور یقینی بات ہے کہ اس بارہ میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ عبادت تو خدا تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے دیکھو سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ تعلیم دیتے ہوئے کس طرح عبادت کو اپنی ذات کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ اے خداوند کریم ہم تجھے خاص کرتے ہیں عبادت کے ساتھ صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ اِیَّاكَ کو مقدم لانے سے یہی غرض ہے کہ عبادت کا اختصاص صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہے۔

ونفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبادۃ غیرہ تعالیٰ "قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ (صحۃ) دِیْنِیْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ (وصفہ) یَتَوَفّٰىكُمْ (یمیتکم) وَ اُمِرْتُ بِاَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ وبعدم عبادۃ غیرہ یکون الایمان۔ وامرہ تعالیٰ نبیہ علیہ الصلوۃ والسلام بدعوۃ اھل الکتاب الی العبادۃ۔ والی عدم الاشراك واتخاذ البعض بعضاً ارباباً قُلْ یٰۤاَهْلَ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی عبادت کی تردید کرائی ہے چنانچہ سورۃ یونس آیت ۱۰۴ میں ارشاد ہوتا ہے۔ آپ کہدیں اے لوگو اگر تمہیں میرے دین کے بارہ میں کچھ شک و شبہ ہو تو خوب سن لو کہ میرا دین یہ ہے کہ میں ان معبودوں میں سے کسی کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم خدا کے سوا عبادت کیا کرتے ہو۔ بلکہ میں صرف اسی خدا کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جانوں کو قبض کرتا ہے اور مجھ کو تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان لانے والوں

الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاۤءٍۢ بَيْنَنَا وَ
بَيْنَكُمْ (هى) اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا
نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا
اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (كعزير والمسيح عليهم
السّلام) فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا
(اعترفوا) بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ" (دونكم)۔

میں سے ہوں۔ اور پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا غیر
کی عبادت نہ کرنا ہی ایمان ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے
اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ اہل کتاب
کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دیں اور
یہ کہ بعض بعض کو معبود اور رب نہ بنائیں چنانچہ
سورۃ آل عمران آیت ۶۴ میں فرمایا کہ آپ اہل
کتاب سے کہدیں کہ اے اہل کتاب ایک ایسی بات کیطرف
آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں مشترک ہے۔
وہ یہ کہ سوائے خدا تعالیٰ کے ہم کسی کی عبادت نہ کریں
اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں
اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہم میں سے کوئی بھی ایک
دوسرے کو رب نہ بنالے (جیسا کہ حضرت عزیر
اور عیسیٰ علیہما السلام کو اہل کتاب نے رب بنایا ہے)
پھر اگر وہ لوگ اس دعوت سے بھی روگردانی
کریں۔ تو تم لوگ ان سے کہہ دو کہ تم اس بات پر
گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی
عبادت کرنے والے ہیں۔

وامر صالح ونوح وهود وغيرهم " قَالَ
يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ
اِنِّىْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ (ان لم تومنوا) عَذَابَ
يَوْمٍ عَظِيْمٍ (القيامة) وثبوت الافتراء
بعبادة غيره عز وجل " اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا
لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ۔

حضرت صالح نوح ہود علیہم الصلوٰۃ والسلام اور
دیگر انبیاء کرام نے بھی صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت
کا حکم دیا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ نے سورۃ اعراف
آیت ۵۹ میں فرمایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام
نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اے
میری قوم کے لوگو صرف اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت

وبیان عجز المعبودات " وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ (الاستجابۃ باسط) كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاءِ (علی شفیر البیر یدعو الماء) لِيَبْلُغَ (الماء) فَاهُ (من البیر) وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ (اذ هو لا یشعر بدعائہ لذلک المعبودات غیر اللہ) وَمَا دُعَاءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (ضیاع۔ والکفر العابدیھم وعدم السماع والبصر والغناء" يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا۔

کرو۔ تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے اور خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کروگے تو بڑے دن یعنی قیامت کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ نیز قرآن کریم میں اس بات کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ کہ غیر اللہ کی عبادت کرنا اللہ تعالیٰ پر افتراء اور بہتان ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے سورۃ ہود آیت ۵۰ میں فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تم غیر اللہ کی عبادت کر کے افتراء باندھتے ہو۔ نیز اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کا عجز۔ خدا تعالیٰ نے سورۃ رعد آیت ۱۴ میں بیان فرمایا ہے۔ اور یہ لوگ جن معبودوں کو خدا کے سوا پکارتے ہیں۔ وہ ان کی پکار کو اس سے زیادہ کوئی جواب نہیں دے سکتے جیسے پانی کہ اس پانی کی طرف کوئی دونوں ہاتھ پھیلا کر یہ چاہے کہ وہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ پانی کبھی اس کے منہ تک پہنچنے والا نہیں (کیونکہ اس پانی کو شعور ہی نہیں کہ پکارنے والا کیا پکارتا ہے۔ اسی طرح ان کے معبود ان خود ساختہ کو پکارنے والوں کی پکار سے بے خبر ہیں، اور کافروں کی پکار نہیں مگر محض بے سود۔ اور عابدین کے کفر سے ان کے معبود انکار کر دیں۔ نیز وہ ان کی پکار کو سنتے بھی نہیں۔ اور نہ ان کے

حالات کو دیکھتے ہیں، اور نہ وہ انہیں کام آسکتے ہیں، سورۃ مریم آیت ۴۲ میں ارشاد ہے جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ تو اس چیز کی کیوں عبادت کرتا ہے جو نہ کچھ سنتی ہے نہ دیکھتی ہے۔ اور نہ وہ تیرے کچھ کام آسکتی ہے۔

وحصر العبادة علی اللہ عزوجل "بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ" وعلی العباد وعدم السجدة بشیئ غیرہ تعالیٰ لو کانوا عابدین لہ تعالیٰ "لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ" وامر الصلوة لیؤدی والابکون مشرکا۔ "اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ" والنہی عن عبادة غیرہ عزوجل وحصر العبادة علیہ تعالیٰ۔ "وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ" و اثبات الشرک بالعبادة لغیرہ۔ "وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا" والخلوص لہا۔ "فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ" العبادة من الشرک والریاء "اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ" الا ھوالذی وجب اختصاصہ بان یخلص لہ الطاعة

اور عبادت کا حصر اللہ تعالیٰ کی ذات میں جیسا کہ سورۃ زمر آیت ۶۶ میں ارشاد ہوتا ہے کہ تم شرک نہ کرنا بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرنا۔ اور اس عبادت پر اس کے شکر گزار رہنا۔ اور اسی طرح خدا تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے سامنے سجدہ کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ اگر خدا کے عابد ہیں تو پھر صرف اسی کے سامنے سجدہ ریز ہوں۔ سورۃ حم السجدہ آیت ۳۷ میں فرمایا کہ نہ سجدہ کرو سورج کے سامنے اور نہ چاند کے سامنے سجدہ کرو تو صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے اگر تم صرف اسی اللہ کی عبادت کرنے والے ہو۔ نیز نماز کا حکم بھی اسی لئے ہے کہ اس کو ادا کیا جائے۔ ورنہ مشرک ہوگا۔ سورۃ الروم آیت ۳۱ میں اور قائم کرو نماز اور نہ ہو شرک کرنے والوں میں سے غیر کی عبادت سے ممانعت، اور عبادت کا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے حصر، سورۃ بقرۃ آیت ۸۳ میں ہے کہ یاد کرو

فانه المتفرد بصفات الالوهیۃ والاطلاع علی السرائر والضمائر و الحال) اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِیَاءَ ریحتمل المتخذین بالکسر الکفرۃ والمتخذین بالفتح الملائکہ وعیسیٰ والاصنام قالو) مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى مصدر رقربا اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ فِیْمَا هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ) من الدین بادخال المحق الجنۃ والمبطل النار،

جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی عبادت نہ کرنا۔ اگر غیر کی عبادت ہوگی تو شرک ہوگا۔ چنانچہ سورۃ النساء آیت ۳۶ اور عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔ نیز اس کی عبادت میں اخلاص اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ سورۃ زمر آیت ۲ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اسی کے لئے خالص اطاعت کرنے والے بنو اور عبادت کو شرک اور ریا سے پاک رکھنے کا حکم سورۃ زمر آیت ۳ میں دیا ہے۔ سنو صرف اللہ کے لئے ہی اطاعت خالص ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اسی کی ذات اس قابل ہے کہ عبادت و اطاعت اس کے لئے خاص ہو کیونکہ الوہیت کے صفات اور راز وں پر مطلع ہونا اور دلوں کے پوشیدہ اسرار کا معلوم ہونا اسی کی ذات کے ساتھ مختص ہیں۔ چنانچہ سورۃ زمر آیت ۳ میں فرمایا ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالےٰ کے سوا دوسروں کو کارساز بنایا ہے۔ مثلاً عیسیٰ اور ملائکہ علیہم السلام اور دیگر اصنام وغیرہ۔ اور پھر یہ مشرک لوگ کہتے ہیں ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ لوگ ہم کو اللہ تعالیٰ کا قرب دلائیں گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان کے درمیان حقیقی فیصلہ فرمائے گا ان باتوں میں جن میں یہ باہم اختلاف کرتے ہیں دین کے بارہ میں۔ اور وہ فیصلہ اس طرح ہوگا کہ حق پرستوں

کو جنت میں داخل کرے گا اور باطل پرستوں کو دوزخ میں۔

والامر بالعبادة الی الموت " وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ " الموت، وو بخهم " اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ " ای ما تعملونہ من الاصنام، واثبات عدم النفع والضرر والقبح والهلاكة وعدم العقل للمعبودات والعابدين " قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ اُفٍّ لَّكُمْ " معناه تبحًا وتبًّا لكم، " وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ " ای قبح صنيعتكم " قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ " ناصرين لها نصرًا موزرًا فلما رموه صلى الله عليه وسلم فی النار فقال له جبرئيل هل لك حاجة فقال اما اليك فلا قال فسل ربك " حسبی من سوالی علمه بحالی " فجعل الله ببركة قوله الحفرة روضة ولم يحرق منه الا وثاقته فاطلع نمرود من الصرح فقال انی مقرب الی الٰهك فذبح اربعة آلاف بقرة وكف عن ابراهيم۔ وكان اذ ذاك ابن عشرة،

اور خدا تعالیٰ کی طرف سے عبادت کا حکم مرتے دم تک دیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ حجر کی آخری آیت میں حکم ہے۔ اور آپ اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس وہ یقینی بات موت آ جائے۔ اور غیروں کی عبادت پر زجر توبیخ کی گئی ہے چنانچہ سورۃ صافات آیت ۹۵ میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ کیا تم ان بتوں کی عبادت کرتے ہو جن کو تم خود ہی تراشتے ہو۔ حالانکہ تم کو اور تمہارے کاموں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔ پھر قرآن میں معبودانِ باطلہ کی پرستش کرنے والوں کی بے عقلی اور قباحت بیان فرمائی ہے۔ اور یہ کہ ان کی پرستش سے کوئی فائدہ نہیں اور نہ وہ کسی کو ضرر دے سکتے ہیں۔ سورۃ انبیاء آیت ۶۶ میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ کیا تم خدا کو چھوڑ کر ایسوں کی پرستش کرتے ہو جو نہ تم کو کچھ نفع پہنچا سکیں اور نہ نقصان، تف ہے افسوس ہے تم پر اور ان پر جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو۔ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔ کہنے لگے ابراہیم کو آگ میں زندہ جلا ڈالو، اور اپنے معبودوں کی پوری پوری مدد کرو۔ اگر تم کو کچھ کرنا ہے۔ جب انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکدیا تو جبرائیل انکے پاس آئے اور ابراہیم سے کہنے لگے کیا کچھ امداد کی ضرورت ہے ابراہیم نے

کہا کہ تیری طرف مجھے کچھ ضرورت نہیں۔ جبرائیل نے کہا کہ اپنے پروردگار سے سوال کریں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ کہ میرے سوال کے بجائے اس کا علم میرے بارہ میں مجھے کافی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام چونکہ توحید وتفویض کے مقام میں تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے اس قول اور اخلاص کی وجہ سے آگ کے اس گڑھے کو گلزار بنا دیا۔ اور ابراہیم علیہ السلام کے جسم مبارک میں سے اس آگ نے ایک بال بھی نہیں جلایا، صرف وہ رسیاں یا بندشیں جن کے اندر باندھ کر ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا گیا تھا وہ ہی جل گئیں۔ نمرود نے اس حالت کو اپنے محل میں سے جھانک کر دیکھا۔ تو ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگا کہ میں تیرے الٰہ کے لئے قربانی کرتا ہوں اور پھر چار ہزار گائے ذبح کیں۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو تکلیف پہنچانے سے رک گیا۔ اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۶ برس تھی[1]

والاضلال من یعبد وعدم اجابتهم الی القیامة۔ وغفلتهم وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ (یجیب) لَهٗ

اللہ تعالیٰ کے سوا غیروں کی عبادت کرنے والوں کی گمراہی کا صریح ذکر ہے۔ اور یہ کہ ان کے معبود ان کی پکار کا جواب قیامت تک نہیں دے سکتے

---

[1] یہ سب تفسیری روایات ہیں جو قابل اعتماد نہیں۔ صحیح بات اور قرین عقل بھی یہی بات ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں پھینکا گیا تھا تو وہ جوان تھے، اور نمرود کا ابراہیم علیہ السلام کے معبود کے لئے قربانی کرنا بھی محل نظر ہے۔ اگر نمرود اس قدر معتقد ہو لیا تھا تو پھر ابراہیم علیہ السلام کو ہجرت کرنے کی کیا ضرورت تھی واللہ اعلم) ۱۲ سواتی

إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (دائماً) وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ
غَافِلُونَ (لانهم جماد) وضلالتهم عدم
عدم كونه عليهم السلام من المهتدين لواتبع
اهواء المشركين بالعبادة۔ قُلْ إِنِّي
نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ
دُونِ اللهِ قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ
إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ سوتبرى المعبودين
عن عبادة غيره تعالى وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا
يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ (للجزاء جميعا)
فيقول (الله للمعبودين) أَأَنْتُمْ أَضْلَلْتُمْ
عِبَادِي هَؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ،
(لاخلالهم بالنظر الصحيح واعراضهم عن
المرشد النصيح) قَالُوا سُبْحَانَكَ (تعجبا
مما قيل لهم لانهم اما ملائكة او انبياء
معصومون، او جمادات لا تقدر على
شيئ او اشعاراً بانهم الموسومون
بتسبيحه وتحميده فكيف يليق بهم اضلال
عبيده او تنزيها لله عن الانداد) مَا
كَانَ يَنْبَغِي لَنَا (يصح) أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ
مِنْ أَوْلِيَاءَ (للعصمة او عدم القدرة
فكيف يصح لنا ان ندعو غيرنا ان يتولى
احداً دونك۔

اور وہ تو ان کی پکار سے غافل ہیں چنانچہ سورۃ احقاف
آیت ۵ میں ہے اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو
اللہ تعالیٰ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو اس کی پکار
کا جواب قیامت تک نہیں دے سکتے، پکار کا جواب
کیا دیں گے وہ تو ان کی پکار سے بے خبر ہیں انہیں
تو معلوم ہی نہیں کہ کون پکارتا ہے، اور نہ شعور ہے
کیونکہ یہ تو بے جان اصنام ہیں جن کو یہ پکارتے ہیں،
نیز اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ
میں بھی فرمایا ہے کہ اگر بالفرض آپ بھی مشرکین کی
خواہشات کی پیروی کرنے لگ جائیں تو آپ بھی
گمراہی سے بچ نہ سکیں گے اور نہ ہدایت یافتہ
ہوں گے چنانچہ سورۃ انعام آیت ۵۶ میں ہے
کہ آپ کہدیں کہ میں تمہاری خواہشات کی پیروی
نہیں کرسکتا کیونکہ اگر میں نے ایسا کیا تو گمراہ ہو جاؤنگا
اور ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل نہ رہوں گا۔ اور
اللہ تعالیٰ کے سوا غیروں کی عبادت کرنے والوں کے
سامنے ان کے معبود بیزاری کا اعلان کردیں گے
چنانچہ سورۃ الفرقان آیت ۱۷ میں ہے، اللہ
تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس دن (بدلہ لینے کے لئے)
ان سب کو اکٹھا کرے گا، پس اللہ تعالیٰ ان کے معبودوں
سے سوال کریگا، کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ
کیا تھا یا خود یہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گئے تھے۔
کہ انہوں نے نظر صحیح سے کام نہ لیا اور راہنمائی کرنے

والے خیر خواہوں کی بات سے روگردانی کی) وہ
جواب میں کہیں گے (اور تعجب کا اظہار کریں گے
کیونکہ یہ معبود یا تو ملائکہ اور انبیاء معصومین ہونگے
اور یا جمادات جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے۔
یا اس جواب کا منشا یہ ہوگا کہ وہ یہ بات ظاہر
کریں گے کہ وہ تو خدا تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کے ساتھ
موسوم ہیں ان سے کیسے یہ بات ہو سکتی ہے کہ
وہ خدا تعالیٰ کے بندوں کو گمراہ کریں یا یہ کہ وہ
اسباب کو ظاہر کریں گے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر قسم کے
شریکوں سے منزہ ہے۔ ہمارے لئے کس طرح
یہ بات درست ہو سکتی ہے کہ ہم تیرے سوا دوسروں
کو کارساز بنائیں۔ ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام تو
عصمت کی بنا پر ایسا کہیں گے۔ اور دیگر اصنام
وجمادات قدرت نہ رکھنے کی وجہ سے یہ کہیں گے۔
کہ جب ہم خود تیرے سوا کسی کو کارساز نہیں بنا
سکتے۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دوسروں کو دعوت
دیں کہ وہ تیرے سوا کسی اور کو کارساز بنائیں۔
اور یہ خود ساختہ معبود نہ تو ان کی بات سنتے ہیں۔ نہ
نفع و ضرر کے مالک ہیں بلکہ یہ تو ان عابدین کے
دشمن بن جائیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ
شعراء آیت ۷۲-۷۳ میں فرمایا ہے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام
نے کہا جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا یہ تمہاری پکار
سنتے ہیں یا یہ تم کو کچھ نفع پہنچاتے ہیں۔ یا تم کو کچھ

وعدم السماع والنفع والضر والعداوۃ
لعابدیھم "قُلْ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ (دعاءکم)
إِذْ تَدْعُونَ" فیہ اتیان المضارع مع اذ على
حکایۃ الحال الماضیۃ استحضار الھا۔
لانھا مختصۃ بالماضی "أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ"
(على العبادۃ) "أَوْ يَضُرُّونَ" (من المعرض عنھا)

قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُونَ
اضربوا عن ان يكون لهم سمع او يتوقع
عنهم ضر او نفع والتجؤا الى التقليد (قَالَ
أَفَرَءَيْتُم مَّا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ أَنتُمْ وَ
آبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي)
يريد انهم اعداء لعابديهم من
جهة انهم يتضررون من جهتهم فوق
ما يتضرر الرجل من جهة عدوه لكنه
صور الامر فى نفسه تعريضا لهم فانه
انفع فى النصح من التصريح واشعار
بانها نصيحة بدأ بها نفسه ليكون
ادعى الى القبول۔

نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ان لوگوں نے جواب
دیا نہیں۔ بلکہ ہم نے اپنے بڑوں کو ایسا ہی کرتے
ہوئے پایا ہے۔ انہوں نے سماعت کا تو جواب
ہی نہ دیا۔ کہ آیا وہ سنتے ہیں یا نفع ونقصان پہنچا
سکتے ہیں۔ بلکہ اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید میں
پناہ لی۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا بھلا تم نے ان کو دیکھا
بھی ہے جن کو تم پوجتے ہو۔ اور تمہارے اگلے باپ
دادا بھی پوجتے رہے ہیں۔ یہ سب معبود جن کو تم
پوجتے ہو میرے دشمن ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام ان کو
یہ بات سمجھا رہے ہیں کہ ان کے خود ساختہ معبود
ان عابدین کے حق میں دشمن ثابت ہوں گے۔ بلکہ
ان کی دشمنی اور ضرر اس سے کہیں بڑھ کر ہوگا۔
جس قدر ضرر ایک دشمن کی طرف سے متصور ہو سکتا
ہے۔ اور ابراہیمؑ نے اپنے آپ کو پہلے رکھا کہ یہ چیز
نصیحت میں زیادہ مفید ہوتی ہے۔

والافك وعدم ملكهم رزقا (اِنَّمَا تَعْبُدُونَ
مِنْ دُونِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا) و
تكذبون كذبا فى تسميتها آلهة وادعاء
شفاعتها عند الله او تعملونها وتنحتونها
للافك (اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا) لا يستطيعون
ان يرزقكم رزقا وتنكيره للتعميم (فَابْتَغُوْا
عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ) كله فانه المالك له

نیز غیروں کی عبادت کو قرآن کریم میں افتراء پردازی
سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہ ان کے معبود ان
کے لئے روزی کے مالک نہیں چنانچہ سورۂ عنکبوت
آیت ۱۷ میں ہے۔ کہ سوائے اس کے نہیں کہ تم
اللہ کے سوا بتوں کی پرستش کرتے ہو کہ ان کو الٰہ اور
معبود کہتے ہو یہ محض جھوٹ اور افتراء ہے۔ اور
ان کی سفارشوں کا دعویٰ کرتے ہو کہ یہ خدا تعالیٰ
کے ہاں سفارش کریں گے۔ خود اپنے ہاتھوں سے

وليعبدوه واشكروا لهم متوصلين الى مطالبكم
لعبادته مقيدين لما منحكم من النعم
بشكره ومستعدين للقائه بهما اليه ترجعون
مع جميع الخلق أمروا بالعبادة لله الواحد
فقط وَمَا أُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا اِلٰهًا وَّاحِدًا
لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحَانَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔
وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۔ فان قيل هذه
الايات كلها واردة فی حق الاصنام والاوثان
فكيف يثبت بها عدم القدرة والتصرف
لأوليائه تعالى الذين بذلوا نفوسهم
فی مشيّته وطاعته تعالى۔ قلنا اولا لا نسلم
خصوصيتها لما اشرنا اليه فی ضمن
التفسير وثانيا ان سلم تخصيصها فالعبرة
لعموم اللفظ لا لخصوص السبب كما هو
مقرر فی اصول الفقه نطالع هناك ان
شئت۔

ان کو تلاش کرو اور پھر ان کے بارہ میں ایسا اعتقاد
رکھتے ہو۔ جو محض افتراء ہے۔ چنانچہ اسی سورۂ عنکبوت
آیت ۱۷ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بے شک وہ
جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تو تمہیں روزی
پہنچانے کے بھی مالک نہیں ہر قسم کی روزی اللہ
کے پاس تلاش کرو۔ کیونکہ اس کا مالک وہی ہے
اور اسی کی عبادت کرو۔ اور اسی کی شکر گزاری
کرو۔ جو کچھ خدا تعالیٰ نے نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان
کا شکریہ ادا کرتے ہوئے۔ خدا تعالیٰ کی عبادت
میں مصروف رہو۔ اور اسی عبادت اور شکریہ کے
ساتھ خدا تعالیٰ کی ملاقات کی تیاری کرو۔ اسی کی
طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ ہر دور ہر زمانے اور
ہر آسمانی شریعت میں تمام لوگوں کو اسی بات کا
حکم دیا گیا ہے۔ کہ وہ اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ کی
ہی عبادت کریں چنانچہ سورۂ توبہ آیت ۳۱ میں
ان کو اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ایک ہی معبود
برحق کی عبادت کریں اس کے سوا کوئی عبادت
کے لائق نہیں۔ اس کی ذات پاک ہے ان چیزوں
سے جن کو یہ لوگ اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے
ہیں۔ دوسری جگہ سورۂ نجم کی آخری آیت میں حکم
ہوتا ہے بس صرف اللہ تعالیٰ کے آگے ہی سجدہ
کرو اور اسی کی عبادت کرو۔

اعتراض:۔ اگر یہ شبہ کیا جائے یہ سب آیات

جو تم نے پیش کی ہیں یہ بتوں اور اصنام وغیرہ کے بارہ میں تھیں۔ ان آیات سے اولیاء کرام کی قدرت اور تصرف کی نفی کیسے ثابت ہو گئی۔ وہ اولیاء کرام جنہوں نے اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کی مشیّت اور طاعت میں صرف کیا ہے۔

جواب :۔ اولاً تو یہ بات بھی قابل تسلیم نہیں کہ یہ آیات صرف بتوں اور اصنام کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں۔ بلکہ جیسا کہ آیات کی تفسیر اور تشریح کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ آیات عام ہیں ملائکہ اولیاء انبیاء جنات اور اصنام و اوثان اور دیگر مخلوق بھی اس میں شامل ہے۔ خدا تعالیٰ کی عبادت میں سب کی شرکت سے نفی کی گئی ہے۔ ثانیاً اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ یہ آیات خاص ہیں پھر بھی یہ بات قابل تسلیم نہیں کیونکہ اصول فقہ میں یہ طے شدہ بات ہے کہ اعتبار الفاظ کے عموم کے لئے ہوتا ہے سبب کی خصوصیّت کا اعتبار نہیں ہوتا اگر سبب کی خصوصیّت کو اعتبار کر لیا جائے اور احکام کا حصر کیا جائے تو پھر قرآن کی تعلیمات عام نہیں ہو سکے گی۔ جو قرآن کے دعویٰ کے خلاف ہے۔ اِن ھوالا ذکر للعلمین وغیرہ) اگر تحقیق مطلوب ہو تو اصول فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کرو؟

واما ضرب الاقدام بعد صلوٰۃ المغرب الی العراق فمن ھذا القبیل، لانہ یکون

اور مغرب کی نماز کے بعد عراق کی طرف رُخ کر کے چند قدم چلنا یہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ یعنی شرک

بالتوضئ والتوجہ ووضع الید تحت السرۃ والحضور ما لا یکون الا فی الصلوۃ وھذہ الامور کلھا عبادۃ فحینئذ لا یخلوا ما ان یکون للعبادۃ فھو شرک فیھا واما ان یکون استھزاء العیاذ باللہ فیکون کفرا ایضا لأن الاستھزاء باھل البیت اوالصلوۃ کفر واما ان یکون تشبیھا لذالک الجانب بالقبلۃ وھذہ الحالۃ بالصلوۃ فھو حرام واما للتعظیم فیکون بدعۃ لانہ لم یعھد کذالک فی الزمان السابق فظنھا منشأ للکشود وحصول المکاشفۃ لا یکون الا کفرا لان رجاء الثواب علی الفعل المکروہ صرحوا بکفرہ فما ظنک برجاء الثواب والمکاشفۃ علی البدعۃ والحرام وفی العالمگیریۃ لو تصدق علی فقیر شیئا من مال الحرام ویرجوا الثواب یکفر ولو علم الفقیر بذالک فدعا لہ وامن المعطی فقد کفر

فی العبادت کی قسم سے ہے۔ اس لئے کہ یہ کام بھی با وضو اور عراق کی طرف رُخ کرتے ہوئے اور ہاتھ ناف کے نیچے باندھ کر اور پوری دلجمعی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ نماز میں ہوتا ہے۔ اور یہ سب باتیں عبادت ہیں اب ایسا کرنے والا آدمی ظاہر ہے کہ چند باتوں سے خالی نہیں ہوسکتا۔ (۱) یا تو یہ بات ازراہِ عبادت کریگا، یہ یقیناً شرک ہے۔ (۲) یا استہزاء یعنی تمسخر کے طور پر کرے گا تو یہ بھی کفر ہے کیونکہ نماز کے ساتھ اور اہلبیت کے ساتھ استہزاء کرنا کفر ہے[1]۔ (۳) اور یا اس جانب کو (یعنی عراق کی جہت کو) قبلہ کے ساتھ مشابہت دیتے ہوئے یہ کام کرے گا۔ اور یہ حالت تو نماز کے ساتھ خاص ہے۔ لہٰذا یہ بھی حرام ہوگا۔ (۴) یا محض تعظیم کے خیال سے یہ بات کرے گا، تو یہ بدعت ہوگی کیونکہ اسی قسم کی تعظیم کسی جہت کے لئے زمانہ سابق اور عہد سلف سے ثابت نہیں، لہٰذا یہ بدعت ہوگی۔ اب ایسے امور کو جو آدمی منشاء کشادو مہ تعنی[illegible]

---

[1] نماز جو شعائر اسلام سے اہم ترین ہے اس کے ساتھ تمسخر اور استہزاء کرنا کفر ہے۔ اور اہلبیت کے ساتھ استہزاء کرنا اس لئے کفر ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت (ازواج مطہرات اور آپ کی اولاد اور بال) کی توقیر و تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔ اب انکی توہین یا استہزاء سے بالواسطہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آتی جو باعث کفر ہے۔ ترمذی شریف میں یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی سے فرمایا یا سلمان لا تبغضنی نتفارق دینک قلت کیف ابغضک وبک ھدانی اللہ قال تبغض العرب فتبغضنی (ج ۲ ص ۲۲۵) کہ اے سلمان مجھ سے بغض نہ رکھنا کہ تم دین سے (ربانی حاشیہ منشیر ملاحظہ فرمائیں)

کے حصول کا ذریعہ خیال کریگا تو یہ کفر ہوگا۔ کیونکہ فعل مکروہ پر ثواب کی امید کرنے پر فقہاء نے کفر کی تصریح کی ہے جب فعل مکروہ کا یہ حال ہے تو بدعت اور حرام کام پر مکاشفے کی امید یا ثواب کی نیت کرنے سے تم سمجھ سکتے ہو کہ کیا حکم ہوگا۔

فتاویٰ عالمگیری میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی فقیر پر حرام مال سے کچھ صدقہ کرے اور اس پر ثواب کی امید رکھے تو وہ کافر ہوگا۔

اور اگر فقیر کو یہ معلوم ہو کہ یہ حرام مال سے صدقہ کر رہا ہے اور پھر وہ اس کے لئے دعا کرے اور صدقہ دینے والا آمین کہے، تو وہ فقیر بھی کافر ہوگا۔

وفی مدارج السالکین ضرب الاقدام الی العراق من انواع الکفر لانہ عبادۃ والعبادۃ لغیرہ تعالیٰ کفر ومن اعتقد تحلیل ضرب الاقدام بعد الصلوۃ للشیخ الجلیل قدس سرہ وجعلنا من اتباعہ فھو کافر وھو افتراء علی المشائخ العظام وماجراءھم علی

اور حافظ ابن قیم کی کتاب مدارج السالکین میں لکھا ہوا ہے۔ کہ عراق کی طرف (نماز کے بعد) قدم اٹھا کر چلنا یہ بھی انواع کفر میں سے ہے، کیونکہ یہ عبادت ہے۔ اور عبادت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی کفر ہے۔ اور جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے۔ کہ نماز کے بعد قدم مارنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم

(صفحہ ۶۹ کا بقیہ حاشیہ ۱)

الگ ہو جاؤ گے (دین سے خارج ہو جاؤ گے) سلمانؓ نے عرض کیا حضور میں آپ سے کیسے بغض رکھ سکتا ہوں حالانکہ آپ کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ تم اگر عربوں سے بغض رکھو گے۔ تو تم مجھ سے بغض رکھو گے، (کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم) بھی عربوں میں سے ہیں۔ اسی طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے خلفاء راشدین اور آپ کے مخلص صحابہؓ کی توہین و تذلیل بھی بالآخر اسی انجام تک پہنچا سکتی ہے۔ ۱۲ سواتی

افتراء المنكرات عليهم حاشاهم الله تعالى منها ـ من نحو ضرب الاقدام بعد الصلوة نحو العراق وهو كفر سيما من نصوص القرآن "قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ" ـ وفي حجة الاسلام للقاضي شهاب الدينؒ ضرب الاقدام بعد الصلوة الى العراق افتراء على المشائخ الذين هم كانوا تبعة للنبي صلى الله عليه وسلم في الحركات والسكنات، وفي شرح المشارق من ضرب الاقدام بعد الصلوة على زعم انها زيارة فهو كافر وعليه الفتوى ـ

کے لیئے جائز ہیں تو ایسا شخص کافر ہوگا ۔ اور اس طرح کی باتیں مشائخ کرام پر افتراء ہے ۔ اور تعجب ہے کہ مشرک لوگ کس قدر جرأت اور دلیری کرنے والے ہیں جبکہ اس قسم کے منکرات کی نسبت ان مشائخ کی طرف کرتے ہیں اور افتراء پردازی کرتے ہیں خدا تعالیٰ نے ان مشائخ کرام کو اس قسم کی باتوں سے محفوظ رکھا ہے جیسا کہ نماز کے بعد قدم مارنا عراق کی طرف اور اس قسم کی باتیں، تو کفر ہیں جن کو قرآن کریم کی نصوص سے معلوم کیا جا سکتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نحل آیت ۶۵ میں فرما دیا ہے آپ کہہ دیں جس قدر مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہے کوئی بھی سوائے خدا تعالیٰ کے غیب کی بات نہیں جانتا ۔ اور قاضی شہاب الدینؒ کی کتاب حجۃ الاسلام میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ نماز کے بعد عراق کی طرف رخ کر کے چند قدم چلنا یہ مشائخ کرام پر افتراء محض ہے یہ مشائخ کرام تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے والے ہیں تمام حرکات وسکنات میں اسی طرح کتاب مشارق الانوار میں ہے جس نے نماز کے بعد عراق کی جانب قدم اٹھائے اس خیال سے کہ یہ زیارت ہے تو ایسا شخص کافر ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے ۔

(۷) الشرك في العادة

منها الشرك في العادة ـ وهو ان يفعل ما

(۷) ساتویں قسم شرک فی العادت کے بیان میں

شرک کی قسموں میں سے ایک قسم شرک فی العادت

يفعل الكفار والمشركون كما يلبس قميصه
كلبس الهنود او الزنار او الكستيج او الازار
كلبسهم او الخيط الذي يربط عند التزوج
وغيرها من رسوم الكفرة او يقول لا البس
ثوبا اسود او اصفر او احمر او لا آكل لحم القلب
وغيرها - ويقول وجدت آبائي كذالك و
ذالك مضر لنا وهو باطل لان الرسوم المختصة
بالكفرة يدل على التكذيب وهو ضد
التصديق فبوجد ان الاول يرتفع التصديق
فجاء الكفر ضرورة - فان قيل ـــــ اللزوم
غير الالتزام ولا كفر الا بالالتزام -
فجوابه ـــــ انا لا نسلم حصر
علة الكفر في الالتزام بل لزوم الكفر المعلوم
الكفر ايضا - ولذا قال في المقاصد من يلزمه
الكفر وهو لا يعلم به فليس بكافر - لكن
شرط العلم مما قاله البعض . والعامة لا
يشترطون العلم لان الجهل ليس بعذر
لانه كان عذرا مالم يظهر الاحكام الشرعية

ہے - اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص ایسا کام کرے جو کافر
اور مشرک کرتے ہیں (یعنی کافروں اور مشرکوں کے
خاص مذہبی اور دینی کام) جیسا کہ مثلاً کوئی ایسی
قمیص پہنے جیسے ہندو پہنتے ہیں یا زنار باندھے
یا قشقہ لگائے یا ان جیسی دھوتی باندھے یا گانا
وغیرہ باندھے جیسا شادی کے وقت باندھتے ہیں -
اور اس کے علاوہ دیگر رسمیں جیسے کافر لوگ کرتے
ہیں کوئی بھی ایسی رسم اختیار کرے گا تو یہ شرک ہوگا -
یا مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ میں سیاہ رنگ کا
کپڑا نہیں پہنوں گا، یا زرد رنگ کا، یا سرخ رنگ
کا، یا یوں کہے کہ میں دل کا گوشت نہیں استعمال
کروں گا - اور یوں کہے کہ میں نے اپنے باپ دادوں
کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے یا یہ کہے کہ یہ چیز ہمارے
لئے مضر ہے تو ایسا کرنا اور کہنا یہ سب باطل ہے
کیونکہ وہ رسوم جو کفار کے ساتھ مختص ہیں ان کا
سرانجام دینا، شریعت کی تکذیب پر دلالت کرتا
ہے - اور یہ تکذیب ایمان اور تصدیق کی ضد ہے -
اگر تکذیب ہوگی تو تصدیق نہ ہوگی تو لامحالا کفر لازم

له والكستيج، عن ابي يوسف خيط غليظ
بقدر الاصبع يشده الذمي فوق ثيابه
دون ما يتزينون به من الزنانير المتخذة
من الابريسم - بحر الرائق ج۵ ص۱۱۳ طبع مصر

بحر الرائق میں امام ابو یوسف سے نقل کیا ہے کہ
کستیج اس موٹے سے دھاگے کو کہا جاتا ہے جس کو
ذمی لوگ (وہ غیر مسلم جو مسلمانوں کے ملک میں رہتے)
ہیں اپنے کپڑے کے اوپر باندھتے ہیں - یہ زنار کے
ان دھاگوں کے علاوہ ہوتا ہے جو ابریشم سے بنائے جاتے
ہیں اور بطور زینت استعمال ہوتے ہیں - ۱۲ سواتی

واذا ظهرت فلا وان شئت فطالع فی کتب الاصول۔

آئے گا۔ (ایمان اور تکذیب ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک کے وجود سے دوسرا منتفی ہوگا)۔

اعتراض :۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ لزوم یعنی کسی چیز کا کسی فعل یا اعتقاد کے ساتھ لازم آنا یہ اور چیز ہے اور کسی چیز کا التزام یعنی خود اپنے اختیار اور نیت سے ایک چیز کو اپنے لئے لازم قرار دینا (التزام) یہ اور چیز ہے اور کفر تو التزام (کسی چیز کو اپنے ذمہ لازم قرار دینے) سے ہوتا ہے نہ کہ خالی لزوم سے۔

جواب :۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ علت کفر صرف التزام میں منحصر ہے۔ بلکہ لزوم کفر بھی کفر ہے۔ چنانچہ علم عقائد کی کتاب مقاصد میں یہ لکھا ہے کہ جب شخص پر کفر لازم آتا ہو اور اس کو اس کا علم نہ ہو۔ تو بعض علماء نے کہا ہے کہ ایسا شخص کافر نہ ہوگا لیکن عام علماء کہتے ہیں وہ کافر ہوگا۔ اور وہ علم کی شرط نہیں لگاتے وہ کہتے ہیں کہ جہل عذر نہیں اس لئے کہ جہل اس وقت عذر تھا جبکہ شریعت کے احکام ظاہر نہ ہوئے تھے اور جب احکام شرع ظاہر ہو گئے اور لوگوں نے ان کو جان لیا تو ایسی صورت میں کسی شخص کی جہالت عذر نہ ہوگی، مزید تحقیق علم العقائد اور اصول کی کتب میں مذکور ہے۔

ولو اجاز فعلا واحدا من افعال الکفر یکفر،

اور اگر کفر کے افعال میں سے صرف ایک فعل کو بھی

وکذا لو فعل فعلا واحدا من افعالھم بالغفلۃ
اوالنسیان اوالجھل اوعدم علمہ یکون کافر
فی الملحقات اذا اتی بلفظۃ الکفر وھو یعلم
انھا کفر الا انہ اتی بھا عن اختیار یکفر عند
عامۃ العلماء خلافا للبعض ، ولا یعذر بالجھل
کالھازل بہ فانہ یکفر ، ولا نزاع فی ان
من المعاصی ماجعلہ الشارع امارۃ التکذیب
وعلم کونہ کذالک بالادلۃ الشرعیۃ کسجود
الصنم ، والقاء المصحف فی القاذورات لیاذا
باللہ سبحانہ والتلفظ بکلمات الکفر ونحو
ذالک ، مما ثبت بالادلۃ انہ کفر ، حتی لو
فرض ان احدا صدق بجمیع ماجاء بہ
النبی صلی اللہ علیہ وسلم واقر بہ ، وعمل ،
ومع ذالک شد الزنار بالاختیار او سجد
للصنم بالاختیار نجعلہ کافرا لان النبی صلی
اللہ علیہ وسلم جعلہ علامۃ التکذیب والانکار
انتھی ما فی الملحقات وغیرھا ۔ وکذا لو فعل
بالسخریۃ کذا فی شرح القصیدۃ الامالی
وغیرہ من کتب الفقہ ۔

جائز خیال کرے تو کافر ہوگا ۔ اور اسی طرح کافروں
کے کفریہ افعال میں سے ایک فعل کو غفلت یا نسیان
سے یا دیدہ و دانستہ یا بے علمی سے بھی کریگا تو
کافر ہوجائیگا ۔ ملحقات میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص
کفر کا کلمہ اپنی زبان پر لاتا ہے ، اور وہ جانتا ہے کہ یہ
کلمہ کفر ہے لیکن اپنے اختیار اور ارادہ سے اس کلمہ کو
زبان پر لاتا ہے تو عام علماء کے نزدیک وہ کافر ہوگا ۔
اگرچہ بعض علماء کا اس میں اختلاف ہے اسی طرح جہالت
کے ساتھ کسی شخص کو معذور نہیں خیال کیا جائے گا ۔
(یعنی جہاں اللہ تعالیٰ کے احکام عام طور پر پھیلے ہوئے
ہوں تو کوئی شخص کفر کی بات کہکر یہ عذر نہیں کر
سکتا کہ مجھے پتہ نہیں تھا) جیسا کہ احکام شرع کے
ساتھ ٹھٹھہ تمسخر کرنیوالا معذور نہیں سمجھا جائیگا ۔ اور
اس بات میں بھی کوئی نزاع نہیں کہ بعض باتوں کو
شارع علیہ السلام نے تکذیب کی علامت ٹھہرایا
ہے ، اور اس کا علم شرعی دلائل سے اچھی طرح ہوچکا
ہے ، مثلاً بت کے سامنے سجدہ کرنا ۔ اور قرآن پاک
کو گندگی میں پھینکدینا ۔ اور کلمات کفریہ کا تلفظ کرنا ۔
دلائل سے ثابت ہے کہ اس قسم کی باتیں کفر ہیں ۔
بالفرض اگر کوئی شخص ان تمام چیزوں کی تصدیق
کرتا ہے جن کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں ۔
یا جن کا آپ نے حکم دیا ہے ۔ اور جن پر عمل پیرا رہے
ہیں ۔ لیکن اس کے باوجود وہ آدمی اپنے اختیار سے

زنار باندھتا ہے یا بت کے سامنے سجدہ کرتا ہے تو ایسا آدمی کافر ٹھہرے گا۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی باتوں کو تکذیب اور انکار کی علامت ٹھہرایا ہے۔ اسی طرح اگر از راہ تمسخر کوئی شخص ایسا کام کرے گا تو وہ بھی اسی زمرہ میں شمار ہوگا۔

الا تری الی انہ تعالیٰ کیف نسب الی آباء المقلدین بہم عدم العقل وعدم الہدایۃ "قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ" وقال "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ (امرکم) إِنِ اسْتَحَبُّوا (اختاروا) الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ" ونسب الی المقلدین (بالکسر) الظلم والفسق "قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا (اکتسبتموها) وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ (حب الاختیاری لا الجبلی الذی ہو خارج عن دائرۃ التکلیف) مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ (عذابہ) وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان شرک کرنے والوں کو جو اپنے اباؤ اجداد کی تقلید میں شرک کرتے ہیں اور ان کے اباؤ اجداد کو کس طرح بے عقل اور گمراہی کی طرف منسوب کیا ہے۔ چنانچہ سورۂ بقرہ آیت ۱۷۰ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان شرک کرنے والوں نے کہا کہ ہم اسی چیز کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ بھی سمجھ نہ رکھتے ہوں۔ اور نہ صحیح راہ پر ہوں۔ تو کیا پھر بھی یہ ان کی تقلید کرینگے؟ اسی کو اندھی تقلید کہتے ہیں۔ اسی طرح سورۃ توبہ آیت ۲۳ میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ایمان والو تمہارے باپ اور تمہارے بھائی ایمان کے مقابلہ میں کفر کو پسند کریں تو تم ان کو اپنا دوست اور رفیق نہ بناؤ۔ اور جو لوگ تم میں سے ایسے باپ یا بھائیوں سے دوستی اور رفاقت کریں گے تو ایسے لوگ ہی ظالم ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ نے شرک میں تقلید کرنے

الفاسقین" وبین حماقتهم بنسبة الفاحشة الی الله تعالیٰ بامره "وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً (کالشرک وغیره) قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْهَا اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا" وعدم علمهم بالافتراء علیه تعالیٰ ونفی امره تعالیٰ به "قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ"۔

والوں کو ظلم اور فسق کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور اسی سورۃ توبہ کی آیت ۲۴ میں فرمایا ہے کہ اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلّم) آپ ان مسلمانوں سے کہدیں کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے والے اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے ماند پڑجانے سے تم ڈرتے رہتے ہو اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو اگر یہ سب چیزیں تم کو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب اور پسند ہیں (اس محبت سے محبت اختیاری مراد ہے نہ طبعی محبت کیونکہ وہ تو تکلیف کے دائرہ سے خارج ہے) تو پھر تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجدے۔ (یعنی عذاب اور سزا کا حکم) اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کی رہبری نہیں فرماتا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی بیوقوفی اور حماقت کو بیان فرمایا ہے کہ یہ کس طرح فحش بات کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں چنانچہ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۸ میں ہے کہ جب یہ مشرک لوگ کوئی فحش اور برا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے پایا ہے۔ اور اللہ نے بھی ہم کو اسی کا حکم دیا ہے (یہ تو محض خدا پر افترا اور الزام ہے چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا) آپ کہدیں کہ اللہ تعالیٰ

ہرگز کسی فحش کام کا حکم نہیں دیتا کیا تم خدا تعالیٰ کے ذمہ وہ باتیں لگاتے ہو جن کا تمہیں علم نہیں۔

فتأمل وانصف کیف زجر اللہ المقلدین للاباء وقال "قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ قَالَ أَفَرَأَيْتُم مَّا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي" (ای لکم) ونسب الضلال الی المقلدین والمقلدین معاً "قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا (للاصنام) عَابِدِينَ قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ" (منخرطون فی سلک ضلال لا یخفی علی عاقل لعدم استناد الفریقین الی دلیل) والتقلید وان جاز فانما یجوز لمن علم فی الجملۃ انہ علی حق وقال وجد المقلدون ابائھم ضالین "إِنَّهُمْ أَلْفَوْا (وجدوا) آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ فَهُمْ (الابناء) عَلَىٰ آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ" یسرعون وفیہ اشعار بانھم بادروا الی ذالک من غیر توقف علی نظر وبحث وبین ان تقلید الابناء للاباء طریقۃ مستمرۃ لھم "بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ (طریقۃ) وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّهْتَدُونَ" ولا حجۃ لھم علی ذالک عقلیۃ ولا نقلیۃ وانما جنحوا فیہ الی تقلید آبائھم الجھلۃ والزموا الطریقۃ توھم۔

پس غور کرو اور انصاف سے کام لو کس طرح اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے میں اپنے باپ دادوں کی تقلید کرنے والوں کو ڈانٹ پلائی ہے۔

چنانچہ سورۃ الشعراء آیت ۷۴ تا ۷۷ میں ہے، ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے بڑوں کو ایسا ہی کرتے پایا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا جن کو تم پوجتے ہو اور تمہارے اگلے باپ دادا پوجتے رہے ہیں یہ سب معبود میرے دشمن ہیں (اور مجھے ان سے عداوت ہے) اور خدا تعالیٰ نے ان تقلید کرنے والوں اور جن کی تقلید کی گئی ان سب کو ضلالت اور گمراہی کی طرف منسوب کیا ہے۔ چنانچہ سورۃ النساء آیت ۲۳ میں ہے ان لوگوں نے کہا ہم نے اپنے بڑوں کو انہیں بتوں کی پوجا کرتے پایا ہے۔ ابراہیم نے کہا بے شک تم بھی غلطی اور گمراہی میں ہو اور تمہارے بڑے بھی صریح گمراہی میں مبتلا تھے یعنی تم سب گمراہوں کی لڑی میں منسلک ہو ایسی گمراہی جو کسی عقلمند پر مخفی نہیں رہ سکتی کیونکہ دونوں فریقین کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ نہ تقلید کرنے والوں کے

پاس نہ جن کی تقلید کی گئی، تقلید اگرچہ جائز ہے لیکن اس کا جواز اس شخص کے لئے ہے جو جانتا ہو کہ فی الجملہ وہ حق پر ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان تقلید کرنے والوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا، چنانچہ سورۃ الصافات آیت ۶۹، ۷۰ میں فرمایا کہ انہوں نے اپنے اباؤ اجداد کو گمراہ پایا اب یہ انہی کے نقش قدم پر دوڑے چلے جارہے ہیں نہ کچھ غور و فکر کرتے ہیں نہ بحث و نظر سے کام لیتے ہیں بلکہ بغیر کسی توقف کے ان کے پیچھے چلے جارہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ان جاہلوں کا اپنے گمراہ اباؤ اجداد کی تقلید کرنا یہ تو پرانا دستور ہے جو مسلسل چلا آرہا ہے۔ چنانچہ سورۃ زخرف ۲۲ میں ہے، بلکہ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم انہیں کے نقش قدم پر راہ پانے والے ہیں کوئی عقلی یا نقلی دلیل کچھ نہیں انکے پاس، سوائے اپنے جاہل اباؤ اجداد کی جاہلانہ تقلید کے۔

قَالَ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ (یا محمد) فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ (رسول) اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ (طرائقهم) مُّقْتَدُوْنَ" تسلية للرسول صلى الله عليه وسلّم ودلالة على ان التقليد فى نحو ذالك ضلال قديم و

اور اسی طرح سورۃ زخرف آیت ۲۳ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اور اسی طرح ہم نے (اے محمد صلے اللہ علیہ وسلّم) تجھ سے پہلے کسی بستی میں ڈرانے والا بھیجا تو وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے اباو اجداد کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں انہیں کی

ان مقتدیهم ایضا لم یکن لهم سند منقول
قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰی (بدین اهدی
من دین وجدتم علیه آباءکم) قَالُوْا اِنَّا
بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ۔ واعلم ان التقلید
اقسام اربعة۔ تقلید الامة للنبی صلی الله
علیه واله وسلم۔ وتقلید العالم للعالم
الذی هو فوقه فی التقوی والورع وتقلید
العوام للعلماء الورعین واما تقلید العلماء
غیرالورعین فلا یجوز۔ وتقلید الولد للاباء
والاصاغر للاکابر والرابع لا یجوز الا اذا
کان الاباء والاکابر من اهل السنة والجماعة
ذو تقوی وورع۔ لانه رسم الکفار "قَالُوْا
بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ"
کذا فی شرح القصیدة الامالی۔

اقتدا کرنے والے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے یہ باتیں اپنے
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے فرمائی
ہیں، اور یہ بات بتلانے کے لئے کہ ایسی تقلید
گمراہی ہے، اور قدیم سے اس کی رسم چلی آرہی
ہے۔ ان اقتدا کرنے والوں کے پاس کوئی سند
اور دلیل نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلے اللہ
علیہ وسلم نے کہا کہ اگرچہ میں تمہارے پاس ایسا
طریقہ اور ایسا دین لاؤں جو تمہارے آباؤ اجداد
کے دین سے زیادہ صحیح اور درست ہو تو پھر
بھی تم ان کے پیچھے چلو گے۔ تو ان (کفار و مشرکین)
نے کہا کہ تمہیں جو چیز دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس سے
انکار کرتے ہیں اور اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔

تقلید کا مسئلہ

اچھی طرح جان لو کہ تقلید چار قسم ہے۔
(۱) اُمت کا پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی تقلید کرنا۔
(۲) ایک صاحب علم کی تقلید اپنے سے زیادہ علم
والے کی جو اس سے تقویٰ اور ورع میں بھی فوقیت
رکھتا ہو۔ (۳) عوام کی تقلید کرنا ان علماء کی جو صاحب
ورع ہیں جو علماء صاحب ورع نہ ہوں ان کی تقلید
کرنا جائز نہیں۔ (۴) چوتھی قسم تقلید کی ہے، اولاد
باپ دادا کی تقلید کریں اور چھوٹے بڑوں کی تقلید۔
یہ چوتھی قسم تقلید کی جائز نہیں جب کہ آباؤ اجداد
اور اکابر اہل سنت والجماعت میں سے نہ ہوں اور

اور تقویٰ اور ورع سے بھی موصوف نہ ہوں، ایسوں کی تقلید کرنا تو یہ کفار کی رسم ہے۔ کیونکہ کفار یہ بھی کہتے تھے ہم نے اپنے اباؤ واجداد کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ (لہٰذا ہم بھی انہیں کے پیچھے چلیں گے، یہ جاہلانہ مشرکانہ اور اندھی تقلید ہے جو کسی طرح بھی روا نہیں اور پہلی تینوں قسم کی تقلیدیں درست ہیں)۔

(۸) الشرک فی النذر

منہا الشرک فی النذر وھو ان یوجب علی نفسہ لغیرہ تعالیٰ شیئًا من الصلوۃ او الصوم او النقد ایجابًا مطلقًا او مقیدًا بان کان للانسان غائب او مریض او حاجۃ ضروریۃ فیاتی الی قبر بعض الصلحاء فیجعل سترہ علی راسہ ویقول یا سیدی فلان ان رد غائبی او عوفی مریضی او قضیت حاجتی فلک من الذھب کذا او من الفضۃ کذا او من المال کذا او ھو مردود لقولہ تعالیٰ "وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ (خلق) مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا (بالصرف الی المساکین) فَقَالُوْا ھٰذَا لِلّٰہِ بِزَعْمِھِمْ (و اختراعھم وشیئًا منہا الی الاصنام بالصرف الی سدنتہا فقالوا) وَھٰذَا لِشُرَکَآئِنَا فَمَا

(۸) آٹھویں قسم شرک فی النذر کے بیان میں یعنی مَنّت میں شرک کس طرح ہوتا ہے

مَنّت میں شرک اس طرح ہوتا ہے کہ مثلاً کوئی شخص اپنے اوپر اللہ تعالےٰ کے سوا کسی غیر کے لئے کوئی چیز لازم قرار دیتا ہے، نماز ہو یا روزہ یا کچھ نقدی وغیرہ اور یہ لازم قرار دینا کبھی تو بغیر کسی قید کے ہوگا اور کبھی مقید ہوگا۔ مثلاً کسی کا کوئی آدمی غائب ہو یا مریض ہو یا اس کی کوئی ضرورت ہے تو وہ شخص کسی نیک اور صالح آدمی کی قبر پر جا کر قبر کے غلاف وغیرہ کو پکڑ کر یوں کہتا ہے، کہ اے بزرگ اے آقا اگر میرا غائب آدمی واپس لوٹا دیا گیا یا میرے مریض کو شفا حاصل ہو گئی یا میری ضرورت پوری ہو گئی تو میں تمہارے (تمہاری خوشنودی اور رضا اور تقرب کے) لئے اتنا سونا یا اتنی چاندی یا اتنا مال صرف کروں گا، یہ عقیدہ باطل اور مردود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے جو

كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ (رؤه ازکی ترکوہ لرھا جا) فَلَا يَصِلُ إِلَى اللهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ (رؤه ازکی بناوہ لآلہتہم) فَهُوَ يَصِلُ إِلَى شُرَكَآئِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (سنا)

سورہ انعام آیت ۱۳۶ میں ہے کہ یہ شرک کرنے والے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور اس کے پیدا کئے ہوئے مویشیوں میں سے اللہ کا حصہ مقرر کرتے ہیں (اور اس کو مساکین وغیرہ پر صرف کر دیتے ہیں) پھر یہ اپنے خیال فاسد کی بنا پر یوں کہتے ہیں کہ اتنا حصہ خدا کا ہے (محض افتراء اور اختراع سے) اور کچھ حصہ جو بتوں کے مجاوروں کی طرف صرف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حصہ ہمارے مقرر کردہ معبودوں کا ہے پھر جو حصہ انکے مقرر کردہ معبودوں کا ہوتا ہے (اگر دیکھیں کہ وہ زیادہ پاکیزہ اور اچھا ہے تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں ان معبودوں کی محبت میں اس کو پھر کسی دوسری طرف نہیں صرف کرتے) تو وہ حصہ خدا کی طرف نہیں پہنچتا اور جو حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے (اگر اس کو عمدہ خیال کرتے ہیں تو اسکو تبدیل کر کے اپنے معبودوں کے لئے پھیر لیتے ہیں) تو وہ ان کے معبودوں کی طرف پہنچ جاتا ہے کیا ہی برا ہے وہ فیصلہ جو یہ کرتے ہیں (موجودہ زمانہ کے شرک نواز حضرات بھی اس بیماری کے مریض ہیں، اللہ تعالیٰ کی نیاز کا تو اتنا اہتمام نہیں کرتے جتنا اہتمام گیارھویں اور قبروں کی نذر ونیاز وغیرہ کا کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ)

۹۔ قوله وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ (الجماد لا علم له) نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ (من الحرث

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان سورہ نحل آیت ۵۶ میں ہے کہ اور ہم نے ان مشرکین کو جو کچھ

(الانعام) تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ
وقوله "وَقَالُوْا هٰذِهٖ (المجعولة لآلهتهم
ثلاثة اقسام بامره تعالىٰ) اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ
حِجْرٌ (حرام) لَا يَطْعَمُهَا اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ
(نحد منها) بِزَعْمِهِمْ (من غير حجة) وَاَنْعَامٌ
حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا (فلا تركب) وَاَنْعَامٌ لَّا
يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا (على ذبحها بل
اسم اصنامهم) افْتِرَآءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيْهِمْ
بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ" ولان المنذور للميت
والميت لا يملك ولانه عبادة وهي لا تجوز
للمخلوق ولانه ان ظن ان الميت يتصرف
في امور من دونه تعالى واعتقد ذالك
كفر ولا يشتغل ذمة الناذر بشيئ من
تلك الامور بهذا النذر.

دیا ہے اس میں سے ان معبودوں کا حصہ مقرر
کرتے ہیں جن کی صحیح حقیقت کو یہ جانتے بھی نہیں
خدا کی قسم جو افتراء پردازیاں تم کر رہے ہو ان کے
متعلق تم سے ضرور باز پرس کی جائے گی اور
اسی طرح خدا تعالیٰ کا فرمان سورۂ انعام آیت
۱۳۸ میں ہے اور یہ مشرک لوگ اپنے خیال فاسد
کی بنا پر یہ بھی کہتے ہیں کہ مخصوص مویشی اور یہ مخصوص
کھیت (جن کو یہ تینوں حصوں میں اپنے معبودوں
کے لئے تقسیم کرتے ہیں) ممنوع یعنی حرام ہیں، ان کو
کوئی نہیں کھا سکتا، مگر وہی جس کو ہم چاہیں، (اور
یہ سب کچھ بغیر دلیل کے ہے) اور بعض مویشی اس
طرح مخصوص ہیں کہ ان کی پیٹھ پر سواری ممنوع قرار
دی گئی ہے بس ان پر کوئی سوار نہیں ہو سکتا اور
بعض مویشی اس طرح مخصوص ہیں کہ ذبح کرتے
وقت ان پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے (بلکہ اپنے
من گھڑت معبودوں کا نام لیتے ہیں) یہ سب باتیں
اللہ تعالیٰ پر محض افتراء پردازی کی غرض کہتے ہیں بہت
جلد اللہ تعالیٰ انکو ان کی ان بہتان طرازیوں کی سزا
دیگا جو بہتان یہ باندھا کرتے تھے، نیز غیر اللہ کے
نام پر نذر کے شرک ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ جس
کے لئے یہ نذر و منت مانی گئی ہے وہ تو مردہ ہے
اور میت کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔
اور نیز یہ وجہ بھی ہے کہ یہ منت و نذر تو عبادت

ہے، اور عبادت کسی مخلوق کے لئے جائز نہیں اور اس لئے بھی کہ اگر یہ نذر ماننے والا یہ خیال کرے کہ میت (مزیوالی) ہمارے معاملات میں اللہ کے سوا تصرف کرتی ہے اور اس بات پر اعتقاد رکھے گا تو کافر ہوگا۔

اور اس قسم کی نذر ماننے والے شخص کے ذمہ ان چیزوں میں سے کسی کا پورا کرنا لازم نہیں ہوگا۔ اس نذر کے ساتھ (کیونکہ معصیت کی نذر لازم نہیں ہوتی)

اللهم ان قال یا الله انی نذرت لك ان شفیت مریضی هذا اورددت غائبی او قضیت حاجتی، ان اطعم الفقراء الذین بباب السید عبد القادر الجیلانی رض مثلاً، او اشتریت حصیر المسجد لهم اوزیتاً لوقودها، اودراهم لمن یقوم بشعائرها الی غیر ذالك مما فیه نفع للفقراء، والنذر لله تعالیٰ عزوجل، وذکر الشیخ انما هو بیان مصرف النذر الی مستحقیه المنتزلة برباطه او مسجده مثلاً، فلا باس به اذ مصرفه الفقراء وقد وجد المصرف، فلا یجوز صرفه الی الغنی الغیر المحتاج ولا الی شریف ذی نصب مالم یکن فقیرا او ذا عیال و هم عاجزون عن الکسب ومضطرون فیاخذونه عن سبیل الصدقة المبتدأة

البتہ نذر کے جواز کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ یا اللہ میں نے تیرے لئے نذر مانی ہے کہ اگر تو میرے بیمار کو شفا دے دے گا، یا میرے فلاں غائب آدمی کو واپس لوٹا دے گا، یا میری فلاں ضرورت پوری کر دے گا، تو میں ان فقراء کو جو شیخ عبدالقادر جیلانی کے دربار میں رہتے ہیں ان کو کھانا کھلاؤں گا۔ یا ان کی مسجد کیلئے چٹائیاں خرید دونگا یا اس مسجد میں چراغ روشن کرنے کے لیے تیل خرید دونگا۔ یا کچھ درہم خرچ کروں گا ان لوگوں پر جو اس مسجد کی خدمت کرتے ہیں۔ یا اسی قسم کی نذر مانتا ہے جس میں خاص فقراء کا فائدہ ہے۔ اور نذر بھی حق تعالیٰ کے لئے ہے۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا ذکر صرف مصرف بیان کرنے کے لئے ہو کہ اس نذر کا مصرف وہ مستحق لوگ ہیں جو کہ خاص رباط یا مسجد اور خانقاہ وغیرہ میں رہتے ہیں تو اس قسم کی نذر ماننے کا کوئی گناہ نہیں کیونکہ اس کا مصرف وہ فقراء ہیں اور وہ موجود ہیں اور اس نذر کو کسی غنی کی

مع ان اخذہ مکروہ مالم یقصد الناذر التصرف الی اللہ تعالیٰ وصرفہ الی الفقراء ویقطع عن نذر الشیخ۔

طرف جو محتاج نہیں صرف کرنا درست نہیں۔ اور اسی طرح کسی شریف منصب دار شخص کی طرف بھی صرف کرنا درست نہیں البتہ اگر ایسا شخص فقیر ہو۔ یا عیال دار ہو۔ اور اس کے عیال ہی تو انھیں کسب سے عاجز ہوں۔ اور بعض حالات میں مجبور ہوں، تو چونکہ وہ اس نذر کو بطور صدقہ کے وصول کر سکتے ہیں۔ بایں ہمہ اس کا لینا پھر بھی مکروہ ہوگا۔ جب تک کہ نذر ماننے والا اللہ تعالیٰ کی طرف صرف کرنے کا قصد نہ کرے۔ اور اس نذر کو فقراء کی طرف صرف کرنے کا ارادہ نہ کرے اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی نذر سے قطع نذر نہ کرے۔

فاذا علمت ھذا فما یؤخذ من الدراہم والشمع والزیت وغیرہ وینقل الی الضرائح تقربا الیھم فحرام باجماع المسلمین مالم یقصد صرفہ الی الفقراء الاحیاء انتہی ما فی البحر الرائق وذکر فی مالابد منہ "سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء و اولیاء وطواف کردن قبور و دعا از آنہا خواستن و نذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ چیزہائے از آنہا کفر است پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم بر آنہا لعنت کردہ و ازاں منع فرمودہ وگفتہ قبر مرا بت مکنید لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد۔ لا تتخذوا قبری وثنا یعبد۔"

جب منت و نذر کے بارہ میں تمہیں یہ باتیں معلوم ہو گئیں "تو خوب جان لو کہ جو کچھ یہ لوگ دراہم یعنی روپے پیسے اور موم بتیاں اور تیل وغیرہ قبروں پر لے جاتے ہیں ان اہل قبور کا تقرب اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تو یہ سب مسلمانوں کے اجماع اور اتفاق سے حرام ہے جب تک کہ لے جانے والے کا مقصد وہاں کے رہنے والے زندہ فقراء کی طرف خرچ کرنا نہ ہو (بحر الرائق)

اور مالابد منہ میں (حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ) نے ذکر کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی قبروں کی طرف سجدہ کرنا اور ان قبروں کا طواف کرنا اور ان سے حاجتیں طلب کرنی اور ان کے نام پہ نذر و نیاز کرنا یہ سب مسلمانوں کے اجماع سے حرام امور ہیں۔ بلکہ بعض چیزیں ان میں سے کفر ہیں اور بعض کفر تک پہنچانے والی ہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت کی ہے اور ان سے

منع فرمایا ہے ۱۱ور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری قبر کو بت نہ بنانا اور ساتھ ہی آپنے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے انبیاءؑ کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا اور فرمایا کہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی عبادت کرنے لگ جاؤ۔

وذکر فی رسالۃ الحامد القارئؒ لو قال عند رکوبہ فی السفینۃ احضر الخضر ویظن انہ یعلم حالی یکفر، وکذا لو قال اصحاب الفرید الشکر گنجؒ رو نظام الدینؒ امددنی لامر من اموری ویظن انھما یعلمان المھمات یکفر، ان من زعم ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب یکفر - وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا ھُوَ " وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ فما ظنک فی غیرہ -

اور حضرت حامد القارئؒ کے رسالہ میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص کشتی پر سوار ہوتے وقت یوں کہے کہ اے خضر حاضر ہو جاؤ اور وہ شخص یہ اعتقاد بھی رکھتا ہو کہ خضر علیہ السلام اس کے حال کو جانتے ہیں تو ایسا شخص کافر ہوگا۔ اور اسی طرح اگر کوئی شخص خواجہ فرید شکر گنجؒ یا خواجہ نظام الدینؒ سے امداد کا طالب ہو۔ اور یوں کہے کہ میرے اس معاملہ میں میری امداد فرمائیں۔ اور ساتھ یہ اعتقاد بھی رکھتا ہو کہ یہ بزرگ اس کے حالات مہمات کو جانتے ہیں تو ایسا شخص کافر ہوگا۔ دلیل یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو سب مخلوق میں زیادہ افضل اور اعلم ہیں اگر ان کے بارہ میں کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ وہ غیب جانتے ہیں تو ایسا شخص کافر ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام آیت ۵۹ میں فرمایا ہے اور خاص اس اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہیں چابیاں غیب کی اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا۔ اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ نے اس طرح کہلوایا ہے کہ آپ کہہ دیں کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں اپنے لئے بہت سی بھلائیاں اکٹھی کر لیتا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غیب نہیں جانتے تو دوسروں میں یہ بات کہاں ہو سکتی ہے۔

ومن اعتقد ان الرسول او الملک یعلم الغیب یکفر کذا فی نافع المسلمین والمحیط مع ان التزام الدعوات و صحۃ المناجات یستلزم علم المدعو والمناجا - وھو فی حیز المنع ولا یدل علیہ دلیل، ومجرد الظن لا یغنی من الحق شیئاً - وان لم یعتقد لحضور

والعلم یکون عبثا صرفا فیحرم -

نافع المسلمین اور فتاوی محیط میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم یا فرشتے غیب جانتے ہیں تو ایسا شخص کافر ہوگا - اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ اپنی مشکلات وغیرہ میں انکو انبیاء علیہم السلام اولیاء کرام، ملائکہ مقربین وغیرہ کو التزام کے ساتھ پکارنا اور ان سے دعا کرنی اور ان کے سامنے مناجات کرنی اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس کو پکارا جا رہا ہے یا جس کے سامنے مناجات کی جا رہی ہے وہ جانتا ہے - حالانکہ یہ چیز ثابت نہیں اور اس پر کوئی دلیل نہیں محض گمان حق کے مقابلہ میں کچھ بھی سود مند نہیں ہوسکتا، اور اگر انکے حاضر ہونے اور جاننے کا اعتقاد نہیں رکھتا تو پھر بھی مناجات و پکار ایک فعل عبث ہوگا اور یہ بھی حرام ہے -

ومن البین ان احوال المرء لا یعلمها احد علی سبیل التیقن الا ان خوف زوال الایمان لکل احد بان اکثر ما یسلب الایمان عند النزع کما ذکر فی الکتب، الا الانبیاء والشهداء والذین بشروا علی لسان النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلّم وانہ یتوقف علی ضرورة ثبوت السمع وکونہ من اهل الجنة وکونہ ماذونا لہ بالشفاعة للزائر المرید منہ العول علی سبیل القطع، وشیئی من ذا لا یدل

اور واضح بات ہے کہ جن کی زیارت کی جاتی ہے ان کے حالات بھی یقینی اور قطعی طور پر کوئی نہیں جانتا ایمان کے زوال اور سلب کا خطرہ ہر ایک کے لیے لگا ہوا ہے، اور اکثر ایمان کا سلب نزع کی حالت میں ہوتا ہے - کتابوں میں اسی طرح مذکور ہے - البتہ انبیاء علیہم الصلوٰة والسّلام اور شہداء اس سے مستثنیٰ ہیں اور وہ لوگ بھی مستثنیٰ ہیں جن کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بشارت مل چکی ہے - اور یہ بات موقوف ہے اس پر کہ جس کے سامنے دعا کی جارہی ہے اس کا سننا اور اہل جنت میں سے ہونا اور اس کو زیارت کرلے وسلے کے لئے (جو اس سے امداد کا طالب ہے)

عليه دليل من الكتاب والسنة و مجرد الرأي لا يغني من الاعتقاد شيئًا مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ فلا تقف ما ليس لك به علم ،

سفارش کرنے کی اجازت کا ہونا یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہو لیکن اس سلسلہ میں کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہیں پیش کی جا سکتی۔ خالی رائے اور قیاس عقیدے کے مقابلہ میں کچھ فائدہ مند نہیں، خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ کون ہے وہ جو سفارش کر سکے اس کے سامنے سوائے اس کی اجازت کے۔ لہٰذا جس چیز کا علم نہ ہو اس کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے۔

فان قيل قد ثبت السمع في حديث بدر للكفار اذ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فهل وجدتم ما وعد ربكم حقا۔ فعرض عمرؓ يا رسول الله انك تنادي اجسادا لا ارواح لها فقال ما انتم باسمع لما اقول منهم۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مُردوں کا سننا تو اس حدیث سے ثابت ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کفارِ بدر کے متعلق فرمایا تھا ان سے خطاب کرتے ہوئے کہ ہمارے ساتھ جو ہمارے پروردگار نے وعدہ (نصرت) فرمایا تھا ہم نے اس کو برحق پایا، وہ وعدہ تو پورا ہو گیا۔ اور تمہارے ساتھ جو اس نے (رسوا کرنے اور شکست دینے اور عذاب میں مبتلا کرنے کا) وعدہ کیا تھا کیا اس کو تم نے سچا پایا، تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضرت آپ ایسے جسموں سے خطاب فرماتے ہیں جن میں ارواح نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے وہ بات جو میں کہتا ہوں۔

قلنا۔ يجوز ان يكون ذالك من خواصه صلى الله عليه وسلم لعلمه بنور النبوة بانهم يجيبون۔

جواب:۔ اس کا جواب یہ ہے ہو سکتا ہے کہ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہو، عام مُردوں کے بارہ میں یہ قانون نہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نورِ نبوت (وحی و الہام) سے یہ بات معلوم کر لی تھی کہ یہ جواب دینے اور بات کا جو میں ان سے کہوں گا

وقد ثبت رد عائشة لهذا الحديث

اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا معارضہ بھی ثابت ہے جو اس

بقوله تعالیٰ - مَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ - وقیل کان ذالك معجزة له علیه الصلوٰة والسلام - وقیل المقصود بذالك وعظ الاحیاء لا افهام الموتی والخطاب لهم، وقیل مخصوص لهم تضعیفًا للحسرة کذا فی فتح القدیر والکافی والمستخلص والعینی شرح کنز والکفایه فی باب الیمین فی الضرب والقتل، وغیر ذالك ومن اراد ذالك فلیطالعها۔

حدیث کے مقابلہ میں انہوں نے پیش کیا قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نہیں سنانے والے ان کو جو قبروں میں پڑے ہیں۔

ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ ان کفار کو سنانا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا، بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کلام سے مراد زندوں کو وعظ و نصیحت کرنا مقصود تھا نہ کہ مُردوں کو خطاب کرنا اور افہام و تفہیم۔

بعض نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام سننا، ان کفار بدر کے لئے خاص تھا، صرف ان کے لئے حسرت کو زیادہ کرنے کے لئے، عام مُردوں کے لئے یہ حکم نہیں، فتح القدیر، کافی، مستخلص، عینی شرح کنز اور کفایہ میں یہ مسئلہ اسی طرح لکھا ہوا ہے اور یہ مسئلہ باب یمین فی الضرب والقتل وغیرہ میں لکھا ہوا ہے جو چاہیے ان کتب کا مطالعہ کرے[1]۔

---

[1] ان کتابوں میں جہاں یہ مسئلہ سماع لکھا گیا ہے۔ وہ درحقیقت قسم (یمین) کے باب میں ہے اور یمین کا معاملہ عرف پر مبنی ہوتا ہے، اور عرف میں مُردہ سے کلام کرنے والا حانث نہیں ہوتا۔ اس مسئلہ سے بعض فقہاء کرام نے یہ سمجھا ہے کہ شائد امام اعظمؒ کا مسلک عدم سماع ہے۔ حالانکہ سماع یا عدم سماع اموات کے بارہ میں امام اعظم ابو حنیفہؒ سے کوئی صراحت کے ساتھ بات منقول نہیں اس لئے امامؒ کی طرف عدم سماع کی بات قطعی طور پر منسوب کرنی درست نہ ہوگی، ہاں فقہاء حنفیہؒ میں دونوں قسم کے ہیں بعض سماع کے قائل ہیں اور بعض عدم سماع کے، صحابہؓ کے اندر بھی یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے۔ اس لئے کسی ایک طرف شدت اختیار کرنا غلو سے خالی نہ ہوگا۔ ۱۲ سواتی

مع انہ قال قتادۃ رحمہ ان اللہ تعالیٰ احیاھم لیسمعوا کلام نبیہ صلے اللہ علیہ وسلم وکان عظۃ للاحیاء کما کان قول علی رض للاموات قد نکحت نساء کم وسکنت بیوتکم، وقسمت اموالکم من ھو عدو لکم والحق ان من انکو السماع انکر الاستمداد عند حضور القبر، ومن اثبت اثبت والحنفیۃ قائلون بالاول۔ ومایقال من ان کون الشغل والجذب فی جناب القدس والاستلذاذ فی لاھوت الحق مانع من التوجہ الی الزائر وحاجتہ کما کان کذالک فی الحیات لبعض المجذوبین فذالک لیس بکلی۔

فنقول التوجہ الکلی لایثبت ایضًا فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

اور باوجود اس کے کہ اس روایت کی توجیہ میں حضرت قتادہ رح نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ان کفار کو خدا تعالیٰ نے زندہ کیا تھا تاکہ ان کو اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی بات سنا دے، اور یہ بات زندوں کے حق میں نصیحت تھی۔ جیسا کہ حضرت علی رض کا قول مُردوں کے حق میں جو انھوں نے فرمایا تھا کہ تمہاری عورتوں سے نکاح کر لیا گیا ہے۔ اور تمہارے گھروں میں دوسروں نے رہائش اختیار کر لی ہے۔ اور تمہارے اموال کو تمہارے دشمنوں نے یعنی تمہارے وارثوں نے آپس میں تقسیم کر لیا ہے، حق بات یہ ہے کہ جس نے مُردوں کے سماع سے انکار کیا ہے اس نے قبر پر حاضر ہو کر دعاء و استمداد سے منع کیا ہے، اور جس نے سماع ثابت کیا ہے اس نے دعاء و استمداد بھی ثابت کی ہے۔ حنفیہ کرام پہلے مسلک کے قائل ہیں۔

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اموات جناب قدس میں مشغول ہوتے ہیں اور اس بارگاہ کی طرف ان کی توجہ جذب ہوتی ہے اور وہ اس سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں، اس عالم لاہوت سے اور یہ چیز مانع ہے کہ انکی توجہ زائر کی طرف اور اس کی ضرورت کی طرف ہو سکے جیسا کہ زندگی میں بھی بعض مجذوبین کی توجہ زائرین کی طرف نہیں ہوتی۔ لیکن یہ کلی ضابطہ نہیں، ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ توجہ کلی بھی تو ثابت نہیں اب جو جواب تمہارا ہوگا وہی جواب ہم دیں گے۔

(۹) الشرک فی التسمیۃ

منھا الشرک فی التسمیۃ وھو ان یسمی اولادہ بعبد الشمس وعبد العزیٰ

(۹) نویں قسم شرک فی التسمیہ ہے یعنی نام رکھنے میں شرک

شرک فی التسمیہ یہ ہے کہ اپنی اولاد کا نام عبد الشمس، عبد العزیٰ، عبد اللات، عبد القصی، عبد مناف، عبد المنات

وعبد اللات، وعبد القصی، و عبد مناف، وعبد المنات، و عبد الجیلانی، پیر بخش، وحیدر بخش، وبالھند یہ سائیں و داتا علی ھذا القیاس وھو مردود بقولہ تعالیٰ "فَلَمَّآ آتَاهُمَا (ولدا) صَالِحًا (صالح الجسد سلیم الاعضاء) جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيمَآ آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ" لان حواء لما حبلت تمثل لھا ابلیس علی صورۃ مجھولۃ فقال لھا تعلمین ما فی بطنک فقالت لا۔ فقال لعلہ سبع او بھیمۃ ثم وسوس اتعلمین من ای موضع یخرج فقالت لا فقال انما یخرج من الفم او الاذن او الانف او یشق بطنک ویخرج منہ الولد۔

یا عبد الجیلانی، پیر بخش، حیدر بخش یا سائیں اور داتا کی طرف نسبت کرے۔ اس قسم کے نام رکھنے غلط ہیں اگر تعظیم مقصود ہے تو یہ شرک ہوا اگر تعظیم مقصود نہ ہو تو پھر بھی ایہام شرک ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے خلاف ہے جو سورۃ اعراف آیت [۱۹۰] میں ہے جب اللہ تعالیٰ نے انکو صحیح سالم بچہ عطا فرمایا (جس کے اعضاء اور جسم بالکل صحیح تھے) تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں خدا کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان کے اس شرک سے پاک و بالاتر ہے۔ حضرت حواءؑ جب حاملہ ہوئیں تو شیطان، ناآشنا شکل میں سامنے آیا اور کہنے لگا کہ تمہیں معلوم ہے تمہارے پیٹ میں کیا ہے۔ حضرت حواءؑ نے کہا معلوم نہیں، تو کہنے لگا شاید کوئی درندہ یا جانور ہو پھر اسی ابلیس نے مزید وسوسہ ڈالا کہ یہ نکلے گا کہاں سے حضرت حواءؑ نے کہا معلوم نہیں، ابلیس کہنے لگا شاید منہ، کان یا ناک سے خارج ہو۔ اور شاید تیرا پیٹ چاک کر کے اس سے نکالا جائے۔

فخافت حواء علیھا السلام واظھرت صورۃ الحال عند آدم علیہ السلام فتفکر ایضا ثم ظھر بصورۃ اخری نسال عن ملالھا واظھر الصورۃ المتفکرۃ منھا فقال ابلیس اتخافا ولا تحزنا فانی اعلم الاسم الاعظم و دعائی مستجاب فادعو اللہ تعالیٰ

حضرت حواء خائف ہوگئیں اور انہوں نے صورت حال حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ذکر کی آدم علیہ السلام بھی متفکر ہوئے۔ اس کے بعد ابلیس ایک اور صورت میں ان کے سامنے ظاہر ہوا اور اس نے آدم و حواء کی پریشانی کے بارہ میں پوچھا اور ابلیس نے کہا کہ کچھ فکر و اندیشہ نہ کرو میں اسم اعظم جانتا ہوں اور میں مستجاب الدعاء ہوں۔ میں خدا تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ تمہارا بچہ انسانی صورت پہ پیدا ہو اور بڑے آسان طریقہ سے اس کی ولادت ہو۔ لیکن

ان یولد لکما بصورۃ بشر مثلکما و اخرجہ باسھل طریق بشرط ان یسمیاہ عبد الحارث وکان اسمہ فی الملائکۃ حارث فقبلا ھذا الشرط وسمیاہ فزجر اللہ تعالیٰ

شرط یہ ہے کہ اس کا نام عبد الحارث رکھدو۔ کیونکہ ابلیس کا نام ملائکہ میں حارث مشہور تھا۔ حضرت آدم اور حوا علیہم السلام نے یہ شرط قبول کرلی اور اس کا نام عبد الحارث رکھا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے اس سے زجر فرمائی لے

وذکر فی المرقات لا یجوز التسمیۃ بعبد النبی، وعبد الرسول ولا عبرۃ بما شاع فیما بین الناس بل قال فی الملحقات واما ما اشتھر من التسمیۃ بعبد النبی فظاھرہ کفر، ومن قال لمخلوق یا قدوس او القیوم او الرحمن او اسما من اسماء اللہ تعالیٰ کفر کذا فی الظھیریہ، وھو یفید ان من

اور مرقات میں ذکر کیا گیا ہے کہ عبد النبی اور عبد الرسول نام رکھنے جائز نہیں اور اس قسم کے نام جو لوگوں میں شائع ہیں ان کا کچھ بھی اعتبار نہیں بلکہ ملا علی قاری نے ملحقات میں یہ کہا ہے کہ عبد النبی وغیرہ کے نام جو لوگوں میں مشہور ہیں ان کا ظاہر کفر ہے یعنی جب تک ان کی تاویل نہ کی جائے تو یہ کلمات کفر کے قبیل سے ہونگے اور جو شخص کسی مخلوق کو قدوس یا قیوم یا رحمن کے لفظ یا اللہ تعالیٰ کے کسی نام کے ساتھ پکارتا ہے تو یہ بھی کفر ہے جیسا کہ فتاویٰ ظہیریہ میں مرقوم ہے۔ اور اس سے یہ فائدہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص مخلوق کو یا عزیز وغیرہ کے لفظ سے پکارے گا تو یہ کفر ہوگا۔

لے یہ حدیث مستدرک حاکم میں اور ترمذی شریف میں بھی ہے اور امام ترمذی نے اس کو حسن بھی کہا ہے اگرچہ اس کی توجیہہ بھی ممکن ہے لیکن اکثر محدثین اس روایت کو قابل اعتماد نہیں خیال کرتے۔ اور آدم و حوا کی طرف شرک کی نسبت درست نہیں۔ آیت میں جعلا تثنیہ کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد مطلق بیوی خاوند ہیں عام طور پر انسانی ذہنیت کو بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ امام ابوبکر جصاص نے لکھا ہے :۔

قال الحسن وقتادۃ الضمیر فی جعلا شرکاء للنفس وزوجہ من ولد آدم لا الی آدم و حواء۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۴۲)

امام حسن بصری اور قتادہ رحمہما اللہ نے کہا ہے کہ جعلا کی ضمیر نفس اور اس کے جوڑے کی طرف راجع ہے جو اولاد آدم علیہ السلام سے ہیں نہ کہ حضرت آدم اور حواء علیہما السلام ہی کی طرف۔

۱۲ سواتی

قال للمخلوق یا عزیز ونحوہ یکفر الا
ان اراد بہما المعنی اللغوی لا الخصوص
الاسمی، والاحوط ان یقول یا عبد العزیز
انتہی قال علیہ الصلوۃ والسلام لا
تقولن احدکم عبدی وامتی کلکم
عبید اللہ وکل نسائکم اماء اللہ
ولکن لیقل غلامی وفتای وجاریتی
وفتاتی، ولا یقل العبد ربی ولکن
لیقل سیدی ،

اِلّا یہ کہ اس سے مراد اس کی صرف لغوی معنی ہو۔ خاص نام والا
مفہوم نہ ہو۔ پھر بھی احتیاط تو اسی میں ہے کہ عبدالعزیز وغیرہ کے
لفظ سے پکارے۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ سلّم کا فرمان ہے۔ کہ
تم میں سے کوئی شخص بھی اپنے غلام یا لونڈی کو عبدی (میرا بندہ)
یا امتی (میری بندی) کے لفظ سے نہ پکارے۔ کیونکہ تم سب اللہ
کے بندے ہو۔ اور تمہاری سب عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں۔ بلکہ
چاہیئے کہ اس طرح انکو پکارے۔ اے غلام یا اے جوان اور اے لڑکی
یا اے لونڈی کے لفظ سے پکارے۔ اور کوئی غلام بھی اپنے مالک
کو ربی (اے میرے رب) کے لفظ سے نہ پکارے، بلکہ یوں کہے
سیدی، اے آقا۔

وفی شرعۃ الاسلام لا یسمی الولد
بعبد فلان لان العبد انما ھو للہ
عزوجل، ولا یجوز التسمیۃ لما
فیہ تزکیۃ نحو الرشید والامین
والطاہر والمعصوم والبرۃ لقولہ
تعالیٰ " اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یُزَکُّوْنَ
اَنْفُسَھُمْ بَلِ اللّٰہُ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ "
" وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ
مَا زَکٰی مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّ
لٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ
عَلِیْمٌ " وقولہ " ھُوَ اَعْلَمُ بِکُمْ اِذْ
اَنْشَاَکُمْ (خلقکم) مِّنَ الْاَرْضِ وَ
اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّۃٌ (جمع جنین) فِیْ

اور کتاب شرعۃ الاسلام میں یہ مسئلہ لکھا ہُوا ہے۔ کہ کوئی شخص اپنے
بیٹے کا نام عبد فلاں (وغیرہ) نہ رکھے کیونکہ عبد (یا بندہ) تو اللہ
تعالیٰ کا ہے، لہٰذا عبدیت کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف ہی
ہونی چاہیئے اور کسی کی طرف درست نہیں اور اسی طرح ایسا نام
بھی رکھنا درست نہیں جس میں اس نام والے کی اپنی پاکیزگی اور
برتری اور پاکبازی کا اظہار ہو۔ جیسا کہ رشید، امین، طاہر، معصوم
برۃ (نیک) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ جیسا کہ سورۃ نساء آیت
۴۹ میں ہے اے پیغمبر (صلے اللہ علیہ وسلّم) کیا آپ نے ان لوگوں کو
نہیں دیکھا جو پاکباز بنتے ہیں۔ یوں نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ جس کو چاہے پاکیزہ بنادے۔ اور سورۃ نور آیت ۲۱ میں ہے
کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو نہ پاک ہوتا
اس گناہ سے تم میں سے کوئی بھی لیکن اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے پاک
صاف کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا

بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْا (لا تطہروا) اَنْفُسَكُمْ (من الذنوب ولا تنصفوا بکثرۃ الصفات الحمیدۃ والتصدق و) هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى"

ہے۔ اور سورہ نجم آیت ۳۲ میں ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ تم کو اس وقت اچھی طرح جانتا ہے جب اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے لہٰذا تم خودستائی مت کیا کرو کہ اپنے آپ کو گناہوں سے پاک خیال کرو اور بکثرت اپنے لئے اچھے اوصاف اور بہت خیرات کرنے والا بیان کرتے رہو) وہ خدا ہی خوب جانتا ہے اس کو جو پرہیزگار ہے۔

وقوله عليه الصلوٰة والسّلام لبرة بعد تولها سميت برة لا تزكوا انفسكم الله اعلم باهل البر منكم فسماها زينب۔

نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا فرمان اس عورت کے لئے جس کا نام پہلے برّہ رکھا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا اپنی ستائش مت کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ تم میں سے پاکیزگی والے کون ہیں پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے اس عورت کا نام بدل کر زینب رکھدیا۔

وقوله عليه السّلام من كان منكم مادحًا لامحالة فليقل احسب فلانًا والله حسيبه ان كان يرى ذالك انه كذالك . ولا يزكي على الله احدًا متفق عليه۔ و

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا فرمان بھی ہے کہ جو شخص تم میں سے کسی کی تعریف کرنا چاہتا ہو تو اس کو یوں کہنا چاہیئے کہ میں فلاں کے بارہ میں گمان اور خیال کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی اس کے لئے کفایت کرنے والا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی شخص کی پاکیزگی اور ستائش کا اس طرح قطعی اظہار نہ کرے کہ فلاں یوں ہے اور وں ہے۔

كذالك ملك الاملاك وبالفا رسية شهنشاه وقال عليه الصلوٰة والسلام ابغض الاسماء عند الله رجل يسمى ملك الاملاك لا ملك الا الله عزّ وجل۔

نیز ملک الملوک اور شہنشاہ بھی کسی پر نہیں بولنا چاہیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ترین نام یہ ہے کہ کسی کو ملک الملوک شہنشاہ کے نام سے پکارا جائے۔ کیونکہ بادشاہوں کا بادشاہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے کسی اور کے لئے اس لفظ کا استعمال درست نہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے ــــــــ کہ عبد کے لفظ کے دو معنے ہوتے ہیں

وما قيل ـــ ان للفظ العبد معنيين المتصف بالعبودية وبمعنى المملوك وهو المراد في عبد النبي

ایک معنی عبودیت (بندگی) کے ساتھ جو متصف ہو۔ اور دوسرا معنی عبد کا مملوک ہوتا ہے اور عبد النبی اور عبد الرسول وغیرہ

وعبد الرسول. اعنی ھذا الابن مملوك النبی اوالرسول والنبی اوالرسول مولاہ، واطلاق المولی علی الرسول، والمملوك علی المسمی بطریق الاستعارة جائز۔

یہاں بھی دوسرا معنی مراد ہے۔ یعنی مراد یہ ہوگی کہ یہ لڑکا نبی یا رسول کا مملوک ہے اور نبی اور رسول اس کا مولیٰ اور آقا ہے اور مولیٰ کے لفظ کا اطلاق رسول پر اور مملوک کے لفظ کا اطلاق اس پر جس کا نام رکھا گیا ہے بطور استعارہ کے جائز ہے۔

مدفوع ـــــ اما اولاً فلما ذکر فی المرقات، وشرعة الاسلام والاحتجاج الی التوجیه بعد النقل من الکتب. وایضاً المراد من المملوك اما المملوك حقیقة الذی یجوز بیعه وعتقه ولو ابعد فهو غیر مستقیم اذ لیس فی کتب من الفقه انه یجوز للرسول علیه السلام بیع احد من الحر ثم فیکون المراد منه کالمملوك وهو مجاز فی مجاز ولا شاهد له۔

اس کا جواب ـــــ یہ ہے کہ اولاً جب مذہب کی معتبر کتب (مرقات و شرعۃ الاسلام وغیرہ) سے صراحت کے ساتھ منقول ہے کہ ایسا نام رکھنا درست نہیں تو پھر کسی توجیہ کی ضرورت نہیں ثانیاً ہم کہتے ہیں کہ مملوک سے مراد یا تو حقیقۃً غلام ہوگا جس کا بیچنا اور آزاد کرنا درست ہو تو یہ معنے تو یہاں مراد نہیں کیونکہ فقہ کی کتب میں یہ کہیں بھی نہیں لکھا ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی آزاد آدمی کو فروخت کرنا جائز ہے، تو لامحالہ مملوک سے مراد ہوگا مملوک کی طرح (خدمت گذار وغیرہ) اور یہ مجاز در مجاز ہے، اور اس کے لئے کوئی شاہد نہیں۔

وقول علی کرم الله وجهه انا عبد من علمنی حرفا ان شاء باع وان شاء اعتق من باب التواضع ـــ وکم من عائب قولاً صحیحاً وآفته من الفهم السقیم ولفظ بخش ان کان مرخم بخشنده یکون معناه ابنی موهوب للپیر

اور حضرت علیؓ کا قول جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ میں تو اس شخص کا غلام ہوں جس نے مجھ کو ایک حرف بھی سکھلایا ہے۔ اگر چاہے تو بیچ دے۔ چاہے تو آزاد کر دے۔ یہ قول باب تواضع سے یعنی ازراہ تواضع و انکساری حضرت علیؓ نے ایسا فرمایا۔ اس سے مراد حقیقی معنی نہیں صرف یہ بتانا مقصد ہے کہ استاذ کا حق بڑا ہوتا ہے متنبی کا یہ شعر ہے کہ بہت سے لوگ ایک صحیح بات کو غلط سمجھتے ہیں اور اس کی بیماری سب فہم ناقص کی وجہ سے ہوتی ہے۔

والپیر واھبه، فالترکیب علی ھذا یکون ترکیبًا اضافیًا یعنی بخشیدہ شدہ پیر، فیکون مخالفًا للاٰیةِ "یَھَبُ لِمَنْ یَّشَاءُ اِنَاثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَاءُ الذُّکُوْرَ" والتخیم فی الالفاظ الفارسیة شائع ذائع کما قال الشیخ السعدیؒ کورمقری بخوابے چشم روشن۔ یعنی کور مادرزاد نہ بیند بخواب چشم روشن فکذا لفظ بخش۔

اور لفظ بخش اگر بخشیدہ شدہ کا مخفف ہے تو اس کا معنیٰ ہوگا کہ میرا بیٹا پیر کا بخشا ہوا ہے، تو پیر بخشنے والا ہُوا۔ اور یہ معنیٰ تو اس آیت کے بالکل خلاف ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سورۃ شوریٰ آیت ۴۹ کہ اللہ تعالیٰ ہی بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں اور بیٹے، اور فارسی زبان میں بھی الفاظ کی یہ تخفیف ثابت ہے جیسا کہ سعدیؒ کے کلام میں یہ تخفیف پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ سعدی کا یہ قول ہے کورمقری بخوابے چشم روشن۔ یعنی مادرزاد اندھا خواب میں اپنی آنکھ کو روشن دیکھتا ہے۔ یا یہ معنیٰ ہے کہ خواب میں بھی اپنی آنکھ کو روشن نہیں دیکھتا۔

وان کان ھذا الترکیب من قبیل الترکیب التوصیفی ویکون الپیر موصوفًا وبخش صفة له یکون معناہ ابنی پیر بالمعنی اللغوی۔ موھوب وھبه اللہ تعالیٰ والپیر بالیونانیة المحب والعربیة معروف بالھندیة الاخ۔ ولا وجه للاخیرین ھھنا ولقی الاول۔ لکن الکلام فی الھندیة لا الیونانیة۔ وان کان مرخم بخشندہ فمخالفته للاٰیة اظھر من ان یخفی۔ ولا عبرة بما شاع وذاع بین الناس لان العبرة لما ثبت فی الکتاب والسنة والاجماع

اور اگر یہ ترکیب توصیفی ہو۔ کہ پیر موصوف ہو۔ اور بخش اس کی صفت ہو، تو پھر معنیٰ ہوگا کہ میرا بیٹا پیر ہے بخش کا لغوی معنیٰ بخشا ہُوا یعنی خدا نے اس کو بخشا ہے اور اگر یہ لفظ بخشندہ کا مرخم ہو تو پھر تو اس کا آیت کے مخالف ہونا اظہر من الشمس ہے اور پیر یونانی زبان میں محب کو کہتے ہیں اور عربی زبان میں بھی اس کا معنیٰ معروف مشہور ہے اور ہندی میں پیر بھائی کو کہتے ہیں اور یہاں پر عربی اور ہندی معنیٰ مراد نہیں ہو سکتا۔ باقی صرف یونانی زبان کا اعتبار ہو سکتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ بات تو ہندی زبان میں ہو رہی ہے نہ کہ یونانی زبان میں۔ بہرحال لوگوں میں جو اس قسم کے نام پھیلے ہوئے ہیں ان کا کچھ اعتبار نہیں اعتبار تو اس کا ہوگا جو چیز کتاب و سنت اور اجماع اور مجتہدین کے قیاس سے ثابت ہو۔ ہاں ان لوگوں کی بات حجت بن سکتی ہے جن کے حق میں پاکیزگی اور عصمت ثابت ہے۔

وقياس المجتهدين - الا الذين ثبت في حقهم التطهير او العصمة۔

(١٠) الشرك في الحلف

منها الشرك في الحلف وهو ان يحلف بغيره تعالى، ولا شك في بطلانه الا ترى الى قوله عليه الصلوٰة والسلام من حلف بغير الله فقد اشرك لانه قد اثبت له شريكاً في التعظيم وقوله عليه من الصلوات افضلها والتسليمات اكملها، من حلف فقال في حلفه باللات والعزى، فليقل لا اله الا الله۔ وقوله عليه من التحيات اسناها۔ والتعظيمات اعظمها من كان منكم حالفا فليحلف بالله او ليذر وقد مر بعض ما تعلق ههنا فانظر۔

(١٠) قسم میں شرک کا بیان

قسم میں شرک اس طرح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے نام سے قسم اٹھائے، ظاہر ہے کہ اس کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کے ساتھ قسم اٹھائی تو اس نے شرک کیا۔ کیونکہ اس قسم اٹھانے والے نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعظیم میں اس کو شریک ٹھہرایا ہے۔ نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ جس شخص نے لات اور عزیٰ کے نام سے قسم اٹھائی تو اسکو فوراً لا اله الا الله کہنا چاہیئے (کیونکہ اگر تعظیم سے قسم اٹھائی ہے تو پھر شرک ہوا۔ اس شخص کو تجدید ایمان کرنی چاہیئے۔ اور اگر تعظیم کے خیال سے قسم نہیں اٹھائی تو پھر بھی اس کے ناجائز ہونے میں شک نہیں کیونکہ مظنہ شرک ضرور ہے) نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص تم میں سے قسم اٹھاتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے قسم اٹھائے۔ یا پھر قسم نہ اٹھائے۔

(١١) الشرك في الذبح

منها الشرك في الذبح وهو ان يذبح شيئًا لغيره تعالى مثلا على قبر احد او بحر او نهر او غدير او بير او بناء او صنم

(١١) جانور کے ذبح کرنے میں شرک کا بیان

ذبح میں شرک اس طرح ہوتا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کے لئے ذبح کرے۔ مثلاً کسی قبر پر یا دریا کی تعظیم کے لئے یا نہر اور کسی حوض یا کوئیں یا کسی عمارت کی تعظیم کے لئے یا کسی بت کے لئے یا سلطان (بادشاہ) اور امیر کی آمد پر ان کی تعظیم

او لقد وم سلطانٍ او امیراٍ او اشجارٍ او اجمۃٍ فالذابح کافر والذبیحہ میتۃ، والامر فی بطلانہ، الاثری الی قولہ تعالیٰ بعد تعداد بعض المحرمات "وَمَا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ" بان ذبح علی اسم غیرہ بان نوی، و ان سمی عندہ، وقولہ عزوجل "وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ"۔ واحدہ الانصاب وھی احجار کانت منصوبۃ حول البیت یذبحون علیھا ویعدون ذالک قربۃ۔ وقیل ھی الاصنام اللتی نصبت للعبادۃ فعلی بدعنی اللام۔

کے لئے۔ یا درختوں کی تعظیم کے لئے یا کسی بن اور جنگل کی تعظیم کیلئے ذبح کرے۔ ایسی صورت میں ذبح کرنے والا کافر ہوگا اور یہ ذبح کیا ہوا جانور مردار ہوگا۔ دیکھو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بعض حرام چیزوں کو شمار کرنے کے بعد یہ فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو بھی حرام قرار دیا ہے جو چیز اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کے نام پر پکاری جائے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا غیر کے نام پر ذبح کرے۔ بایں طور کہ غیر کی نیت ہو، تو ذبح کرتے وقت خدا تعالیٰ کا نام لے ہر صورت میں وہ حرام ہوگی۔ نیز اللہ تعالیٰ نے استھانوں پر ذبح کیئے ہوئے جانوروں کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ نصب انصاب ان پتھروں کو کہتے ہیں جو بیت اللہ شریف کے گرد مشرکین نے رکھے ہوئے تھے۔ اور ان پر جانوروں کو ذبح کرتے تھے۔ اور اس کو قربت اور نیکی خیال کرتے تھے۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ انصاب سے وہ بت مراد ہیں جن کو مشرکین عبادت کے لئے مقرر کرتے تھے (بہرحال بت یا پتھر یا تکیہ یا کوئی ایسی جگہ جہاں خدا تعالیٰ کے سوا غیر کی تعظیم مقصود ہو یہ سب انصاب میں داخل ہیں)۔

والسر فیہ ان اراقۃ الدم و ازھاق الروح من ذی الروح لم یعرف قربۃ الا فی مکان مخصوص اوزمان مخصوص للذی وھب الدم والروح، فلا یجوزان یفعل لغیرہ جل شانہ، ومایذبح للاکل اوالبیع فھو مذبوح للّٰہ

اور اس میں راز کی بات یہ ہے کہ خون کا بہانا اور جان و روح کا نکالنا جاندار چیز کے جسم سے یہ قربت و نیکی اور عبادت نہیں سوائے مخصوص مکان یا مخصوص زمان کے یعنی یا تو یہ خاص مکان اور جگہ میں قربت ہوگی جیسا کہ حرم شریف میں ہدی وغیرہ کا ذبح کرنا یا خاص زمانہ میں قربت ہوگی جیسا کہ عیدالاضحٰی کے تین دنوں میں قربانی کے جانوروں کا ذبح کرنا قربت اور عبادت ہے اور ذبح کرنا اس ذات کے لئے جس نے خون اور روح بخشی ہے۔ لہٰذا

تعالیٰ - الا تری انهم یاکلون منه ولا یاکلون مما یذبح لقدوم الامیر مثلا - وهو الفارق علیٰ ما ذکر فی درالمختار ان شئت فطالعه

اس اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے لئے یہ ذبح کرنا جائز نہیں ہوگا باقی جو جانور عام طور پر کھانے کے لئے ذبح کیئے جاتے ہیں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ذبح کیئے جاتے ہیں۔
(چنانچہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے یہ شرط لگائی ہے کہ ایسے جانوروں کا گوشت مت کھاؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو۔)
درمختار میں اس مسئلہ کی پوری تشریح درج ہے، جو جانور کھانے کے لئے ذبح کیئے جاتے ہیں انکو لوگ کھاتے ہیں لیکن جو جانور امیر کی تعظیم کے لئے ذبح کیا جاتا ہے اس کو نہیں کھاتے۔ اور یہی فرق ہے اس قسم کے ذبح کئے ہوئے جانوروں کے جائز اور ناجائز ہونے میں مثلاً اگر کہا جائے کہ امیر یا سلطان کے آنے پر اتنی مقدار گوشت کو لے آؤ اور اسکو پکا کر کھلا دو۔ اگر ایسا کرنے کے لئے تیار ہو تو سمجھا جائے گا کہ واقعی یہ شخص ضیافت کرتا ہے لیکن اگر اس کے لئے وہ آمادہ نہ ہو اور جانور کو ضرور ہی ذبح کرے تو سمجھا جائیگا کہ اس کی غرض تعظیم تقرب ہے اس لئے یہ ناجائز ہوگا۔

(۱۲) الشرک فی التاثیر

منها الشرک فی التاثیر وهو ان یعتقد ان الماء یروی والطعام یدفع الجوع والسکین یذبح ویقطع العروق بالاستقلال وعلی هذا القیاس، والامر فی کونه مردودًا لانه لوکان کذالک لاروی الماء المستسقی ودفع الطعام الجوع البقری،

(۱۲) شرک فی التاثیر کا بیان!

شرک فی التاثیر یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص یہ اعتقاد کرے کہ پانی سیراب کرتا ہے اور کھانا بھوک کو دفع کرتا ہے اور چھری ذبح کرتی ہے اور رگوں کو کاٹتی ہے مستقل طور پر یعنی بالذات ان میں یہ تاثیر ہے، اور ظاہر ہے کہ اس عقیدے کے باطل اور مردود ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا کہ ان چیزوں میں بالذات تاثیر ہوتی تو پانی ضرور استسقاء کے مریض کو بھی سیراب کرتا اور کھانا جوع بقر والے کی بھوک کو بھی دفع کرتا۔ اور یقیناً چھری حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حلق

وقطع السکین حلق اسماعیل
علی نبینا وعلیهما الصلوٰة والسلام
مع ان تلك السکین قطع الحجر
بل کل ذالك بخلق الله عزوجل
بطریق جری العادة. وههنا لم
یجعل تلك الامور مؤثرة، و
کذالك حال الانبیاء والاولیاء
لیسوا بمستقلین فی التاثیر
الا تری الی نفی کشف الضر
من الملائکة وغیرهم،
"وان یمسسك (یا محمد
صلی الله علیه وسلم) الله
بضر فلا کاشف (لامزیل)
له الا هو- ونفی ازالة الخیر-
وان یمسسك بخیر (کصحة
وغنی فلاراد له) فهو علی کل
شیء قدیر" والزامه تعالی
لمن اعتقد التاثیر قل ارأیتکم
(اخبرونی) ان اتکم عذاب
الله (ههنا) او اتتکم الساعة
(هولها) اغیر الله تدعون ان
کنتم صادقین (فادعوه
فاجاب سبحانه وتعالی بنفسه)

کو کاٹتی جب کہ اسی چھری نے پتھر کو کاٹ دیا۔ لیکن اسماعیل علیہ
السلام کے گلے پر اثر نہ کر سکی بلکہ حقیقت یہ ہے یہ سب چیز
اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہی ظاہر ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دستور
ایسا ہے کہ پانی سے پیاس اور کھانے سے بھوک، اور چھری چلانے
سے کاٹنے کا عمل اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ظاہر ہوتا ہے یہ
چیزیں بالذات مؤثر نہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
اور اولیاء کرام بھی مستقل طور پر تاثیر کا اختیار نہیں رکھتے۔ کیا تم دیکھتے
نہیں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے سوا دوسرے
لوگوں سے خواہ وہ ملائکہ ہوں یا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ضرر
کو ہٹانے کی نفی کی ہے۔

سورۃ انعام آیت ۱۷ میں ہے کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اگر
اللہ تعالیٰ تجھے کوئی سختی یا تکلیف پہنچائے تو اس سختی کو اس کے سوا
کوئی زائل کرنے والا اور ہٹانے والا نہیں۔ اور اگر وہ تجھے کسی بھلائی
سے بہرہ ور کرے (جیسا صحت، غنا وغیرہ) تو اس کو کوئی رد کرنے
والا نہیں بس وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور
اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر اس طرح اتمام حجت کیا ہے جو اللہ کے
سوا غیروں کے لئے مستقل تاثیر کے قائل ہیں چنانچہ سورۃ
انعام آیت ۴۰ و ۴۱ میں ارشاد ہوتا ہے۔ آپ فرمائیے کہ مجھے
بتلاؤ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا کوئی عذاب آجائے۔ یا قیامت کی ہولناک
گھڑی آجائے۔ تو کیا تم خدا کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر تم سچے
ہو۔ (پھر پکارو اگر وہ تمہیں کچھ کام دے سکتے ہیں۔ پھر خود اللہ
تعالیٰ نے فرمایا) بلکہ تم تو اللہ تعالیٰ ہی کو شدائد میں پکارنے
لگو گے۔ پھر جس مصیبت کے لئے اس کو پکارتے ہو وہ اگر چاہتا

بَلْ اِیَّاہُ تَدْعُوْنَ (فی الشدائد) فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ (الٰی کشفہ عنکم) اِنْ شَاءَ (ولا یشاء فی الآخرۃ) وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِکُوْنَ"۔ (الھتکم فی ذالک الوقت)

تو اس کو دُور کر دیتا ہے اور ایسے حالات میں تم ان سب خود ساختہ معبودوں کو بھول جاتے ہو جن کو تم خدا تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے رہتے ہو۔

ونفی ملك قدر ذرۃ من خیر وشر۔ وامر نبیہ صلے اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم بان یقول لھم "قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ (بانفسھم واختیارھم) مِثْقَالَ (قدر) ذَرَّۃٍ (من خیر وشر وھی اقل المقادیر فلھذا ذکر وللمراد النفی رأسا) فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (فی امرما ذکرھما للعموم العرفی، اولان الھتھم بعضھا سماویۃ کالملائکۃ وبعضھا ارضیۃ۔ کعیسیٰ علیہ السلام والاصنام، اولان الاسباب الغریبۃ للشر والخیر سماویۃ وارضیۃ۔ وانکارہ تعالیٰ من اتخاذ ولایۃ من لایملك لنفسہ

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے سوا غیروں سے ایک ذرے کے برابر بھی خیر و شر کی ملکیت واختیار کی نفی کر دی ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے کہ آپ کہدیں (سورۃ سبا آیت ۲۲) کہ اے شرک کرنے والو بلاؤ ان کو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا معبود خیال کرتے ہو۔ وہ تو ایک ذرہ کے برابر بھی خیر و شر کے مالک نہیں (ذرہ کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ یہ کم سے کم مقدار ہے اور مراد مطلقاً نفی ہے کہ کسی قسم کا اختیار بھی ان کو حاصل نہیں) نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں (زمین و آسمان کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ عرف عام میں عموم اس طرح ہی سمجھا جاتا ہے۔ یا زمین و آسمان کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ ان کے بعض معبود سماوی ہیں جیسا کہ ملائکہ اور بعض ارضی ہیں جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر اصنام۔ یا زمین و آسمان کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ خیر و شر کے اسباب کچھ ارضی اور کچھ سماوی ہوتے ہیں) نیز اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو کارساز بنانے پر نکیر فرمائی ہے جو اپنے لئے بھی نفع و نقصان کے مالک نہیں۔ چنانچہ سورہ رعد آیت ۱۶ میں فرمایا آپ کہدیں کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا ایسے لوگوں کو کارساز بنا رکھا ہے جو اپنے لئے بھی نفع و نقصان کے مالک نہیں۔ اب ایسے لوگوں کی عبادت کرنا جو عابد کے لئے

نفعاً ولا ضراً" قل افاتخذتم
من دونه اولیاء لا یملکون
لانفسھم نفعا ولا ضرا"

عبادت کرنے کی صورت میں نفع پہنچانے پر قادر نہ ہوں اور ترک
عبادت پر نقصان نہ پہنچا سکیں۔ تو ایسوں کی عبادت کرنا ایسی
ذلت ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی ذلت متصور نہیں ہو سکتی۔

والعبادة لمن لا یملك للعابد
النفع علی التقدیر العبادة والضر
علی ترکھا مذلة لیس فوقھا اخری
وانکارہ عبادته "قل اتعبدون
من دون اللہ ما لا یملك لکم
ضرا ولا نفعا واللہ ھو السمیع
العلیم" ونفی الممسك لما فتح
اللہ تعالی والمرسل لما امسك
عزوجل" ما یفتح اللہ للناس
من رحمة فلا ممسك لھا و
ما یمسك فلا مرسل له من
بعدہ وھو العزیز الحکیم"
وملك شیئ والعقل "ام اتخذوا
من دون اللہ شفعاء قل اولو
کانوا لا یملکون شیئا ولا یعقلون"
والتعجب من اخذ ما لا ینفع
ولا یضر شفیعا عند اللہ والعبادۃ
له "ویعبدون من دون اللہ
ما لا یضرھم ولا ینفعھم و
یقولون ھؤلاء شفعاؤنا

اور اللہ تعالی نے ان کی عبادت پر نکیر فرمائی ہے۔ سورہ مائدہ آیت
۷۶ میں ارشاد ہے آپ کہدیں کیا تم لوگ اللہ تعالی کے سوا ایسے
بے کسوں اور بے بسوں کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے لئے نقصان
اور نفع کے مالک نہیں۔ اور اللہ تعالی ہی ہر بات کو سننے والا اور
جاننے والا ہے۔ پھر خدا تعالی نے سورہ فاطر آیت ۲ میں فرمایا ہے
کہ جو کچھ اللہ تعالی لوگوں کے لئے کھول دے رحمت سے پس کوئی اسکو
روکنے والا نہیں۔ اور جس کو بند کر دے تو کوئی خدا تعالی کے سوا اس
کو کھولنے والا نہیں۔ وہی زبردست اور حکمت والا ہے۔ پھر
خدا تعالی نے ان کے معبودان باطلہ سے نفی کی ہے کہ وہ کسی چیز
کے مالک نہیں اور یہ کہ وہ تو عقل اور سمجھ بھی نہیں رکھتے چنانچہ سورۃ
زمر آیت ۴۳ میں ہے کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو سفارشی
بنالیا ہے۔ آپ کہدیں اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں یا نہ
سمجھ اور عقل ہی ہو تو کیا پھر بھی وہ تمہاری سفارش کریں گے۔ اور ان
لوگوں پر تعجب کا اظہار فرمایا ہے جو ایسی ہستیوں کو سفارشی بناتے ہیں
جو خدا تعالی کے سامنے کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں۔ اور
ان کی عبادت کرنا کس قدر تعجب انگیز ہے۔ سورۃ یونس آیت
۱۸ میں فرمایا۔ اور یہ لوگ اللہ تعالی کے سوا ان کی عبادت کرتے

عِنْدَ اللّٰہِ"۔

وتفنيه تعالى شفاعتهم و
اثباتها لمن شهد بكلمة التوحيد
مع التصديق القلبي بما شهد به
"وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ (لاحد)
اِلَّا (يملك الشفاعة) مَنْ
شَهِدَ بِالْحَقِّ (بكلمة التوحيد)
وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ"۔ (يصدقون
بقلوبهم ما شهدوا به) والرد
والكشف منهم ـ "وَاِنْ يَّمْسَسْكَ
اللّٰهُ بِضُرٍّ (كمرض وفقر) فَلَا
كَاشِفَ (رافع) لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاِنْ
يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ (كصحة وطيب
عيش) فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ
بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ
الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ"۔ والامر بنفي
الملك للنبي صلى الله عليه و
آله وسلم "قُلْ (يا محمد) لَآ
اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا
اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ" فكيف يملك
لغيرها "قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ

ہیں جو ان کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور نہ انکو کچھ نقصان دے سکتے ہیں
اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالےٰ کے نزدیک۔
اور خدا تعالیٰ نے ان کی شفاعت کی نفی فرمائی ہے۔ اور شفاعت
کا اثبات اس شخص کے لئے کیا ہے جس نے کلمہ توحید کی شہادت
دی۔ اور اس کے ساتھ قلبی تصدیق بھی ہو۔ چنانچہ سورۃ زخرف آیت
۸۶ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور نہیں مالک وہ جن کو یہ مشرک لوگ
پکارتے ہیں کسی کے لئے سفارش کرنے کے ہاں سفارش کرنے کا
اختیار اس کے لئے ہوگا جس نے حق یعنی کلمہ توحید کی گواہی دی۔
اور وہ اس کو جانتے بھی ہیں یعنی دل کے ساتھ اس کی تصدیق بھی
موجود ہے، تو ایسے لوگ ہی سفارش کر سکیں گے اور ایسے ہی
لوگوں کے حق میں سفارش کرنے کی اجازت بھی ہوگی۔ نیز اللہ
تعالیٰ نے تکلیف کو رد کرنے اور مصیبت کو ہٹانے کی نفی فرمائی
ہے۔ چنانچہ سورہ ہود آیت ۱۰۷ میں فرمایا ہے کہ اور اگر اللہ تعالےٰ
تجھکو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے (مثلاً بیماری یا فقر وغیرہ) تو کوئی بھی
اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو ہٹانے والا نہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو
کسی قسم کی بہتری پہنچانے کا ارادہ فرمائے (مثلاً صحت اور خوشگوار
زندگی وغیرہ) تو اس کے فضل کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنا
فضل اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔ اور وہ
بخشش کرنے والا اور مہربان ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ملکیت کی نفی فرمائی ہے، چنانچہ سورہ
اعراف آیت ۱۸۸ میں ارشاد ہوتا ہے کہ اے پیغمبر صلے اللہ علیہ
وسلم آپ کہہ دیں کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی نفع اور نقصان کا
مالک نہیں ہوں۔ مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے وہی ہوتا ہے۔ تو دوسروں

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ
ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ"۔

ونفی الاسماع من نبیه علیه
السلام "اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى
وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ (الدعوة)
اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ" والرمی الصادر
منه علیه الصلوة والسلام "وَمَا
رَمَيْتَ (یا محمد صلی الله علیه
وسلم بقبضة التراب فی وجوههم
الی اعینهم) اِذْ رَمَيْتَ (صورة)
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى" حتی انهزموا،
والهدایة التی کانت طریقته
"اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ
(اسلامه کابی طالب) وَلٰكِنَّ
اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ وَهُوَ
اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ" وازالة الضر
والرحمة "قُلْ اَفَرَاَيْتُمْ مَّا
تَدْعُوْنَ (تعبدون) مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ
بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖ
(عنی) اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ
هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ (عنی)

کے لئے نفع و نقصان کے مالک کیسے ہوں گے۔ چنانچہ سورہ مائدہ
آیت ۷۶ میں ہے کہ آپ کہہ دیں میں اپنے نفس کے لئے ضرر اور
نفع کا مالک نہیں، اللہ تعالیٰ ہی سننے اور جاننے والا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اسماع (سنانے) کی
نفی کی ہے سورہ نمل آیت ۸۰ میں فرمایا ہے بیشک آپ نہیں سنا
سکتے مُردوں کو اور آپ نہیں سنا سکتے بہروں کو پکار جبکہ وہ پشت
پھیر کر چلے جائیں۔ (یعنی درحقیقت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے سنانا
اور ہدایت عطا فرمانا) نیز اللہ تعالیٰ نے ان سنگریزوں کے بارے میں
بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نفی فرمائی ہے جن کو آپ نے پھینکا تھا۔
سورہ انفال آیت ۱۷ میں ارشاد ہوتا ہے کہ اے پیغمبر صلے اللہ علیہ
وسلم آپ نے نہیں پھینکا ان مٹھی بھر سنگریزوں کو (جن کو بظاہر
آپ نے ان کافروں کے چہروں اور آنکھوں کی طرف پھینکا تھا) لیکن
اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو پھینکا۔ یہاں تک کہ وہ کافر شکست کھا گئے
اور مغلوب ہو گئے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی نفی بھی
فرمائی حالانکہ ہدایت کرنا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا طریق اور
مشن تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سورہ قصص آیت ۵۶ میں فرمایا کہ
آپ نہیں ہدایت کر سکتے جس کو چاہیں (مثلاً ابو طالب وغیرہ کو) لیکن
اللہ تعالیٰ ہی ہدایت کرتا ہے جس کو چاہے اور وہ خوب جانتا ہے
ہدایت پانے والوں کو۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ضرر اور رحمت
کے ازالہ کے بارہ میں فرمایا ہے سورۃ الزمر آیت ۳۸ میں ہے
آپ کہہ دیں کہ اے شرک کرنے والو بتلاؤ جن کی تم پرستش کرتے
ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا، اگر اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے مجھے ضرر پہنچانے
کا تو کیا وہ جن کی تم پوجا کرتے ہو۔ اس ضرر کو مجھ سے ہٹانے کی طاقت

قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ عَلَیْہِ یَتَوَکَّلُ الْمُتَوَکِّلُوْنَ۔

رکھتے ہیں ؟ یا پھر اگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے نوازنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو مجھ سے روک سکتے ہیں، آپ کہدیں کہ کافی ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ اسی پر چاہیئے کہ بھروسا کریں بھروسا کرنے والے۔

والتحویل الی الغیر والملک "قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ (انّھا اٰلِھَۃٌ) مِنْ دُوْنِہٖ (کالملائکۃ وعیسیٰ علیہم السّلام) فَلَا یَمْلِکُوْنَ کَشْفَ الضُّرِّ عَنْکُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا (الی غیرکم فتعجبھم بقولہ) اُولٰٓئِکَ (الملائکۃ وغیرھم) الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ (یدعونھم آلھتہ) یَبْتَغُوْنَ (یطلبون) اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ (القربۃ بالطاعۃ) اَیُّھُمْ اَقْرَبُ (فا بتغاءہ اکبر) وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ" فکیف یکونون آلھتہ والخلق عنھم "اَفَمَنْ یَّخْلُقُ کَمَنْ لَّا یَخْلُقُ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ" واثبات کونھم امواتا ونفی العلم منھم "وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ (فا کدالاموات) غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ

اور اسی طرح مصیبت کو پھیر کر دوسرے کی طرف ڈال دینے کی نفی فرمائی ہے چنانچہ سورہ بنی اسرائیل آیت ۵۶-۵۷ میں فرمایا ہے۔ کہ آپ کہدیں پکارو ان کو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا معبود خیال کرتے ہو۔ (جیسے ملائکہ اور عیسیٰ علیہ السّلام وغیرہ) پس وہ تو مالک نہیں تم سے تکلیف کو دور کرنے کے۔ اور نہ اس کے مالک ہیں کہ اس تکلیف کو تم سے ہٹا کر دوسروں کی طرف پھیر دیں (پھر فرمایا کہ کیا یہ بات تعجب انگیز نہیں) کہ وہ لوگ جن کو یہ مشرک لوگ اپنے زعم باطل میں معبود خیال کرتے ہیں، وہ تو خود اپنے رب کی طرف وسیلہ کے متلاشی ہیں یعنی اطاعت کے ساتھ اس کا قرب چاہتے ہیں ہر ایک کی ان میں سے یہی خواہش ہے کہ اس کو زیادہ سے زیادہ اپنے رب کا قرب حاصل ہو۔ اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں۔ اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ تو وہ کیسے معبود بن سکتے ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ نے ان سے پیدا کرنے کی بھی نفی فرمائی ہے، سورہ نحل آیت ۱۷ میں فرمایا بھلا وہ ذات پاک جس کا کام پیدا کرنا ہے، وہ ان کی طرح ہو گی جو نہیں پیدا کر سکتے۔ کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے اور غور نہیں کرتے۔ نیز خدا تعالیٰ نے ان کے لئے مردہ ہونا ثابت کیا ہے اور ان سے علم کی نفی کی ہے، سورہ نحل آیت ۲۱ میں فرمایا کہ اور وہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو وہ تو کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اور حقیر سے حقیر چیز کو بھی نہیں پیدا کر سکتے وہ تو خود پیدا کئے ہوئے ہیں۔ وہ تو مردہ ہیں، زندہ نہیں اور ان کو اس کا شعور بھی

(متیٰ) يُبْعَثُوْنَ" وفود جهنم واصرار الكفرة على معصية الله تعالى وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى (معصية) رَبِّهٖ ظَهِيْرًا (معينا مصرا)

نہیں کہ وہ (مرنے کے بعد) کب دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ اور جہنم کی طرف وفد بن کر جائیں گے [1]

اور کافروں کے معصیت پر اصرار کرنے کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ سورۃ الفرقان آیت ۵۵ اور یہ لوگ پرستش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا ایسے بیکسوں کی جو ان کے لئے کسی قسم کے نفع و نقصان کے مالک نہیں۔ اور کافر اپنے رب کی نافرمانی پر بڑا دلیر اور اصرار کرنے والا ہے۔

ونفی ملك الضر والرشد عن ذات الرسول عليه الصلوٰة والسلام وآمر له به "قُلْ اِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا (رغيا) وَلَا رَشَدًا او المجير والملتجا "قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ (من عذاب الله) اَحَدٌ وَلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا (الملتجا) اِلَّا (ان لا ابلغ) بَلٰغًا (تبليغا كائنا) مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ"

اور خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ضرر اور ہدایت کے مالک ہونے کی نفی فرمائی ہے اور آپ سے اس کا اعلان کرایا ہے۔ سورۂ جن آیت ۲۱ میں فرمایا کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہدیں کہ بے شک میں نہیں مالک تمہاری گمراہی کا اور نہ تمہاری ہدایت کا۔ نیز آپ سے کسی پناہ دینے والے اور جائے پناہ کی نفی کی گئی ہے۔ اور یہ اعلان بھی کرایا۔ سورۂ جن آیت ۲۲،۲۳ میں ہے کہ آپ کہدیں اپنے بارہ میں کہ ہرگز کوئی بھی مجھ کو پناہ نہیں دے سکتا اللہ کی پکڑ سے اور میں کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کے سوا جائے پناہ نہیں پا سکتا مگر ہاں میرا کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچانا اور اس کے پیغامات کو ادا کرنا ہے (یعنی اگر میں اس تبلیغ میں اور رسالت...

---

[1] حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی اس کا ترجمہ اور تفسیر اس طرح کرتے ہیں: وہ (معبودین) مردے (بے جان) ہیں (خواہ دوامًا جیسے بت، یا فی الحال جیسے جو مر چکے ہیں یا فی المآل جو مریں گے مثلاً فرشتے اور جن اور عیسیٰ علیہ السلام وغیرہم) زندہ رہنے والے) نہیں پس خالق تو کیا ہوتے اور ان (معبودین) کو اتنی بھی خبر نہیں کہ (قیامت میں) مردے کب اٹھائے جاویں گے (بعض کو تو علم ہے ہی نہیں۔ اور بعض کو تعین معلوم نہیں اور معبود کے لئے علم تو محیط چاہیے خصوصاً بعث کا کہ اس پر جزا ہوگی۔ عبادت و عدم عبادت کی، تو اس کا علم تو معبود کے لئے بہت ہی مناسب ہے بس خدا کے برابر تو علم میں کیا ہوتے۔ بیان القرآن ج ۲۹ سوال

مرسلاته عطف علی اللہ و یبین جواب ان ما تبلہ و اثبات عجز المعبودات والعابدین مطلقاً یٰاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهٗ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ (تعبدون) مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ (لخلقه) وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ (لو اختطفت منهم شیئا من الطیب الذی یطلون الاصنام به) لَا یَسْتَنْقِذُوْہُ (لا یستخلصوہ منه) ضَعُفَ الطَّالِبُ (العابد) وَالْمَطْلُوْبُ (المعبود) فاذا کانوا عاجزین فکیف یکون التاثیر منهم منصوراً بالاستقلال۔

کے پیغامات کے پہنچانے میں کسی قسم کی کوتاہی کروں تو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی مجھے پناہ نہیں دے سکتا اور نہ کوئی جائے پناہ ہے)
آور خدا تعالیٰ نے معبودین اور عابدین کا عجز اس طرح ثابت کیا ہے۔ سورۃ الحج آیت ۷۳، اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی کان لگا کر سنو بے شک وہ لوگ جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا وہ تو ایک مکھی بھی نہیں پیدا کر سکتے اگرچہ سارے اکٹھے ہو جائیں اس کے پیدا کرنے کے لئے، پیدا کرنا تو کجا اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے (وہ خوشبو یا مٹھائی وغیرہ جو بتوں پر مشرک لوگ چڑھاتے ہیں) تو وہ اس کو چھڑا نہیں سکتے کس قدر کمزور اور بودا ہے عبادت کرنے والا اور جن کی عبادت کی جاتی ہے۔ جب وہ خود عاجز ہیں تو ان سے مستقل تاثیر کیسے متصور ہو سکتی ہے۔

فان قیل:۔ هذه الآیات نزلت فی الاصنام فکیف تعمیمها فیها وغیرها کالملائکة وعیسیٰ وعزیر (علیهما السلام) والاولیاء وغیرهم۔

اعتراض:۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ آیات تو اصنام کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں تم نے ان کی ان اصنام اور ان کے علاوہ دوسرے انبیاء مثلاً عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام اور ملائکہ اور اولیاءِ کرام کے بارہ میں کیسے تعمیم کر دی۔

قلنا:۔ لا عبرة لخصوص السبب بل العبرة لعموم اللفظ کما ذکر

جواب:۔ اصول فقہ میں یہ مسئلہ طے شدہ ہے کہ سبب کی خصوصیت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ بلکہ اعتبار الفاظ کی عمومیت کا ہوا کرتا ہے تو الفاظ عام ہیں جو ان سب کو شامل ہیں۔

فی اصول الفقه، مع انا قد ذکرنا فی اثناء الترجمة بعموم بعضها فتذکر، وقد نفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن نفسہ تملک شیئ بعد دعوة جمیع قبائل قریش بقولہ یا بنی عبد مناف لا املک لکم من اللہ شیئا الی ان قال لفاطمة یا فاطمة بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتقی اللہ و اعملی لا املک لک من اللہ شیئا، فاذا انتفی التاثیر عن ذاتہ المقدسة فعن غیرہ اولی۔

پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذات مبارکہ سے کسی چیز کے مالک ہونے کی نفی فرمائی ہے جبکہ آپ نے قریش کے تمام قبائل کو دعوت دی اور پھر ہر ایک سے خطاب فرمایا عام خطاب بھی اور خاص خطاب بھی آپ نے فرمایا اے بنی عبد مناف میں اللہ تعالے کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں (یعنی ایمان اور عمل ہی تمہیں فائدہ پہنچائیگا) پھر آپ نے اپنی پیاری بیٹی نوشہ جگر خاتون جنت حضرت فاطمہؓ سے یوں خطاب فرمایا۔ کہ اے فاطمہؓ بنت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ سے ڈرنا اور نیک عمل کرنا میں تمہارے لئے اللہ تعالےٰ کے سامنے کسی چیز کا مالک نہیں۔ تو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات مقدسہ سے تاثیر کی نفی کر دی تو دوسرے تو بطریق اولیٰ تاثیر کے مالک نہیں ہو سکتے۔

(۱۳) الشرک فی الاستعانة

(۱۳) شرک فی الاستعانت یعنی مدد طلب کرنے میں شرک کا بیان

منها الشرک فی الاستعانة و طلب الحوائج من الموتی والتوجه الیهم لینفعوا وهو من اقبح اقسامه لانه یؤدی الی خصوصیة العبادة والاستعانة به عز وجل ﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ ای نخصك بالعبادة والاستعانة

استعانت یعنی مدد طلب کرنے میں شرک اور مردوں سے حاجتیں طلب کرنے اور ان کی طرف توجہ مبذول کرنے میں شرک کا ارتکاب کرنا یہ شرک کی قبیح ترین صورت ہے کیا تم غور نہیں کرتے کہ عبادت اور استعانت تو اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے۔ سورۂ فاتحہ میں ہر نماز میں اللہ تعالی کے سامنے اقرار واعتراف کیا جاتا ہے کہ اے اللہ! ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور اپنی تمام حاجتوں میں صرف تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ (ایاک

فی الحوائج ولا نعبد غیرك ولا نستعین من غیرك ،ونفی المدد والنصرة من غیرہ تعالیٰ "وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ"، والشفاعة" مَالَكُمْ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ" وحصر النصرۃ فی ذاتہ تعالیٰ "وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ" وكفايته الله بكونه وليا ذا مدد ونصيرا "وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا"۔

تیرے سوا کسی کی عبادت کرتے ہیں اور نہ کسی سے مدد طلب کرتے ہیں (اس سے مراد غائبانہ اور ما فوق الاسباب استعانت ہے۔ کیونکہ ظاہری اور عالم اسباب کے تحت ایک دوسرے سے مدد طلب کرنا شرک نہیں) اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنی ذات کے سو غیر سے مدد اور نصرت چاہنے کی نفی فرمائی ہے چنانچہ سورۃ بقرۃ آیت ۱۰۷ میں فرمایا کہ اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی کارساز اور مددگار نہیں ، اور اسی طرح شفاعت کی نفی فرمائی سورہ سجدہ آیت ۴ میں ارشاد ہوتا ہے ، تمہارے لئے اس اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کارساز اور شفیع (سفارش کرنے والا) نہیں کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے۔ اور پھر خدا تعالیٰ نے نصرت کو اپنی ذات میں منحصر فرمایا ہے سورۂ انفال آیت ۱۰ میں ہے ، اور نصرت نہیں ، مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیشک اللہ تعالیٰ غلبے والا اور حکمت والا ہے۔ اور کفایت کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی خاص ہے کیونکہ وہ کارساز مدد کرنے والا اور نصرت دینے والا ہے ، سورہ نساء آیت ۴۵ میں ہے۔ اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کارساز اور کافی ہے اللہ تعالیٰ نصرت کرنے والا۔

واثبات ملك السموات والارض والاحياء والاماتة والامداد والنصرة له ـ والنفي عن غيرہ سمت تعالیٰ "اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۔ وانكار

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور ملکیت ، زندہ کرنا اور مارنا امداد ونصرت ، سب اسی اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں اور اس کے سو دوسروں سے خدا تعالیٰ نے ان چیزوں کی نفی فرمائی ہے۔ چنانچہ سورۂ توبہ آیت ۱۱۶ کا ارشاد ہے ، بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی ، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی کارساز اور مددگار نہیں پھر اللہ تعالیٰ نے کسی کو کارساز بنانے سے منع فرمایا ہے۔ سورۂ انعام

اتخاذ غیرہ جلت آلاءہٗ ولیاً
قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ (الحال) هُوَ
يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ (والمدد والشفيع
دونہ تعالی) لَيْسَ مِنْ دُوْنِهٖ
وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ،
وَذَكِّرْ (یا محمد الناس) بِهٖ
(بالقرآن مخافۃ) اَنْ تُبْسَلَ
(تسلم) نَفْسٌ (الی الھلاک) بِمَا
كَسَبَتْ (بسوء عملہا) لَيْسَ لَهَا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ
یدفع عنہا العذاب . وقرب
نصر اللہ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ.
ونفی نصرۃ غیرہ عم نوالہ ان خذل
اللہ سبحانہ وغلبۃ غیرہ ان نصر اللہ
اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ (کما فی بدر)
فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ
(کما فی احد) فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُ
كُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ (الخذلان) وَعَلَى اللّٰهِ
(خاصۃ) فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ.
ووصفہ تعالی لمن دعا بجعل الولی
من عند اللہ والنصر منہ اِذْ مَا لَكُمْ
لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ

آیت ۱۴ میں ہے ، آپ کہدیں ، کیا میں اللہ تعالی جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے کے سوا کسی اور کو کارساز بناؤں حالانکہ وہ اللہ تعالی ہی کھلاتا ہے اور اس کو نہیں کھلایا جاتا سورۂ انعام آیت ۵۱ میں ہے ۔ اور ان لوگوں کے لئے اس اللہ تعالی کے سوا کوئی کارساز اور سفارشی نہیں ان لوگوں کو سمجھا دیں تاکہ یہ لوگ بچ جائیں ۔ سورۂ انعام آیت ۷۰ میں ہے اور اے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم : آپ لوگوں کو اس قرآن کریم کے ذریعہ نصیحت و فہمائش کر دیں تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی نفس اپنی بد عملیوں کی وجہ سے ہلاکت کی طرف نہ سونپ دیا جائے ۔ پھر اس کے لئے اللہ تعالی کے سوا کوئی کارساز اور سفارشی نہ ہوگا ۔ جو اس سے عذاب کو ہٹا سکے ۔ پھر قرآن کریم میں اللہ تعالی کی نصرت کا ذکر ہے ، چنانچہ سورۃ بقرہ آیت ۲۱۴ ہے سو بیشک اللہ تعالی کی نصرت قریب ہے (نصرت صرف اللہ تعالی کی طرف سے ہی ہو سکتی ہے) ۔

اگر اللہ تعالی اپنی مدد روک لے اور رسوا کرے تو کوئی دوسرا نہیں جو امداد کر سکے ، چنانچہ سورۂ آل عمران آیت ۱۶۰ میں فرمایا ہے اگر اللہ تعالی تمہاری نصرت فرمائے (جس طرح بدر میں فرمائی تھی) تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ بے یار و مددگار چھوڑ دے جیسے کہ احد میں ، تو کون ہے جو اس کے بعد یاروں مددگار چھوڑ دینے کے بعد تمہاری امداد کر سکے ۔ اور اللہ تعالی پر ہی خاص طور پر ایمان والوں کو بھروسا کرنا چاہیئے ۔ اور اللہ تعالی نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو اللہ تعالی سے کارسازی اور نصرت کی دعائیں کرتے ہیں چنانچہ سورۂ نساء آیت ۷۵ فرمایا کہ ایمان والو ! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں لڑائی نہیں کرتے اور کمزوروں کو فریب سے

(فی تخلیص) المستضعفین
(عن ایدی الکفار وقال ابن
عباسؓ کنت وامی منھم) من
الرجال والنساء والولدان ان
الذین یقولون (ربنا) ربنا
اخرجنا من ھذہ القریۃ
الظالم (مکۃ الکافر) اھلھا
واجعل لنا من لدنک ولیا
(یتولی امورنا) واجعل لنا
من لدنک نصیرا۔ وقد
استجیب دعاءھم بان تیسر
لبعضھم الخروج الی المدینۃ
وجعل من بقی منھم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ناصرا
وولیا و سلب الولایۃ والنصرۃ
للنبی صلی اللہ علیہ وسلم من
کل احد لو اتبع اھواء الکفرۃ
"ولئن اتبعت (فرضا) اھواءھم
بعد الذی جاءک من العلم
ما لک من اللہ من
ولی ولا نصیر۔

ہاتھ سے چھڑانے کی کوشش نہیں کرتے۔ حالانکہ وہ کمزور مرد عورتیں
اور بچے کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس بستی (مکہ) سے جس
کے رہنے والے کافر ہیں نکال دے۔ اور ہمارے لئے اپنی طرف سے
کوئی ایسا متولی مقرر فرما دے جو ہمارے معاملات کی کفالت کرے۔
اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی خاص مدد کرنے والا مقرر فرمائے
چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی۔ بعض کے لئے خدا تعالیٰ نے مدینہ طیبہ کی
طرف نکلنے کا راستہ آسان کر دیا۔ اور باقیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے
اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مددگار اور معاون بنا دیا (مکہ فتح
کرانے کے بعد) اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم
سے فرمایا کہ کسی کی نصرت اور امداد آپ کو حاصل نہ ہو سکے گی اگر آپ
نے ان کافروں کی خواہشات کی پیروی کی چنانچہ سورہ بقرۃ آیت ۱۲۰
میں ہے۔ اگر بالفرض آپ نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی بعد اس
کے کہ آپ کے پاس علم آچکا ہے تو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی بھی
آپ کو بچانے والا نہیں ہو گا۔ اور نہ کسی طرف سے کوئی نصرت کرنے
والا ہو گا۔

والاستمداد والاستغاثۃ التی
جاء فی الاحادیث فصورتھا

باقی استمداد اور استغاثہ جس کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔ تو اس
کی صورت اور اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کامل شخص

ان يقول عند مرقد الكامل
كالنبي والشهيد والذي بشر
له بدخول الجنة "يا الهي ان
هذا الشخص محبوب ومقرب
لك في اعتقادي فسهل امري
فلاناً بحبه وبحرمته فهو جائز
بلا خلاف في حضور المرقد وعدمه
وبهذا اندفع ما يتراأى بين
احاديث الاستغاثة والآيات
النافية لها - واما ان قال يا نبي
الله مثلاً في الحالين اعطني ولداً
او حفظ علم او اشف مريضي
او سهل حاجتي كذا وكذا انفذ كفر
لانكاره القرآن وَمَا لَكُمْ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ
نیست برائے شما بجز خدا تعالیٰ کسے
مددکنندہ ونصرت دہندہ!
وان قال عند حضور مرقده
اے فلان اسئل من الله تعالى
ان يعطيني ولداً او حفظ علم
او سهل لي حاجة كذا او اشف
مريضي فهو مختلف فيه، فالبعض
قالوا بعدم جوازه، لكن في غير

مثلاً نبی یا شہید یا ایسا شخص جس کو جنت کے داخلہ کی بشارت سنائی
گئی ہو اس کے مرقد (قبر) پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں
دعا کرے۔ کہ یہ شخص تیرا محبوب اور مقرب ہے میرے اعتقاد میں
پس اس کی محبت اور اس کی حرمت و برکت سے میرے فلاں کام
کو آسان فرما دے تو اس قسم کی استمداد و استغاثہ بلا خلاف جائز ہے۔
خواہ قبر کے نزدیک ہو یا دور۔ اس توجیہ و تعبیر سے یہ اشکال رفع ہو
جاتا ہے۔ کہ قرآن کی آیات سے تو استغاثہ اور استمداد کی نفی معلوم
ہوتی ہے۔ تو احادیث میں اس کا جواز کیسے ہو گیا (کیونکہ استغاثہ
اور استمداد جو احادیث میں مذکور ہے اس سے مراد طریق مذکور
پر خدا تعالیٰ سے دعا کرنا ہے) اور اگر صورت ایسی ہے کہ قبر کے نزدیک
ہو یا دور لیکن یوں کہتا ہے۔ کہ اے اللہ کے نبی یا اے شہید آپ
مجھے بیٹا دیں۔ مجھے علم یاد کرا دیں یا میرے مریض کو شفا بخشیں یا میرا
فلاں کام اور ضرورت کو پورا کر دیں۔ تو ایسی صورت میں یقیناً ایسا
کہنا کفر ہو گا کیونکہ اس شخص نے صریح قرآن کریم کا انکار کیا سورۃ البقرۃ
آیت ۱۰۷ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ
کے سوا کوئی بھی کارساز اور مددگار نہیں اور یہ شخص اللہ تعالیٰ کے سوا
دوسری ہستیوں کو کارساز اور حاجت روا بنا رہا ہے۔ لہٰذا یہ کفر ہے۔
اور اگر کوئی شخص قبر پر حاضر ہو کر کہے کہ اے فلاں اللہ تعالیٰ سے دعا
کرو کہ وہ مجھے بیٹا دے یا مجھے علم حاصل اور یاد ہو جائے۔ یا میری فلاں
حاجت کو میرے لئے آسان کر دے۔ یا میرے مریض کو شفا دے
دے۔ تو اس طرح دعا کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض جواز کے
قائل ہیں اور بعض عدم جواز کے قائل ہیں لیکن عدم جواز ان لوگوں
کی قبروں پر ہے جو ان کے علاوہ ہیں جن کا ذکر ہم نے پہلے کیا ہے۔

ما ذكرنا لانهم جماد لاحيوة
لهم من كل وجه وليس لنا
علم بانتقالهم بالايمان لان خوف
الزوال باقٍ في حق كل من سوا
من ذكرنا ، وشعورهم وعلمهم
بالزائر في كل وقت يزور ر و
ردالحال ، في بعض الاحاديث
ثبت التوقيت وفي بعضها
الاطلاق ، وجهل التاريخ حتى
يثبت النسخ والقطع على كونهم
مغفورين ، والاستعانة بهذا
الطريق موقوفة على الايمان
قطعًا والشعور والعلم بالزائر
في كل وقت يزور وكون المزور
مغفورًا قطعًا - ولا يدل دليل
على المغفورية قطعًا فكيف يجوز
الاستعانة بالطريق المذكور -

(یعنی انبیاء ، شہداء اور وہ لوگ جن کو جنت کی بشارت خدا تعالیٰ
اور اس کے رسول کے فرمان سے مل چکی ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے
لوگوں کی قبروں پر اس قسم کی دعا کرنا جائز نہیں) اور اس کی وجہ یہ ہے
کہ یا تو یہ بالکل بے جان ہستیاں ہوں گی اور ان میں کسی قسم کی حیات
نہیں اور اگر وہ ذی حیات ہوں ، تو پھر ان کا اس دنیا سے ایمان کے
ساتھ منتقل ہونا ہمیں معلوم نہیں ، کیونکہ سوائے انبیاء علیہم السلام اور
ان لوگوں کے جن کے بارے میں بشارت وارد ہو چکی ہے باقیوں
کے حق میں زوال ایمان کا خوف باقی ہے۔ پھر قبر پر آنے والے اور
زیارت کرنے والے کے متعلق انکو ہر وقت اس کا علم ہو اس کا بھی
یقین نہیں دراں حالیکہ بعض احادیث میں ان کا سننا اور جاننا خاص
اوقات کے ساتھ موقت معلوم ہوتا ہے ، اور بعض احادیث میں
اطلاق ہے۔ تاریخ کا پتہ نہیں تاکہ نسخ ثابت کیا جا سکے اور پھر ان کا
مغفور ہونا بھی قطعی طور پر ثابت نہیں اور اس طریقہ سے دعا اور استعانت
موقوف ہے قطعی ایمان پر ، اور ساتھ یہ بھی کہ زائر کا انکو علم و شعور بھی ہو
جس وقت وہ زیارت کے لئے آتا ہے ، اور جس کی زیارت کی جا رہی ہے
وہ قطعی مغفور ہو ، اور کوئی قطعی دلیل نہیں جس سے ان کے مغفور ہونے کا قطعی
یقین ہو ، تو اس طریق سے استعانت کیسے درست ہو گی (کیونکہ یہ طریق
دراصل شفاعت ہے اور شفاعت کے لئے وہ شرائط ہیں جن کا ذکر
کیا گیا ہے ، تو اس طرح دعا کرنی درست نہ ہو گی)

وبعضهم مالوا الى جوازها بهذا
الطريق لانهم يقولون للاولياء
بعد الممات قربًا مثل الحيات
او ازيد منه ، فلا بعد لعلهم يعرض

اور بعض علماء کا میلان اس طرف ہے کہ اس طریق پر دعا کرنی درست ہے
کیونکہ ان کا خیال ہے کہ اولیاء کرام کو مرنے کے بعد بھی قرب حاصل ہوتا
ہے ، زندگی کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ یعنی اللہ تعالیٰ کا تقرب
ان کو حاصل ہوتا ہے ، تو کیا بعید ہے کہ کسی سائل کی حاجت کو وہ اللہ تعالیٰ

حاجۃ السائل فی جنابہ تعالیٰ ویصل فی معرض القبول وتحصل الحاجۃ من جنابہ تعالیٰ ولیس لھم فعل ولا تصرف فی الحالین الا للہ عزوجل، والارواح باقیۃ لا فناء لھا، والتصرف الحقیقی لیس الا للہ تعالیٰ فلا بعد فی ان یُعطی احد شیئًا بوسیلۃ واحد منھم بما نتہ کانت لھم عند اللہ تعالیٰ، واما الاستعا بھذا الطریق عند غیبتہ عن المرقد فھو کفر یقتضی ادعاء علم الغیب للموتی" وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ" ولا یعلم الغیب الا اللہ"۔

کی بارگاہ میں پیش کر دیں اور وہ شرف قبولیت حاصل کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اسکی حاجت پوری ہو جائے۔ اب دونوں حالتوں میں ان اولیاء کرام کو کوئی اختیار اور تصرف تو حاصل نہیں اختیار اور تصرف تو ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اور ارواح پر تو فنا نہیں وہ تو باقی رہتی ہیں اور حقیقی تصرف تو صرف اللہ تعالیٰ کا ہے تو اس میں کیا بعد ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی حاجت براری فرما دیں کسی کے وسیلہ سے اور اس کے اس مرتبہ کے طفیل سے جو اسکو اللہ تعالیٰ کے ہاں حاصل ہے لیکن اس قسم کی دعا قبر سے دور رہ کر اور غائبانہ کرنی جائز نہیں بلکہ یہ کفر ہوگا کیونکہ ایسی صورت میں دعا کرنے والا گویا مردوں کے لئے غیب کا ادعاء کرتا ہے۔ اور یہ کفر ہے۔

چنانچہ سورہ انعام آیت ۵۹ میں ہے کہ اسی اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں خزانے یا چابیاں غیب کی اس کے سوا انکو کوئی نہیں جانتا اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا عالم الغیب کوئی نہیں۔

والاول مذھب جمھور الفقھاء ومخالفۃ البعض فی مقابلتھم لا یعتبر کما ھو مذکور فی الھدایۃ

اور پہلا مسلک [1] جمہور فقہاء کرام کا ہے۔ اور بعض کی مخالفت جمہور کے مقابلہ میں معتبر نہیں جیسا کہ ہدایہ اور جامع الرموز میں مذکور ہے۔ اور یہ مخالفت بے اختلاف نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری کے باب وقف میں یہ

---

[1] قول مذہب جمہور الفقہاء۔ مؤلف کا یہ قول محل غور ہے۔ یہ تسامح پر مبنی ہے اور صحیح نہیں۔

اولاً:- اس لئے کہ مالکی، شافعی، اور حنبلی فقہاء کرام تقریباً سبھی سماع موتی کے حق میں ہیں اور فقہاء احناف کا ایک معتدبہ گروہ بھی سماع کا قائل ہے۔ تو مجموعی حیثیت سے جمہور فقہاء کرام سماع موتی کے حق میں ہیں نہ کہ مخالف اور ان کا اختلاف اختلاف ہے نہ کہ خلاف اور یہ اختلاف معتبر ہے مردود نہیں۔

ثانیاً:- ہدایہ اور جامع الرموز وغیرہ میں باب الایمان کے سلسلہ میں جو بات بیان ربانی حاشیہ ص۱۱۵ پر)

وجامع الرموز وهذا اخلاف — بیان کیا گیا ہے، کہ جس پر جمہور کا اجماع ہو جائے، اس کے خلاف
ولیس باختلاف، فی وقف — بعض کی مخالفت کا کچھ اعتبار نہیں ایسی صورت میں ایسے متروک
الحماد بیتز فیما اجتمع الجمهور — اور مہجور قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں کیونکہ اس سے ضرر و نقصان

(صفحہ ۱۱۳ کا بقیہ حاشیہ) کی گئی ہے، وہ عرف پر مبنی ہے۔ اس کو اختلافِ مسئلہ کے حق میں حرفِ آخر سمجھنا بالکل غلط ہے۔

ثالثاً :- یہ بات ٹھیک ہے کہ جمہور کے مقابلہ میں بعض کا قول متروک و مہجور ہے۔ اور اس پر فتویٰ کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی لیکن سماعِ موتیٰ کے مسئلہ کی نوعیت یہ نہیں ہے کیونکہ یہاں جمہور سماع کے حق میں ہیں۔ اور ان کا اختلاف معتبر ہے۔ اور ان کا فتویٰ بھی امت کے لئے قابلِ قدر اور درست ہے، اس مقام پر مسئلہ سماعِ موتیٰ کی کسی قدر تفصیل ضروری ہے تاکہ حقیقتِ حال زیادہ واضح ہو جائے۔

تفصیل مسئلہ سماعِ موتیٰ :- یہ ایک پیچیدہ اور مشکل سا مسئلہ ہے جس میں اکابر علماء اور سلف صالحین باہم مختلف ہیں۔ اور حضرات صحابہ کرامؓ کے وقت سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ چنانچہ ایک طرف ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہیں جو سماعِ موتیٰ کا انکار کرتے ہیں، اور دوسری طرف امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطابؓ اور ان کے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور دیگر حضرات ہیں جو سماعِ موتیٰ کے قائل ہیں، اس لئے ایسے مسئلہ میں کسی ایک جانب شدت اختیار کرنی اور دوسری جانب والوں کو باطل، گمراہ یا بدعتی وغیرہ کہنا انتہائی درجہ کی جسارت بے جا ہوگی جو کسی طرح درست نہیں اور یہ غلو ہے۔ ایسے علمی مسائل میں ہر ایک کو حق حاصل ہے کہ دلائل پر نظر رکھتے ہوئے کسی جانب کو راجح، اصح یا اقوی قرار دے، یہ تو درست ہے جیسا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے عدمِ سماع کو راجح اور اقوی اور اصح فرمایا ہے[1] لیکن دوسری جانب صحیح اور قوی بھی فرمایا ہے، اور اس کے ساتھ ہی مسئلہ میں قطعی فیصلہ کو محال فرماتے ہیں اس لئے اس مسئلہ میں کسی پہلو میں شدت اختیار کرنی درست نہ ہوگی۔ اعتدال کی راہ اختیار کرنی بہتر ہے۔ حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں مردے سنتے ہیں یا نہیں صحابہؓ کے اقوال اس میں مختلف ہیں حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ (باقی حاشیہ صفحہ ۱۱۵ پر)

---

[1] جیسا کہ کوکب الدری میں منقول ہے حضرت عمرؓ کی روایت وما انت بمسمع من فی القبور کی تفسیر حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بعلم منہم سے کی ہے، اور پھر فرمایا ہے، فالظاهر انکار السماع وهو الاصح عندنا پس ظاہر سماع سے انکار ہی ہے اور یہی بات ہمارے نزدیک زیادہ اصح ہے (کوکب الدری ج ۱ ص ۳۱۵) ۱۲- سواتی

علیہ لا یعتبر مخالفۃ البعض — بہت زیادہ اور عام ہوگا۔
ولا یجوز ان یفتی بقول المہجور
لان ضرر ذلک اعم واتم۔

(صفحہ ۱۱۴ کا بقیہ حاشیہ) اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سماع کے قائل ہیں حضرت عائشہؓ اس کی منکر ہیں ان کا انکار صرف قیاس و عقل پر مبنی نہیں بلکہ وہ اپنے دعوی پر آیات ذیل سے ثبوت پیش کرتی ہیں (۱) اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی :۔ (نمل) اے پیغمبر تو مُردوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتا (۲) وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ۔ (فاطر) اور نہ ان کو سنا سکتا ہے جو قبروں میں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مُردے موت کے بعد سماعت سے محروم ہیں (الّا یہ کہ بعض خاص حالات میں انکو کوئی خاص آواز سنا دی جائے۔ (سیرت عائشہ صدیقہ ص ۲۲۹)

اور حضرت مولانا گنگوہیؒ فرماتے ہیں اور قبور اولیاء اللہ سے دعا چاہنا ہی مسئلہ مختلف فیہا ہے جن کے نزدیک سماع موتی ثابت ہے وہ جائز کہتے ہیں اور جو انکار سماع کا کرتے ہیں وہ لغو کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ سنت سے اس طرح دعا کرانا ثابت نہیں لہذا بدعت ہے۔ بندہ کے نزدیک مختلف فیہا مسائل میں فیصلہ نہیں کر سکتا البتہ احوط کو پسند کرتا ہوں فقط والسلام (فتاوی رشیدیہ ص ۲۶۲ مطبوعہ کراچی)

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں" اور تفصیل یہ ہے کہ استمداد تین قسم کا ہے ایک یہ کہ اہل قبور سے مدد چاہے اسکو سب فقہاء نے ناجائز لکھا ہے دوسرے یہ کہ کہے اے فلاں! خدا تعالیٰ سے دعا کر کہ فلاں کام میرا پورا ہو جائے یہ مبنی ہے اوپر مسئلہ سماع موتی کے، جو سماع موتی کے قائل ہیں ان کے نزدیک درست ہے اور دوسروں کے نزدیک ناجائز۔ اس کو شیخ (عبدالحق محدث دہلویؒ) نے لکھا ہے۔ وان الاستمداد باھل القبور الی قولہ فقد انکرہ کثیر من الفقہاء الخ انبیاء علیہم السلام کو اسی وجہ سے مستثنیٰ کیا کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ تیسرے یہ کہ دعا مانگے الٰہی بحرمت فلاں میرا کام پورا کر دے، یہ بالاتفاق جائز ہے اور تمام شجروں میں موجود ہے۔ اسی وجہ سے اقوال علماء میں اختلاف ہے، کہ استمداد لفظ مشترک ہے کسی نے کسی کو لیا اور کسی نے کسی کو، قول ہر ایک کا اپنے معنی و مراد پر صحیح ہے فقط (فتاوی رشیدیہ ص ۲۳۰ طبع کراچی) استعانت باہل القبور کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں جواب اس مسئلہ کی پہلے تحریرات ہو چکی ہیں کہ مائۃ مسائل و اربعین مسائل مولانا محمد اسحٰق صاحب مرحوم دہلوی کو دیکھئے چونکہ اب بندہ سے سوال کیا گیا ہے، تو جواب مختصر معروض ہوا۔ استعانت کے تین معنی ہیں (۱) ایک یہ کہ حق تعالیٰ سے دعا کر

(باقی حاشیہ ص ۱۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں)

قال الحامدُ ذکر فی الدرر خلاف الواحد فی مسئلۃ لایکون معتبرًا و یکون رداً علیہ کذا

چنانچہ حامدؒ نے بیان کیا ہے کہ درر میں یہ بات کہی گئی ہے کہ کسی مسئلہ میں ایک شخص کا اختلاف باقی فقہاء کے ساتھ معتبر نہیں ہوگا۔ بلکہ اس شخص پر رد کر دیا جائیگا۔ غایۃ التحقیق میں اسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔

(صفحہ ۱۱۵ کا بقیہ حاشیہ) کہ بحرمت فلاں میرا کام کر دے یہ بالاتفاق جائز ہے، خواہ عند القبر ہو خواہ دوسری جگہ اس میں کسی کو کلام نہیں (۲) دوسرے یہ کہ صاحبِ قبر سے کہے کہ تم میرا کام کر دو یہ شرک ہے خواہ قبر کے پاس کہے خواہ قبر سے دور کہے اور بعض روایات میں جو آیا ہے۔ "اَعِیْنُوْنِیْ عِبَادَ اللہِ"[له] تو وہ فی الواقع کسی میت سے استعانت نہیں بلکہ عباد اللہ جو صحرا میں موجود ہوتے ہیں ان سے طلب اعانت ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اسی کام کے واسطے وہاں مقرر کیا ہے تو وہ اس باب سے نہیں ہے اس سے حجت جواز پر لانا جہل ہے معنی حدیث سے" (۳) تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جاکر کہے کہ اے فلاں تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے اس میں اختلاف علماء کا ہے، مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں، اور مانعین سماع منع کرتے ہیں سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے، مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے، اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے پس جواز کے واسطے کافی ہے، اور جس کو قاضی صاحب (قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ) نے منع لکھا ہے، وہ دوسری نوع کی استعانت ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ مسئلہ مخلوط ہو رہا ہے اور سماع موتی کا مسئلہ بھی صحابہؓ کے وقت سے مختلف فیہ ہے، لہٰذا سلام کرنے کو کوئی منع نہیں کرتا، بہر حال یہ مسئلہ مختلفہ ہے، اس میں بحث مناسب نہیں" فقط والسلام فتاوی رشیدیہ ص ۲۴۳۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بھی اگرچہ سماعِ موتی کے قائل ہیں لیکن اس مسئلہ میں شدت اختیار کرنے سے منع فرماتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں "سماعِ اموات کے قصہ میں اول تو یہ معروض ہے کہ یہ امر قدیم سے مختلف فیہ ہے۔ دوسرے ضروریاتِ دین اور عقائد ضروریہ میں سے نہیں اس کی تنقیح قرار واقعی تو بعد از مرگ ہی معلوم ہوگی، اگر بعد مرگ ہم نے اوروں کا سلام و پیام سن لیا تو سماع، نہیں تو عدم سماع متحقق ہو جائیگا"

[له] کہ اے اللہ کے بندو! میری اعانت کرو ایسے بندوں کو رجال الغیب کہتے ہیں چنانچہ حصن حصین میں مسند بزار، مصنف ابن ابی شیبہ طبرانی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جب کسی کا جانور بھاگ جائے تو بلند آواز سے کہے کہ اے اللہ کے بندو میری امداد کرو، اللہ تم پر رحم فرمائے ۱۲ سواتی

فی غایۃ التحقیق ۔ وقد قال تعالیٰ اور ادھر اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی ہے، کہ اے لوگو! اپنی حاجات و ضروریات
وَاسْتَعِیْنُوْا (علی حوائجکم) میں صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ جو ام العبادات ہے امداد چاہو۔
بِالصَّبْرِ (عن المعاصی) وَالصَّلٰوۃِ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، نیز حدیث شریف

(صفحہ ۱۱۶ کا بقیہ حاشیہ) علاوہ بریں طرفین میں بڑے بڑے اکابر اگر ایک طرف میں ہو سیئے تو کسی نہ کسی طرف کو برا سمجھنا پڑے گا۔ اس لئے اہل اسلام کو یہ ضروری ہے، کہ ایسے مسائل میں خواہ مخواہ ایسے پکے نہ ہو بیٹھیں کہ دوسری طرف کو بالکل باطل سمجھ لیں (رجمال قاسمی ص ۹) حضرت مولانا گنگوہی، مولانا عزیز الرحمن دیوبندیؒ کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں مسئلہ سماع موتی کا قرن اوّل میں مختلف ہوا ہے۔ اب اس کا فیصلہ تو ممکن ہی نہیں مگر بتقلید اپنے مجتہد کے مقلد کوئی ترجیح کی جانب اگر میلان کرے تو مضائقہ نہیں، سو مسلک حضرت عائشہ صدیقہؓ مثل طریقہ امام ابو حنیفہؒ کے یہ ہے کہ آیت قطعی کو اپنی حالت میں رکھ کر اور معنی حقیقی پر عمل کر کے کہ اصل موضوع لہ ہے حدیث میں کہ شرح قرآن ہے تاویل مناسب ہے جب تک قطعی معنی حدیث پر حاصل نہ ہو جائے۔ چنانچہ اصول میں مبرہن ہے پس آیت اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی قطعی خاص اور احادیث سماع ظنی اخبار آحاد سے تخصیص کس طرح درست ہو سکتی ہے پھر اس آیت میں استعارہ ہے کفار کو اموات وصم سے تشبیہ دیا ہے اور استعار منہ میں معنی وجہ شبہ کے حقیقۃً ہوتے ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ میت میں اور اصم میں صلاح سماعت نہیں لہٰذا معنی عدم اجابت کے جو مجاز ہے مشبہ بہ میں لینا کیسے درست ہوگا البتہ مشبہ میں یہی مراد ہے۔ لہٰذا حسب قاعدہ مرجح جانب عدم سماع ہے اور حضرت عمرؓ نے چونکہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مَا اَنْتَ بِاَسْمَعَ مِنْھُمْ سنا تھا تو ان کے نزدیک یہ حدیث قطعی تھی سو جو کچھ معنی انہوں نے سمجھے اس فہم کی وجہ سے اگر تخصیص کریں تو ہو سکتا ہے ورنہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے تو خود حدیث میں تاویل کی اور آیت کو بحال خود رکھا اور جمع کر دیا۔ الحاصل راجح مذہب عدم سماع کا ہے حسب قواعد، پس احادیث سماع میں تاویل مناسب ہے ورنہ دوسری جانب بھی مذہب قوی ہے اور زیادہ بسط کی گنجائش نہیں اگر بغور مطالعہ فرماؤ گے تو توقع ہے کہ حل مراد کی آپ تصدیق فرماویں فقط واللہ اعلم (لطائف رشیدیہ ص ۹،۸)

لیکن دوسری جانب علماء کرام نے اس پر کلام کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے عدم سماع اموات پر استدلال تام نہیں اس لئے کہ اموات سے یہاں مراد کفار ہیں جن کے دل مردہ ہیں اور کفار سے مطلق سماع کا منفی ہونا تو مشاہدے کے خلاف ہے، اور کفار کی تشبیہ موتی کے ساتھ اس وقت درست ہو گی جب باقی حاشیہ ص ۱۱۸ پر

(التی هی امّ العبادات) اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ۔ وکان علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا حزبہ امر اسرع الی الصلوٰۃ۔

یوں آتا ہے۔ کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی رنج دہ اور پریشان کن بات پیش آتی تھی، تو آپ فوراً نماز کی طرف رجوع فرماتے تھے۔

(صفحہ ۱۱۷ کا بقیہ حاشیہ) جب کہ مُردے قطعاً بالکل نہ سنتے ہوں حالانکہ احادیث میں قریب جگہ سے موتی کا سُننا وارد ہے۔ آخر حضرت انسؓ کی روایت میں جو متفق علیہ ہے جس کو بخاری مسلم (ص ۳۸۶ ج ۲) مستدرک حاکم ابوداؤد اور موارد الظمآن فی زوائد ابن حبان میں نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میّت کو دفن کر کے لوگ پلٹتے ہیں تو یَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِہِمْ اور ایک روایت میں خَفْقَ نعالھم ہے وہ جوتیوں کی آواز سُنتا ہے اس لئے یہ علماء فرماتے ہیں کہ وجہ شبہ عدم سماع نہیں کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان یہ صفت مُشترک نہیں حالانکہ وصف مُشترک ہونا چاہیئے کفار زندہ ہیں اور سنتے ہیں لامحالہ وجہ شبہ بطور وصف مُشترک کے عدم انتفاع اور عدم اجابت ہوگا یہ درست ہے کہ معنی وجہ شبہ کا مشبہ بہ میں حقیقی ہوتا ہے۔ تو عدم انتفاع حقیقی ہوگا۔ کیونکہ اموات کو قطعاً وعظ وتلقین یا نصیحت سے کوئی فائدہ نہیں چنانچہ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحبؒ اسی آیت پر بحث کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

قلت اذا صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الموتٰی تسمع کلام الحی فمعنی قولہ تعالیٰ انک لا تسمع الموتٰی باختیارک وقدرتک کما انت تسمع الحی علی ماجری بہ عادۃ اللہ لکن اللہ لیسمع الموتٰی کلام الاحیاء اذا شاء او انک لا تسمع الموتٰی سماعًا تترتب علیہ الفائدۃ (منہ) (حاشیہ تفسیر مظہری ج ۷ ص ۲۵۲)

جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح طریق پر ثابت ہو چکا ہے کہ مُردے زندوں کا کلام سنتے ہیں تو پھر اس آیت لَا تسمع کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ اپنے اختیار اور اپنی طاقت سے نہیں سُنا سکتے جیسا کہ آپ زندوں کو سُناتے ہیں اس کے مطابق جیسا کہ عادۃ اللہ جاری ہے (زندوں سے کلام کیا جائے تو وہ سنتے ہیں) لیکن اللہ تعالیٰ زندوں کا کلام مُردوں کو سناتا ہے جب چاہے یا آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ مُردوں کو نہیں سُنا سکتے ایسا سنانا کہ جس پر (باقی حاشیہ ص ۱۱۹ پر)

وقد مر بعض ما تعلق بهذا المقام وبالجملة فالعلم بالغیب تفرد به سبحانه وتعالیٰ لا سبیل للعباد

اس مقام سے متعلق کچھ تحقیق پہلے بیان ہو چکی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ علم غیب مخصوص ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ خدا تعالیٰ ہی اس کے ساتھ متفرد ہے۔ بندوں کے لئے اس تک کوئی راستہ

(صفحہ ۱۱۸ کا بقیہ حاشیہ) فائدہ مرتب ہو کیونکہ مُردے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے اس لئے کہ وہ دار العمل سے نکل کر دار الجزاء میں پہنچ چکے ہیں تو سماع کا کوئی فائدہ مرتب نہیں ہو گا رجیساکہ دوسری آیت میں اس کا ذکر ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاءُ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مسلک اس حدیث سے بھی واضح ہے جس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔ ابی نوفل فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو شہر (مکہ) کی ایک گھاٹی پہ سولی پر لٹکتا ہوا دیکھا تو قریش اور دوسرے لوگ وہاں سے گذرتے تھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا گزر ہوا تو وہاں رک گئے اور انہوں نے تین مرتبہ کہا السلام علیك یا ابا خبیب اور پھر تین مرتبہ کہا کہ میں تمہیں ان باتوں سے منع کرتا تھا پھر فرمایا کہ بخدا بہت ہی بہتر ہو گی وہ اُمت جس نے تمہیں (بُرا خیال کرتے ہوئے) سولی پر لٹکا دیا۔ مسلم ج ۲ ص ۳۱۲ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت پر بحث کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ عائشہ صدیقہؓ کی حدیث انهم لیعلمون الآن میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا میلان حضرت ابن عمرؓ کی روایت (ما انتم باسمع منهم ولكن لا يجيبون) پر رد کی طرف ہے لیکن جمہور نے اس کا خلاف کیا ہے اور ابن عمرؓ کی روایت کو قبول کیا ہے کیونکہ یہ دوسری روایتوں کے مطابق ہے جو اس بارہ میں نقل کی گئی ہیں۔ باقی حضرت عائشہ صدیقہؓ کا استدلال انك لا تسمع الموتیٰ کی آیت سے ہے تو اس کے جواب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ انکو ایسا نہیں سنا سکتے کہ جس سے ان کو فائدہ پہنچے یا آپ خود اپنی طاقت سے نہیں سنا سکتے اللہ تعالیٰ جب چاہے سُنائے اور امام سہیلیؒ نے تو یہ کہا ہے کہ عائشہ صدیقہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مستحضر نہیں تھا اور دوسرے صحابہؓ کو مستحضر اور زیادہ یاد تھا، اور انہوں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ حضرت آپ ایسے لوگوں سے کیسے کلام کرتے ہیں جو مُردار ہو چکے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں آپ لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے نیز عائشہ صدیقہ نے یعلمون کا معنی جو بیان کیا ہے تو اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ جب وہ اس حالت میں جانتے ہیں تو وہ سنتے بھی ہوں گے، انہی کانوں سے جیساکہ جمہور کا قول ہے۔ یا روح کے کانوں سے ان کے نزدیک جو سوال و جواب جسم کے بغیر روح کی طرف متوجہ کرتے ہوں، باقی اس آیت کا مفہوم ایسا ہی ہے جیساکہ انك لا تسمع (باقی حاشیہ صفحہ ۱۲۰ پر)

الیه الا باعلام منه او بالالهام	نہیں بجز اسکے کہ وہ خود اطلاع دے دے یا معجزہ کے طریقہ پر کسی
بطریق المعجزة او الکرامة	کو الہام کردے یا بطریق کرامت کسی پر کچھ ظاہر فرمادے یا پھر آیات سے
او ارشاد الی الاستدلال بالآیات	استدلال کی طرف رہنمائی فرمانے جہاں یہ بات ممکن ہو۔

(صفحہ ۱۱۹ کا بقیہ حاشیہ) تسمع الصم او تهدی العمی، کا مفہوم ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی سناتا ہے اور ہدایت دیتا ہے۔ فتح الباری جزء ۳ ص ۲۷۴، طبع، مصر۔

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے اس مسئلہ کی تحقیق اس طرح کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ میت سے کلام کرنا اور اس کا سننا یہ ایک ہی مسئلہ ہے۔

ہم عصر حنفی علماء نے اس سے انکار کیا ہے حالانکہ حضرت ملا علی قاریؒ کا ایک غیر مطبوعہ رسالہ ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ ہمارے ائمہ میں سے کوئی بھی اس (سماع موتیٰ کے انکار کی) طرف نہیں گیا بلکہ ان فقہاء نے یہ مسئلہ قسم کے مسئلہ سے استنباط کیا ہے، مثلاً کوئی شخص قسم اٹھاتا ہے کہ میں فلاں سے کلام نہیں کرونگا اور پھر اس کے دفن ہونے کے بعد کلام کرتا ہے تو وہ حانث نہیں ہوگا لیکن اس مسئلہ میں ان کی بات کے لئے کوئی دلیل نہیں کیونکہ قسم کا مبنیٰ عرف پر ہوتا ہے اور عرف میں اسکو کلام نہیں کہتے۔

شیخ ابن ہمامؒ نے بھی فتح القدیر میں سماع سے انکار کیا ہے، اور پھر اس اشکال کا جواب بھی دیا ہے کہ اگر سماع ثابت نہیں تو پھر قبر پر سلام کرنے کے کیا معنیٰ ہیں اور پھر جواب دیا ہے کہ اس وقت سنتے ہیں اور اسی طرح قرع نعالہم کی صورت کو بھی مستثنیٰ قرار دیا ہے، اور کہا ہے کہ عموم پر کوئی دلیل نہیں۔

حضرت انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں" میں کہتا ہوں کہ سماعِ اموات کے بارہ میں احادیث حد تواتر تک پہنچتی ہیں اور ان میں سے زیادہ مشہور وہ حدیث ہے جس کو ابو عمرو بن عبد البرؒ نے بیان کیا ہے اور اس حدیث کی تصحیح بھی کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، کہ جب کوئی شخص میت پر سلام کرتا ہے تو وہ اسکو جواب دیتا ہے اور اگر اسکو دنیا میں پہچانتا تھا تو یہاں بھی پہچانتا ہے۔ اس روایت کو علامہ ابن کثیرؒ نے بھی نقل کیا ہے پس انکار کرنا سماع سے بے محل بات ہوگی خصوصاً جبکہ ہمارے ائمہ کرام سے اس بارہ میں کوئی بات منقول نہیں پس ضروری ہے کہ سماع کا فی الجملہ التزام (اقرار) کیا جائے۔

ابن ہمامؒ کا انکار اس بنا پر ہے کہ انہوں نے عدمِ سماع کو اصل ٹھہرایا ہے، اور جہاں سماع ثابت ہے اسکو مستثنیٰ قرار دیا ہے اور اس کو اسکے مورد پر بند کیا ہے میں (انور شاہؒ) کہتا ہوں کہ پھر (باقی حاشیہ صفحہ ۱۲۱)

فیما یمکن ذلک نہیں بجز اس کے کہ وہ خود اطلاع دے دے یا معجزہ کے طریقہ پر کسی کو الہام کر دے یا بطریق کرامت کسی پر کچھ ظاہر فرما دے یا پھر آیات سے استدلال کی طرف رہنمائی فرما دے جہاں یہ بات ممکن ہو۔

(صفحہ ۱۲۰ کا بقیہ حاشیہ) نفی کا عنوان باندھنے سے کیا فائدہ ہے۔ اور پھر سماع کی نفی اور استثناء مواضع کثیرہ میں اور ادّعائے تخصیص کرنے میں اور فی الجملہ سماع کا اثبات کرنے میں کیا فرق ہے۔ باوجود اس کے کہ ہم ان اموات کے سماع کے قواعد بھی نہیں جانتے جب کہ بعض صورتوں میں زندہ بھی نہیں سنتے تو اموات کے سماع کا کوئی کلی دعویٰ کیسے کر سکتا ہے اس لیے ہم فی الجملہ سماع کا قول کرتے ہیں۔ باقی قرآن کا معاملہ واقعی دشوار ہے کیونکہ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى - وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ۔ بظاہر تو مطلق نفی سماع پر دلالت کرتا ہے اس لیے بعض نے اس کا جواب یہ دیا ہے۔ کہ سماع اور اسماع میں فرق ہے منفی اسماع ہے نہ کہ سماع اور مطلوب اول ہے نہ کہ ثانی۔

امام سیوطیؒ نے جواب دیا ہے سے

سماع موتیٰ کلام الخلق قاطبۃ" کہ مُردوں کا لوگوں کا کلام سُننا اس بارہ
قد صح فیہا لنا الآثار بالکتب ہمارے پاس صحیح آثار کتابوں سے ثابت ہو چکی ہیں
وروایۃ النفی معناہ سماع ہدیً؛ اور نفی سماع کی روایت کا معنی ایسا سماع ہے جس میں ہدایت حاصل
لا یسمعون ولا یصغون للادب واقعی ایسا سماع تو نہیں اور نہ وہ کان دھرتے ہیں اس لیے
کہ وہ سُن کر ادب حاصل کر سکیں۔ میں (انور شاہؒ) کہتا ہوں شیخ سیوطیؒ نے عمدہ ملحوظ رکھتے ہوئے کلام کیا ہے آیت کا مطلب ان کے طریق پر یہ ہے کہ یہ کفار مردوں کی طرح ہیں آپ ان کو ہدایت اور نصیحت نہیں دے سکتے کیونکہ ہدایت کا نفع تو حیات میں تھا اور اس کا وقت گزر چکا ہے۔ اسی طرح کفار بھی نصیحت نہیں لیتے سو ہدایت ان کے حق میں غیر نافع ہے کیونکہ عدم انتفاع میں یہ مثل اموات کے ہیں پس اس سے غرض سماع کی نفی نہیں بلکہ انتفاع کی نفی ہے۔ میں (انور شاہ) کہتا ہوں عدم سماع عدم استماع سبب عدم عمل کے معنی میں ہیں کیونکہ سماع عمل کے لئے ہوتا ہے پس جب عمل نہ کیا تو گویا سنا ہی نہیں مثلاً تم کہتے ہو کہ میں نے اس کو کہا کہ نماز ترک نہ کرو لیکن اس نے میری بات ہی نہ سنی یعنی عمل نہ کیا۔ فارسی میں شنود کہتے ہیں یعنی عمل نمیکند پس اگر شیخ یوں کہتے کہ جو مردوں میں ہیں وہ عمل نہیں کرتے تو کلام لغت میں داخل ہو جاتا (باقی حاشیہ صفحہ ۱۲۲ پر)

انما ذکر فی الفتاویٰ ان قول القائل عند رویتہ ھالۃ القمر ای دائرتہ یکون مطرا	اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ بندے علم غیب کو جان سکیں نیز فتاویٰ میں استدلال یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص چاند کا ہالہ یا دائرہ دیکھ کر علم غیب کا دعویٰ کر بیٹھے اور یہ کہے کہ بارش

(صفحہ ۱۲۱ کا بقیہ حاشیہ) اور وہ تاویل نہ رہتا بلکہ بہتر یوں ہے کہ کہا جائے کہ مانتے نہیں۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ جب اموات کے لئے سماع ثابت ہے تو کیا انتفاع بھی ان کے لئے ممکن ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جو خیر اور نیکی پر مرا ہو اس کو فائدہ ہوگا اور جو شر پر مرا ہو اس نے جب دنیا میں فائدہ نہ اٹھایا تو وہاں بھی سوائے آواز کے کچھ بھی نہ ہوگا۔

دوسرا جواب آیت کے متعلق یہ ہے کہ یہ سماع جس کو ہم ثابت کرتے ہیں یہ عالم برزخ میں ہے جس کی خبر مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اس پر ہم ایمان لائے ہیں، باقی ہمارے اس مادی جہان میں وہ معدوم ہے اور قرآن پر یہ تو ضروری نہیں کہ جو چیز بھی تمام جہانوں پر وارد ہوتی ہے اس کی تعبیر کرے۔
پس ہو سکتا ہے کہ نفی سماع ہمارے جہان کی بنا پر ہو کیونکہ تشبیہات تو صرف توضیح کے لئے ہوتی ہیں اور جب قبور والے ہمارے عالم کی نسبت عدم کی طرح ہیں ان کے لئے نہ سماع نہ علم اور نہ کوئی اور چیز، تو جائز ہے کہ ان سے سماع کی نفی کی جائے۔

اور یہ بات کہنی کہ جب ان کے لئے سماع عند القرآن ثابت ہوا تو پھر مردوں کے ساتھ تشبیہ ٹھیک نہیں ہوگی۔ یہ بات جہالت اور سفاہت پر مبنی ہے کیونکہ تشبیہ تو ہمارے علم اور عالم کی نسبت سے ہے گو اس کے نزدیک سماع ثابت ہو اور اگرچہ وہ لوگ ہمارے عالم کے اعتبار سے معدوم ہی کیوں نہ ہوں۔
(فیض الباری ج ۲ ص ۴۶۷ ۴۶۸ کتاب الجنائز) اور نیز عرف الشذی میں جو حضرت انورشاہ صاحب کی تقریر منقول ہے اس میں بھی وہ فرماتے ہیں والمحقق ان ابا حنیفۃ لا ینکر سمع الاموات کہ تحقیقی اور پختہ بات یہ ہے۔ کہ حضرت امام ابو حنیفہ سماع موتیٰ سے انکار نہیں کرتے اسی طرح یہ بھی فرمایا کہ لم یرد الانکار عن ائمتنا الثلاثۃ۔ کہ ہمارے ائمہ ثلاثہ (امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد) سے سماع موتیٰ کا انکار منقول نہیں اور پھر فرماتے ہیں۔

وان انکر ابن الھمام وان ذخیرۃ الاحادیث تدل علی سمع الموتی (عرف الشذی ص ۳۵۳)	کہ اگرچہ امام ابن الہمام نے انکار کیا ہے لیکن احادیث کا ذخیرہ سماع موتیٰ پر دلالت کرتا ہے۔

(باقی حاشیہ ص ۱۲۳ پر دیکھیں)

مدعیا علم الغیب لا بعلامۃ کفر، ومن اللطائف ماحکاہ بعض ارباب الظرائف ان منجما صلب فقیل لہ ھل رأیت ھذا فی نجمک فقال رأیت رفعۃ ولکن ما عرفت انھا فوق خشبۃ۔

ہو گی اور یہ بات بطور علامت کے نہ ہو بلکہ علم غیب کے ادعا سے یہ کہے تو وہ کافر ہوگا۔

لطیفہ:۔ بعض ارباب ظرافت نے بیان کیا ہے کہ ایک نجومی کو سولی پر لٹکا دیا گیا اس سے کسی نے سوال کیا کہ تم نے اپنے نجوم میں یہ بات نہیں دیکھی تھی تو اس نجومی نے یہ جواب دیا کہ میں نے اس کی رفاقت تو دیکھی تھی لیکن یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ لکڑی پر ہو گی رسینی سولی پر لٹکا دیا جاؤں گا۔

(صفحہ ۱۲۲ کا بقیہ حاشیہ) خاص طور پر ترع نعال والی حدیث اور حضرت عمرؓ کی روایت جس میں ہے کہ

قال عمر یا رسول اللہ کیف تکلم اجسادا لا ارواح فیھا۔ قال ما انتم باسمع لما اقول منھم غیر انھم لا یستطیعون ان یردوا علی شیئا۔ (مسلم ج۔۲ ص۳۸۷)

حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضور آپ کیسے کلام فرماتے ہیں ان اجسام سے جن میں روحیں نہیں تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ میں کہتا ہوں تم ان سے زیادہ نہیں سنتے لیکن فرق یہ ہے کہ وہ مجھ پر جواب لوٹانے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

نیز استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی لکھنوی نے اس مسئلہ پر کلام کرتے ہوئے فرمایا۔

وبالجملۃ لم یدل دلیل قوی علی نفی سماع المیت وادراکہ وفہمہ وتالمہ لا من الکتاب ولا من السنۃ بل السنن الصحیحۃ الصریحۃ دالۃ علی ثبوتھا لہ والحق فی ھذا المقام ان ھذا کلہ من تقریرات المشائخ وتوجیھاتھم وتکلفاتھم ولا عبرۃ بھا حین مخالفتھا للاحادیث الصحیحۃ وآثار الصحابۃ واما ائمتنا فھم بریئون عن انکار ھذہ الامور وانما حکموا فی الحلف بالضرب والکلام والدخول علیہ ونحوھا بعدم الحنث عند وجود ھذہ الاشیاء

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کوئی قوی دلیل ایسی نہیں جو میت کے سماع اور ادراک و فہم اور تالم کی نفی پر دلالت کرتی ہو نہ قرآن سے نہ سنت سے بلکہ سنت کی صحیح اور صریح روایات تو سماع میت کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں اور حق بات اس مقام میں یہ ہے کہ مشائخ نے جو قسم کے باب میں سماع میت کے بارہ میں قول کیا ہے یہ محض ان کی تقریرات اور توجیہات اور تکلفات پر مشتمل ہے اور اس کا اعتبار نہیں جب کہ صحیح احادیث اور آثار صحابہ کے مخالف ہے باقی ہمارے ائمہ کرام تو ان امور کے انکار سے بری ہیں باقی قسم کے باب

(باقی حاشیہ ص۱۲۴ پر ملاحظہ فرمائیں)

ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما علمھم اللہ تعالیٰ احیاناً

پھر اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب کی باتوں میں صرف انہی باتوں کو جانتے ہیں جنکو اللہ تعالیٰ ان پر بعض اوقات ظاہر فرماتا ہے۔ اسی واسطے فقہاء حنفیہ نے تصریحاً تکفیر کی ہے۔ اس

(صفحہ ۱۲۳ کا بقیہ حاشیہ)

بالمیت لکون الایمان مبنیۃ علی العرف والعرف قاض علی ان ھذہ الامور یراد بھا ارتباطھا ما دام الحیاۃ لا بعد الموت فالکلام بالمیت وان کان کلاماً حقیقۃً ویوجد فیہ الاسماع والافہام لکن العرف یحکم بان المراد فی قولہ لا اکلمک ھو الکلام فی حالۃ حیاتہ وکذا الایلام وان کان یتحقق فی المیت لکن العرف قاض علی ان المراد فی قولہ لا اضربک ھو ضربہ حیاً لا ضربہ میتاً۔ وبالجملۃ فالوجہ فی تقیید ھذہ الایمان ھو حکم العرف لا ما ذکروہ (عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح وقایۃ ج۔ ۲ ص ۲۵۴ کتاب الایمان)

کہ ضرب کلام، اور داخل ہونے وغیرہ کے ساتھ قسم اٹھانے کی صورت میں جب یہ باتیں میت کے ساتھ موجود ہوں تو یہ ائمہ کرام اور مشائخ عظام قسم واقع نہ ہونے کا قول جو کرتے ہیں تو یہ اس بنا پر ہے، کہ قسموں کا مدار عرف پر ہوتا ہے، اور عرف فیصلہ کرتا ہے کہ ان امور سے مراد ان کا ارتباط اس وقت تک ہوتا ہے جب تک کہ حیات موجود ہے موت کے بعد میت کے ساتھ کلام کرنا اگرچہ حقیقۃً کلام ہے اور اس میں سماع اور افہام بھی موجود ہے لیکن عرف فیصلہ کرتا ہے کہ لا اکلمک (میں تجھ سے کلام نہیں کرونگا) اس سے مراد اسکی حیات میں کلام کرنا ہے اور اسی طرح ضرب سے دکھ اگرچہ میت کے اندر بھی متحقق ہوتا ہے لیکن عرف فیصلہ کرتا ہے کہ اسکی مراد لا اضربک (میں تجھ کو نہیں مارونگا) سے اس کا مارنا اسکی حیات میں مراد ہے نہ کہ مرنے کے بعد خلاصہ کلام یہ ہے کہ قسموں کا مقید ہونا یہ عرف کے حکم کی بنا پر ہے نہ اس وجہ سے، جس کو ان مشائخ نے ذکر کیا ہے۔ کہ میت سنتا نہیں۔

اور اسی طرح مولانا عبدالحیؒ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

واما ماردّ عائشۃ بعض تلک الاحادیث

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جو ان سماع

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۲۵ پر ملاحظہ کریں)

ولهذا ذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد ان النبي يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى

اعتقاد رکھنے پر اگر کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں کیونکہ یہ اعتقاد اللہ تعالیٰ کے اس قول کے خلاف ہے سورہ نمل آیت ۶۵ میں ارشاد ہوتا ہے۔ آپ کہدیجئے کہ جس قدر مخلوقات

(صفحہ ۱۲۴ کا بقیہ حاشیہ)

فلم يعتد به جمهور الصحابة رض و من بعدهم (عمدة الرعاية ج۔۲ صـ۴۵۳)

کی بعض احادیث کی تاویل کی ہے تو جمہور صحابہ رض اور بعد میں آنے والے حضرات نے اس کا اعتبار نہیں کیا۔

اور مفسر قرآن امام ابن کثیر فرماتے ہیں۔

قد استدلت ام المؤمنين عائشة رض بهذه الآية انك لا تسمع الموتى على توهيم عبد الله بن عمر رض في رواية مخاطبة النبي صلے الله عليه وسلم القتلى الذين القوا في قليب بدر بعد ثلاثة ايام ومعاتبته اياهم وتقريعه لهم حتى قال له عمر يا رسول الله ما تخاطب من قوم قد جيفوا فقال والذي نفسي بيده ما انتم باسمع لما اقول منهم ولكن لا يجيبون وتاولته عائشة رض على انه قال لهم انهم الآن ليعلمون ان ما كنت اقول لهم حق۔ وقال قتادة احياهم الله تعالى له حتى سمعوا مقالته تقريعاً وتوبيخاً ونقمة والصحيح عند العلماء رواية عبد الله بن عمر رض لما لها من الشواهد على صحتها من وجوه كثيرة من اشهر ذلك ما رواه ابن عبد البر مصححا له عن ابن عباس رض مرفوعاً ما من احد يمر بقبر اخيه المسلم كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رض نے اس آیت اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى سے استدلال کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رض کی اس روایت کو جس میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد ان مقتولوں سے جن کو قلیب بدر میں پھینک دیا گیا تھا، ان کو عتاب اور سرزنش کرتے ہوئے جو خطاب کیا حتیٰ کہ حضرت عمر رض نے عرض کیا کہ حضور آپ ایسے لوگوں سے کلام فرماتے ہیں جو مردار ہو چکے ہیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو کچھ میں کہتا ہوں تم ان سے زیادہ نہیں سنتے لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔ حضرت ام المؤمنین رض نے حضرت عبداللہ بن عمر رض کی اس روایت کو وہم پر مبنی قرار دیا ہے اور اس کی تاویل یوں بیان کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ وہ اس وقت جانتے ہیں کہ جو کچھ میں ان کو کہتا تھا وہ حق ہے اور حضرت قتادہ رض نے اس کی یہ تاویل کی ہے ان کو

(باقی حاشیہ صـ۱۲۶ پر ملاحظہ فرمائیں)

"قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ" آسمانوں میں اور زمین میں موجود ہے کوئی بھی سوائے خدا تعالیٰ کے غیب کی بات نہیں جانتا۔

انتہیٰ ما فی الملحقات

(صفحہ ۱۲۵ کا بقیہ حاشیہ)

الا رد الله عليه روحه حتى يرد عليه السلام وثبت عنه عليه السلام لامته اذا سلموا على اهل القبور ان يسلموا عليهم سلام من يخاطبونه فيقول المسلم السلام عليكم دار قوم مؤمنين وهذا خطاب لمن يسمع ويعقل ولولا هذا الخطاب لكانوا بمنزلة خطاب المعدوم والجماد والسلف مجمعون على هذا وقد تواترت الآثار عنهم بان الميت يعرف بزيارة الحي له ويستبشر فروى ابن ابى الدنيا فى كتاب القبور عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من رجل يزور قبر اخيه ويجلس عنده الا استانس به ورد عليه حتى يقوم وروى عن ابى هريرة رض قال اذا مر الرجل بقبر يعرفه فسلم عليه رد عليه السلام۔

(ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸)

اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا تھا تاکہ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بات سن سکیں اور یہ سرزنش، ڈانٹ اور عذاب دینے کے لئے تھا لیکن صحیح بات علماء کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے، کیونکہ اس کی صحت پر متعدد طرق سے شواہد موجود ہیں ان میں سے زیادہ تر مشہور وہ روایت ہے جس کو ابن عبدالبرؒ نے اس کی تصحیح کرتے ہوئے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اسکی قبر پر گزرتا ہے، اور اسکو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی روح کو اس کی طرف لوٹاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اسکے سلام کا جواب دیتا ہے، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے آپ کی امت کے حق میں کہ وہ اہل قبور پر سلام کریں تو اس طرح کریں ...... جیسا کہ کسی سے خطاب کے وقت کیا جاتا ہے اور مسلمان کو اس طرح کہنا چاہیئے۔ کہ اے مومنین کی بستی کے رہنے والو! تم پر سلام ہو اور یہ ایسا خطاب ہے جو اس شخص سے کیا جاتا ہے جو سنتا اور سمجھتا ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو ان سے خطاب ایسا ہوتا جیسا معدوم چیز یا بے جان چیز سے خطاب ہوتا ہے اور سلف کا اس پر اتفاق ہے اور متواتر روایات میں سلف

(باقی حاشیہ ص ۱۲۷ ملاحظہ فرمائیں)

وایضاً لوکان عالماً بہا لکان سیاحۃ الملائکۃ فی الارض و ابلاغ الصلوٰۃ والسلام عبثاً اعاذنا اللہ منہ۔ اِنَّ لِلّٰہِ تعالیٰ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغون من امتی السلام ومن صلی علیّ نائیاً ابلغتہ ومن صلی عند قبری سمعتہ۔

نیز اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم غیب کی بات جانتے ہوتے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیاحت کرنے والے فرشتوں کا مقرر کیا جانا اور ان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک صلوٰۃ وسلام پہنچانا ایک فعل عبث ہوگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان حدیث میں موجود ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو زمین میں سیاحت کرتے ہیں اور میری امت کے لوگوں کی طرف سے مجھ تک سلام پہنچاتے ہیں۔ نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی صحیح حدیث میں موجود ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص دور سے مجھ پر درود بھیجے گا وہ مجھ تک (ملائکہ کے توسط سے) پہنچایا جائیگا۔ اور جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھے گا تو میں خود اس کو سنتا ہوں۔

(صفحہ ۲۰ کا بقیہ حاشیہ) سے منقول ہے کہ میت کی زیارت کے لئے جو شخص جاتا ہے تو میت اسکو پہچانتا ہے اور خوش ہوتا ہے چنانچہ ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور میں عائشہ صدیقہؓ سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے کسی بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے۔ تو وہ اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب لوٹاتا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی قبر پر گزرتا ہے جس کو وہ پہچانتا ہے اور پھر سلام کرتا ہے۔ تو وہ اسکے سلام کا جواب لوٹاتا ہے۔

ہم نے نہایت اختصار سے دونوں طرف سے چند عبارات نقل کر دی ہیں تاکہ ناظرین کرام اس مسئلہ میں صحیح طریق کار سمجھ سکیں ایسا نہ ہو کہ جانبداری یا ذاتی رجحان کی وجہ سے اکابر سے بدگمان ہو جائیں مسئلہ کی حقیقت کو سمجھ کر جس پہلو کو راجح قرار دیں تو دوسری جانب کا خیال رہے کہ ادھر بھی دلائل ہیں اور انصاف کو کسی طرح مجروح نہ ہونے دیا جائے۔

۱۲۔ سواتی

وھذہ الاستعانۃ وان اثبتھا المشائخ الا ان العبرۃ باقوال الفقھاء لانھا اساس الدین وقوام الیقین وکیف یجوز ترک جنابہ عزوجل وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ والالتجاء الی غیرہ عزوجل الذی لا یعلم انہ یسمع او یعلم فی کل الاوقات او بعض منھا۔

اور اس قسم کی استعانت اور دعاء اگرچہ مشائخ نے اسکو ثابت کیا ہے لیکن اس سلسلہ میں اعتبار اور اعتماد فقہاء کرام کے اقوال پر ہے کیونکہ دین کی بنیاد اور یقین کا سلسلہ اس پر قائم ہے کیونکہ فقہاء کرام کتاب و سنت کی تشریح کرنے والے ہیں لہذا ان کے اقوال ہی قابل اعتماد ہیں پھر یہ کیسے درست ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست پیش کرنے کے بجائے غیر کے سامنے التجا کی جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم تو بندہ کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں، پھر جس غیر کے سامنے التجاء و درخواست کرتا ہے اس کے بارہ میں یہ بھی علم نہیں کہ وہ سنتا اور جانتا بھی ہے یا نہیں۔ تمام اوقات میں یا بعض اوقات میں۔

وانہ معذب او مغفور، بعید عن الانصاف، وحدیث الکشف غیر معتبر ولا دین فیہ بل ھو متابعۃ الرسول والنبوی۔

پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ مغفور ہے یا معذب ہے، تو ایسے حالات میں انصاف سے بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کو چھوڑ کر کسی غیر کے سامنے التجا کی جائے۔ باقی رہ گئی کشف کی بات تو وہ معتبر نہیں اور دین کا مدار کشف پر نہیں بلکہ دین تو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا نام ہے۔ کشف اگر شریعت کے مطابق ہوا تو فبہا ورنہ اس کا کچھ بھی اعتبار نہیں۔

اللھم وفقنا مما بعثتہ و احینا علیھا وامتنا علی اتباعہ حتی لا نکون فی یوم القیامۃ منک ومن جناب رسولک خجلا ولا تخجلنا بحرمتہ آمین

دعا ـــــ اے اللہ ہم کو اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع نصیب فرما، اسی پر زندہ رکھ اور اسی پر موت دے۔ تاکہ ہم قیامت کے دن تیرے سامنے اور تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندہ نہ ہوں۔ اے خداوند کریم ہم کو اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی حرمت اور برکت سے اس دن کی ندامت اور خجالت سے بچا۔ آمین۔

قال الحامد القادری۔ الحدیث الذی اشتھر علی السنۃ الخواص

قاری حامدؒ نے فرمایا ہے، کہ وہ حدیث جو عوام و خواص کی زبان پہ مشہور ہے جس کا معنی یہ ہے کہ جب تم لوگ اپنے کاموں میں

والعوام" اذا تحيرتم في الامور فاستعينوا من اهل القبور" موضوع من محمد بن سعيد الكذاب المنسوب الى الزندقة ذكره قاضي زكريا وابو بكر عبد الله الحلبي وابراهيم الحلبي والآخرون۔

حیران و پریشان ہو تو اہلِ قبور سے امداد طلب کرو۔ یہ حدیث موضوع (من گھڑت)[1] ہے اس کو محمد بن سعید کذاب نے جو زندقہ کی طرف منسوب تھا وضع کیا ہے، اس کا ذکر قاضی زکریا اور ابوبکر بن عبداللہ حلبی اور ابراہیم حلبی اور دوسرے علماء نے کیا ہے۔

قالوا هذا الحديث واشباهه موضوعات، وقال الشيخ ابن حجر المكي وغيره على العلماء ان يبلغوا الناس بان "يا عباد الله اعينوني" موضوع صرح به في قاطع البدعة انتهى۔ وضعه محمد بن ابراهيم بن علي الشامي الكذاب الوضاع وادرجها في النسخ المجهولة او ادرجها متعبدة القبور۔

اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث اور اس قسم کی اور احادیث یہ موضوعات[2] ہیں۔ اور شیخ ابن حجر مکیؒ نے بھی فرمایا ہے کہ علماء پر لازم ہے کہ وہ لوگوں تک یہ بات پہنچا دیں کہ یا عباد اللہ اعینونی کہ اے اللہ کے بندو میری امداد کرو۔ یہ حدیث موضوع ہے اس کی تخریج کتاب قاطع البدعت میں کی ہے۔ اور اس حدیث کو وضع کرنے والا ابراہیم بن علی الشامی کذاب اور وضاع ہے، اور ان احادیث کو اس نے مجہول نسخوں میں درج کیا ہے۔ اور یا پھر قبر پرستوں نے ان کو کتابوں میں درج کیا ہے۔

[1] بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس سے استعانت من اہل القبور ثابت کرنا درست نہیں کیونکہ اس قسم کی استعانت تو شرک ہے بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنے معاملات میں حیران و پریشان ہو جاؤ اور کچھ فیصلہ نہ کر سکو تو جو لوگ مر چکے ہیں (اہل قبور) ان کے علوم اور علمی ذخیروں سے فائدہ اٹھاؤ تو اس حدیث کو اہل قبور سے استعانت اور امداد طلب کرنے سے کوئی تعلق نہیں۔ ۱۲ سواتی [2] اس حدیث کو بھی صحیح تسلیم کرنے کی صورت میں اس کا محمل مُردوں یا غائبانہ امداد طلب کرنا نہیں بلکہ اس کا مصداق وہ رجال الغیب ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے صحرا وغیرہ میں اس کام کیلئے متعین فرمایا ہے جیسا کہ حصن حصین کی روایات سے ظاہر ہے واللہ اعلم ۱۲ سواتی

وان قال بالفارسیۃ برہان مرانیفہ ایضاً لا یجوز لان رہانیدن فعل من ھو غالب علی غیرہ ولیس علی اللہ غالب "واللہ غالبٌ علیٰ امرہٖ ولٰکنّ اکثر النّاس لا یعلمون" وھو القاھر (الغالب) فوق عبادہٖ یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید۔

اگر فارسی زبان میں یوں کہے کہ برہان مرا یعنی مجھے چھڑاؤ تو یہ بھی ناجائز ہوگا کیونکہ چھڑانا تو اس کا کام ہے جو غالب ہو اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی بھی غالب نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سب پر غالب ہے، جیسا کہ اس نے سورۂ یوسف آیت ۲۱ میں فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے کاموں پر پوری طرح با اختیار اور غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور اسی طرح سورۂ انعام آیت ۱۸ میں ہے کہ وہی غالب ہے اپنے بندوں پر کرتا ہے جو چاہے، اور فیصلہ کرتا ہے جس کا ارادہ کرے۔

وبالجملۃ العلم بالغیب امر تفرد بہ سبحانہٗ وتعالیٰ لا سبیل للعباد الیہ الا باعلام منہ عزّوجلّ والالہام وقد مر "قُل لَّا یَعلَمُ مَن فِی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ الغَیبَ اِلَّا اللہُ" الا تریٰ انہ جل شانہ بین اختصاصہ بالقدرۃ التامۃ العامۃ بعلم الغیب، وھو ما لم یقم علیہ دلیل ولم یطلع علیہ احد من مخلوقہ فالمعنی لا یعلم اصلاً الغیب الا اللہ والانبیاء لا یعلمون شیئاً من المغیبات۔

خلاصہ یہ ہے کہ علم غیب ایک ایسا معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے، بندوں کے لئے کوئی راستہ نہیں بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ خود بتلا دے جیسا کہ سورۂ نمل آیت ۶۵ میں فرمایا آپ کہدیجئے کہ آسمانوں میں اور زمین میں جو بھی موجود ہیں علم غیب سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ خدا تعالیٰ کے ساتھ مختص اور علم غیب کی قدرت تامہ اور عامہ صرف اسی کو حاصل ہے، اور علم غیب وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور مخلوق میں سے کوئی اس پر مطلع نہ ہو (سوائے اللہ تعالیٰ کے بتلانے کے) مطلب یہ ہے کہ علم غیب کو قطعاً کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا نہیں جانتا۔ اور انبیاء علیہم السلام بھی مغیبات کا علم نہیں رکھتے۔ (سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو بتلا دیا۔

"وَمَا هُوَ (محمد صلے الله عليه وسلم) عَلَى الْغَيْبِ بِظَنِيْنٍ (على قراة الظاءِ المعجمة بمتهم وتبارك الله ما وحى بمكتسب ولا نبى على غيب بمتهم، الا ما علمهم الله احياناً" عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ (لايطلع) عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ" وفيه اِشعار بانهٗ تعالٰى لايظهر الغيب الا على رسول۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان جو سورہ التکویر آیت ۲۴ ہے کہ وہ (یعنی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم) غیب کی باتوں پر یعنی پوشیدہ باتیں جو ان کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوتی ہیں۔ ان کے بتانے میں بخیل نہیں، (کاہن لوگ تو بغیر اجرت کے کچھ بھی نہیں بتاتے) لیکن اگر یہاں قرأت ظاء سے ہو تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ وحی کوئی کسبی بات نہیں اور نہ نبی غیب کی باتوں پر متہم ہے۔ انبیاء علیہم السلام غیب نہیں جانتے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ انکو بتائے چنانچہ قرآن کی اس آیت سے جو سورہ جن آیت ۲۶ میں ہے کہ وہی اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب کی کسی کو خبر نہیں دیا کرتا۔ مگر ہاں اپنے کسی برگزیدہ رسول کو اور وہ بھی بڑے اہتمام سے اور جس قدر مناسب سمجھتا ہے مطلع فرماتا ہے۔

فالاستعانة من الموتى بغير حضور مرقدهم من الانواع الثلثة الاخيرة لايكون الا بعلمهم حاجة الداعى وحضورهم وسماعهم حاجته وهذه الامور غير معلومة بل اعتقاد كونهم حاضرين ناظرين سامعين حاجة السائلين كفر كما ذكرنا من قبل فتذكر۔

پس مُردوں سے ان کی قبروں پر حاضر ہونے کے بغیر دُعا و استعانت ان تین قسموں کے سوا نہیں ہو سکتی کہ یا وہ دُعا کرنے والے کی حاجت کو جانتے ہوں یا حاضر ہوں اور اس کی ضرورت و حاجت کو سنتے ہوں۔ اور یہ باتیں تو معلوم نہیں بلکہ یہ اعتقاد رکھنا کہ مردے حاضر و ناظر ہیں یا سائل کی حاجت کو سنتے ہیں یہ اعتقاد ہی کفر ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے (اور قبر پر حاضر ہو کر استعانت کی جو صورت جائز ہے اس کی تفصیل گزر چکی ہے)۔

فالعلم بالغيب بغيره تعالٰى مطلقاً زيادة على النص والزيادة نسخ وهو لايجوز بالسنة فكيف

پس علم غیب اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کے لئے ثابت کرنا قرآن کریم کی نص پر زیادتی ہے اور زیادتی تو نسخ ہوتا ہے اور قرآن کا نسخ تو سنت کے ساتھ بھی جائز نہیں تو کسی اور چیز کے ساتھ اس کا نسخ

یجوز بغیرھا۔ والعمل بالنصوص واجب، والقیاس فی معرضھا باطل،

کیسے درست ہوگا۔ نص پر عمل کرنا واجب ہے اور نص کے مقابلہ میں قیاس کرنا باطل ہے۔

فلا یقید ولا یحمل المطلق علی المقید۔ والتعامل والعرف بخلاف النص باطل غیر معتبر اذ العمل علی العرف بوجودہ

ولنعم ما قیل ۔

علم غیبے کس نمیداند بجز پروردگار
گر کسے گوید ازو باور مدار
مصطفیٰ ہرگز نہ گفتے تا نگفتے جبرئیل
جبرئیلش ہم نگفتے تا نگفتے کردگار

نص مطلق ہو تو اس کو مقید کرنا بھی درست نہیں۔ نص کے خلاف تعامل اور عرف پر عمل کرنا بھی باطل ہے کیونکہ نص کی موجودگی میں عرف پر عمل کرنا جائز نہیں۔ مثنوی میں مولانا رومیؒ نے خوب فرمایا ہے

علم غیبے کس نمیداند بجز پروردگار گر کسے گوید کہ من دانم ازو باور مدار
مصطفیٰ ہرگز نہ گفتے تا نگفتے جبرئیل جبرئیلش ہم نگفتے تا نگفتے کردگار

یعنی علم غیب سوائے پروردگار کے کوئی نہیں جانتا۔ اگر کوئی دعویٰ کرے علم غیب کے جاننے کا تو اس کی بات پر ہرگز یقین نہ کرو۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہ کہتے تھے جب تک جبرئیل علیہ السلام نہ کہتے۔ اور جبرئیل علیہ السلام بھی نہ کہتے تھے جب تک اللہ تعالیٰ نہ فرماتے۔

(۱۴) الشرك فی النداء (۱۴) پکار و ندا میں شرک کا بیان

الشرك فی النداء وھو ان ینادی شخص بعد ایجادہ[1] مثلا یا شیخ عبد القادر شیئا للہ لان یا حرف ندا و ھو

پکارنے میں اور ندا میں شرک اس طرح ہوگا کہ کوئی شخص ایجاد یعنی موجود ہونے کے بعد کسی کو پکارے (ایجاد سے احتراز کیا ہے اسبات سے کہ اگر ایجاد کے لئے ندا کرے تو اس کے لئے حاضر ہونا معتبر نہیں جیسا کہ قرآن کے سوالات میں مذکور ہے) مثلاً یوں کہے کہ یا شیخ

---

[1] احترز بہ عن نداء الشیٔ للایجاد فان الحضور فیہ لا یعتبر کما ھو مذکور فی اسولۃ القرآن (منہ)

مصنفؒ نے یہ عبارت بطور حاشیہ کے لکھی ہے، اور اس عبارت میں یہ بتایا ہے کہ ایجاد کا لفظ لکھکر احتراز کیا ہے۔ کہ اگر ایجاد کے لئے ندا ہو تو اسمیں حاضر رہنا معتبر نہیں جیسا کہ قرآن مجید کے سوالات میں مذکور ہے۔

لا يكون الا لحاضر لاحضاره وتوجهه واعتقاد الحضور للمشائخ الغيبة مطلقا، باطل وكفر لانه يلزم منه اعتقاد علم الغيب بهم "لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰه" "وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ"۔

عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یعنی اللہ کے لئے کوئی چیز عنایت فرمائیں۔ یا تو حرف ندا ہے اور وہ حاضر کے لئے ہوتا ہے اس کی توجہ مبذول کرنے کے لئے۔ اور ان مشائخ کرام کے بارہ میں جو غائب ہیں مطلقاً حاضر ہونے کا اعتقاد رکھنا باطل اور کفر ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ وہ غیب دان ہوں، حالانکہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی بھی غیب دان نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن میں اعلان کرایا ہے۔ سورۂ اعراف آیت ۱۸۸ اگر میں غیب دان ہوتا تو بہت سے فائدے اپنے لئے جمع کر لیتا اور مجھ کو کوئی نقصان نہ پہنچتا۔

فان قيل ما تقول في غوث الثقلين، ومحمد ن الموصلي سه يا حبيب الاله خذ بيدي مالعجزي سواك مستندي سه ويا اكرم الخلق مالي من الوذ به سواك عند حلول الحادث العمم مثلا۔ قلنا ــ يجوز ان يثبت الحضور لهما مثلا۔ لكون غوث الثقلين قدس سره محبوب رب العالمين۔ كما هو المشهور فلا بعد في الحضور له۔ ومحمد الموصلي عاشقا فانيا افني ذاته في الرسول عليه الصلوة والسلام۔ فلا بعد له في الحضور

اگر یہ کہا جائے کہ تم حضرت غوث الثقلین (شاہ عبدالقادر جیلانیؒ) اور شیخ محمد موصلیؒ کے بارہ میں کیا کہتے ہو۔ اگر ان کو ندا کی جائے اور پکارا جائے۔ جیسا کہ ان اشعار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کی گئی ہے کہ اے اللہ تعالیٰ کے حبیب میری دستگیری فرمائیں میری عاجزی کے لئے آپ کے سوا کوئی سہارا نہیں، یا جیسا کہ قصیدہ بردہ کے اس شعر میں ندا کی گئی ہے۔ اے مخلوق میں بزرگ ترین ہستی میرے لئے کون ہے کہ جس کی میں پناہ لوں۔ تیرے سوا جب کہ بڑا حادثہ درپیش ہو۔

ہم کہتے ہیں ممکن ہے کہ یہ دونوں بزرگ ندا کے وقت حاضر ہوں۔ کیونکہ شیخ عبدالقادر جیلانی اللہ کے محبوب ہیں تو ان کے حاضر ہونے میں کوئی بعد نہیں۔ اور محمد موصلی بھی عاشق فانی تھے فنا فی الرسول کے مرتبہ میں، لہذا ممکن ہے کہ وہ حاضر ہوں نیز ان بزرگوں کے نفوس قدسیہ کو ہم اپنے نفوس پر قیاس نہیں کر سکتے ہمارے نفوس تو نجاستوں گندگیوں سے آلودہ ہیں، لہذا

ایضاً۔ علی ان لھولاء الکرام نفوساً قدسیۃ۔ فلا یقاس نفوسنا الملوثۃ بالارجاس والاوناس۔ علی نفوسھم۔ فلھذا جاذ نداھما۔

انکی ندا سے سب کی ندا تو نہیں ثابت ہو سکتی۔ اس زمانہ میں بھی اگر کسی کے لئے حضوری ثابت ہو تو اس کو پکارنا جائز ہو گا۔[1]

واذ قال شیئاً للہ یکون معناہ امددنی او اعطنی للہ ویکون استعانۃ من غیرہ عز وجل وھو لا یجوز الا ماجاز (مالکم) نیست برائے شما (من دُوْنِ اللّٰہِ) بجز پروردگار (مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ)

اور اگر اس شخص نے شیئاً للہ کہا تو اس کا معنیٰ ہو گا کہ میری امداد کریا یا کوئی چیز للہ دیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے سوا غیر سے استعانت ہو گی اور یہ جائز نہیں کیونکہ استعانت وہی جائز ہے جو اسباب ظاہرہ کے تحت ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی کارساز اور مددگار نہیں۔ لیکن اگر اس طرح کہے کہ الٰہی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی حرمت سے کچھ دے (شیئاً للہ) تو اس طرح کہنے میں کوئی حرج

[1] (مصنفؒ نے یہ بات برسبیل فرض اور تنزل فرمائی ہے ورنہ اس کے بارہ میں کوئی دلیل نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ بزرگ ندا کے وقت حاضر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کو حاضر کر دے تو یہ الگ بات ہے لیکن اس کے لئے ثبوت اور دلیل کی ضرورت ہے۔ باقی اشعار جو ذکر کئے گئے ہیں ان میں شفاعت کی درخواست ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے حادثِ غم سے بھی مراد قیامت کی بڑی ہولناکی ہے۔ جبکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی نفسی نفسی پکاریں گے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت کبریٰ وصغریٰ فرمائینگے۔ نیز امداد و اعانت کے لئے بزرگان دین اور اولیاء اللہ شہید اور صالحین یا ملائکہ وغیرہ کو ہی پکارا جاتا ہے۔ ما و شما کو تو کوئی پکارتا ہی نہیں۔ ان بزرگ ہستیوں کو غائبانہ حاجات میں پکارنے کی وجہ سے ہی اکثر شرک نواز لوگ شرک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس لئے مصنفؒ کا یہ جواب قطعاً بے بنیاد اور غلط ہے۔ کتاب پر نظر ثانی نہ کرنے کی وجہ سے اس قسم کی فحش غلطیاں بھی رہ گئی ہیں۔ اور یہ جواب خود مصنف کی اپنی اسی کتاب میں تحریر کی ہوئی باتوں کے بھی خلاف ہے پہلے مصنف کہہ چکے ہیں کہ فقہاء کرام نے اس شخص کی تکفیر کی جو مشائخ کرام کی ارواح کو حاضر و ناظر یقین کرتا ہے۔ اور قرآن واحادیث اور فقہاء کرام کے فتاویٰ سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ غائبانہ حاجات میں پکارنا اور ہر جگہ حاضر ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ میں سے ہے۔ ۱۲ سواتی

کسے مدد کنندہ و نہ نصرۃ دہندہ۔

اما لو قال الٰہی بحرمت الشیخ عبد القادر الجیلانی شیئاً للہ فلا باس بہ، علیٰ ان یکون قولہ للہ من قبیل وضع الظاهر موضع المضمر للتلذذ حتیٰ لا یکون مشرکا وخجلاً من اللہ عزّ وجل بانکارہ القرآن و لا من الرسول صلے اللہ علیہ وسلّم لانکارہ الحدیث لا علم لی من الغیب، ولا من المشائخ الذین اشرکھم باللہ تعالیٰ لانہ یصل الیھم العتاب من جنابہ تعالیٰ انتم امرتم بان یشرکونکم بی فیجعلون بہ کما قال یعیسیٰ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔

نہیں۔ کیونکہ اس میں بہر حال اللہ تعالیٰ سے ہی درخواست ہے۔ شیخ کی حرمت سے اور للہ کا ذکر محض تلذذ کے لئے ہے ظاہر کو ضمیر کی جگہ رکھنے سے تو اس طرح وہ شخص مشرک نہ ہوگا اور نہ اسکو خدا تعالیٰ کے روبرو شرمندگی اٹھانی پڑے گی قرآن کے انکار سے اور نہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے انکار سے وہ خجل ہوگا۔ جس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی نفی اپنی ذات سے فرمائی ہے۔ اور نہ مشائخ کرام کے روبرو اسکو شرمندہ ہونا پڑے گا جن کو شریک بنایا ہے اللہ کے ساتھ۔ کیونکہ ان مشائخ کو بارِ الٰہی سے عتاب ہوگا کہ کیا تم نے ان کو حکم دیا تھا کہ یہ لوگ تمہیں میرا شریک بنائیں، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ میں فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن ان سے فرمائیں گے کیا تم نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ دونوں کو اللہ کے سوا معبود بنالو۔

نعم فرق بین نداء النبی وغیرہ لان نداء النبی لایصال الصلوٰۃ والسلام یجوز لمجیٔ الخطاب للایصال فی قولہ تعالیٰ "صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا"۔

البتہ نبی کی ندا میں اور غیر کی ندا میں فرق ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا تو ایصال صلوٰۃ وسلام کے لئے جائز ہے کیونکہ ایصال صلوٰۃ وسلام کے لئے خطاب قرآن کریم میں موجود ہے سورۃ احزاب آیت ۵۶ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ درود بھیجو اس پر اور سلام اور اسی طرح تشہد میں بھی ندا کی جاتی ہے کہ سلام ہو تجھ پر اے اللہ

الاية - والنداء له في
التشهد السلام عليك
ايها النبي - وفي غيره لا يجوز
لعموم النصوص المذكورة -
وان نادى باعتقاد انه
اذا ناداه يسمع او يقدر
استقلالا في نجاح الحاجة
او يعتقد انه متصرف في
العالم او شريك في التدبير
في الامور الالوهية فهو شرك
وكفر كما يدل عليه الآيات
والاحاديث والايات مرت -
واما الاحاديث قالت احدا
هن فينا نبي يعلم ما في غد -
فقال دعي هذه وقولي ما كنت
تقولين - وقال الرسول
صلى الله عليه واله وسلم
لا ادري وانا رسول الله م
ما يفعل بي ولا بكم كذا في
المشكوة - وايضا ما ثبت على
خلاف القياس يقتصر على مورده
كما هو الاصل المقرر عند
الفقهاء والنداء عند القبور

کے نبی لیکن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے حق میں ندا
کرنا درست نہیں کیونکہ نصوص میں عام طور پر اس کی ممانعت وارد
ہوئی ہے۔ اور اگر کوئی شخص بایں اعتقاد کسی کو ندا کرے کہ جب
وہ ندا کرے گا تو وہ سنتا ہے۔ یا اس کو مستقل طور پر حاجت روائی
کی قدرت حاصل ہے، یا یہ اعتقاد رکھے کہ وہ عالم میں متصرف
ہے۔ یا اسکو اللہ تعالیٰ کے کاموں کی تدبیر میں شراکت حاصل ہے
تو یقیناً ایسا شخص شرک اور کفر کا مرتکب ہوگا جیسا کہ احادیث اور آیات
سے ظاہر ہے۔ آیات تو پہلے ذکر ہو چکی ہیں۔ احادیث کے سلسلہ
میں ایک حدیث وہ ہے جس میں ان بچیوں کا ذکر ہے جب وہ گانا
گا رہی تھیں، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے
تو ایک بچی نے یوں کہا کہ ہمارے درمیان ایک نبی موجود ہے جو
آنے والے کل کی بات جانتا ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
اسکو منع کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو۔ اور دوسرے اشعار
جو تم پڑھ رہی تھی وہی پڑھو۔ نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ بخدا میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں لیکن بایں ہمہ مجھے کچھ علم
نہیں کہ مجھ سے اور تم سے کیا کچھ واقعات ظہور پذیر ہونے والے
ہیں جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں مذکور ہے۔ نیز جن احادیث و آثار
میں ندا کا ثبوت ہے چونکہ وہ خلاف القیاس ہے اس لئے فقہاء
کرام اور اصول فقہ والوں کے نزدیک طے شدہ قاعدہ کے مطابق اسکو
اسی مورد میں بند رکھا جائیگا چنانچہ قبور کے پاس اہل قبور پر سلام کرنے
کے لئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ندا بھی اسی قبیل سے ہے
(یعنی خلاف القیاس ہے جو اسی پر منحصر ہوگی اور دوسری جگہوں
میں اس کو عام کرنا درست نہ ہوگا)

في السلام على اهلها وندائه عليه الصلوة والسلام من هذا القبيل كما لا يخفى۔

فان قيل ــــ اذا ذكرت الموتى يحضر ارواحهم فحينئذٍ لاغيب بالنسبة اليهم فيجوز النداء لهم۔

اگر یہ کہا جائے ــــ کہ جب مردوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کی ارواح حاضر ہو جاتی ہیں تو لہذا انکو پکارنا غیب نہ ہوا۔ تو ندا درست ہو گی۔

قلنا ــــ هذا مخالف للآية والحديث لا علم لى بالغيب الا ان يوحى الله تعالى الىّ فلا يعتبر۔ في فتح القدير لا علم لهم بالغيب ليحضر ارواحهم بذكرهم۔ كذا قال الحامد رح

اس کا جواب ــــ یہ ہے کہ یہ قرآن کی آیات اور حدیث کے خلاف ہے جس میں صراحت ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے علم غیب نہیں حاصل ہاں اگر اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی یا الہام مطلع فرمادے تو معلوم ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ فتح القدیر (فقہ حنفی کی معتبر کتاب) میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے ان مُردوں کو علم غیب نہیں حاصل تاکہ ان کا ذکر کیا جائے تو ان کی روحیں حاضر ہوں (حامد قاری رح نے اسی طرح ذکر کیا ہے) باقی

وما يقول بعض المشائخ ان للاولياء تصرفا وكرامة بعد الممات كما كان في الحياة۔

بعض مشائخ نے جو یہ کہا ہے کہ اولیاء کرام کو مرنے کے بعد بھی تصرف اور کرامت حاصل ہے جیسا کہ زندگی میں تھی،

فالجواب عنه ان لهم كرامة في الحياة فقط لا بعد الممات ولنعم ما قال ؎

كرامات الولى بدار دنيا
لها كون فهم اهل النوال

وفي المكتوبات من الروضة ياتي ارواح الموتى فيقولون كتبنا

تو اس کا جواب ــــ یہ ہے کہ کرامت صرف حیات میں ہے بعد الممات نہیں جیسا کہ ایک شاعر نے بھی کہا ہے۔ کہ ولی کی کرامت اس دار دنیا میں ہے کیونکہ وہ اہل عطا ہوتے ہیں۔ مکتوبات شریف میں کتاب الروضۃ سے نقل کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ مُردوں کی روحیں آتی ہیں اور یہ کہتی ہیں کہ ہماری کتابیں تو لپیٹ دی گئی ہیں اور تمہاری کتابیں کھلی ہیں (یعنی کام اور نیکی حاصل کرنے کا وقت حیات دنیا ہی ہے بعد الممات نہیں)۔

مطوية وكتبكم منشورة
فعلم منه ان كرامة الاولياء
لا يكون الا فى الحياة۔
وقال فى البزازية وغيرها
من كتب الفتاوى من قال
ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم
يكفر كذا اقال الشيخ فخر الدين
ابو سعيد عثمان الجبانى بن
سليمان الحنفى فى رسالته
من ظن ان الميت يتصرف فى
امور دون الله سبحانه و
اعتقد به كفر كذا فى البحر الرائق
والمسائل المائة والدعاء للاموات
ليس الا بمنزلة الهدايا
للاحياء فيدخل الملك على
الميت معه طبق من نور
فيقول هذه هدية لك
من عند اخيك فلان و
من قريبك فلان فيفرح
بذلك كما يفرح الحى بالهدية
وهكذا فى الغياثية ذكره
الحامدؒ۔

اور فتاویٰ بزازیہ میں اور دوسری فتاوی کی کتابوں میں یہ مسئلہ
لکھا ہوا ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ مشائخ کی ارواح حاضر ہوتی
ہیں اور جانتی ہیں وہ شخص کفر کا مرتکب ہوگا۔ اسی طرح کہا ہے
شیخ فخر الدین ابو سعید عثمان جبانی ابن سلیمان حنفیؒ نے اپنے
رسالہ میں، جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ میت اللہ تعالیٰ کے سوا
معاملات میں تصرف کرتی ہے۔ اور سلبیات کا معتقد ہے
تو وہ کفر کا مرتکب ہے۔ بحر الرائق اور مائۃ مسائل میں اسی
طرح لکھا ہوا ہے۔ باقی اموات کے لئے دعا کرنا ایسا ہی ہے
جس طرح زندوں کی خدمت میں ہدیہ اور تحفہ پیش کیا جاتا
ہے۔ فرشتے میت کے پاس نورانی طبق میں لے کر پہنچتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ یہ تمہارے فلاں بھائی اور فلاں رشتہ دار کی طرف
سے تحفہ ہے تمہارے لئے وہ اس پر ایسا خوش ہوتا ہے جیسا
زندہ لوگ ہدیہ پیش کرنے پر خوش ہوتے ہیں۔ فتاوی غیاثیہ میں
اسی طرح مذکور ہے جس کا ذکر حامدؒ نے کیا ہے۔

وذكر ايضا من الفتاوى النسفية

نیز فتاوی نسفیہ میں مذکور ہے کہ مومنین کی روحیں جمعہ کے دن

ان ارواح المومنین یاتون لیلة الجمعة ویوم الجمعة فیقولون فی فناء بیوتھم ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین یا اھلی ویا اولادی وا قربائی اعطفوا علینا بالصدقة واذکرونا ولا تنسونا وارحمونا فی غربتنا وقلة حیلتنا فی قبر ضیق وسجن وثیق وھم وغم طویل وفقر شدید قد کان المال فی ایدیکم وقد کان فی ایدینا لو ننفق فی طاعتہ تعالیٰ ثم نسئل وانتم تاکلون وتشربون ونخاف ونعذب فیرجعون باکیا حزینا ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین اللھم اقنطھم من رحمتک کما قنطوا من الصدقة والدعاء ۔

اور جمعہ کی رات آتی ہیں اور اپنے گھروں کے صحنوں میں کھڑی ہوتی ہیں پھر ہر ایک ان میں سے نہایت غمزدہ آواز سے اپنے اہل و اولاد اور اقرباء کو آواز دیتی ہیں[1] اور کہتی ہیں کہ ہم پر مہربانی کرو صدقہ خیرات سے ۔ ہمیں یاد رکھو فراموش نہ کرو ۔ ہم پر رحم کرو ہماری غربت پر ترس کھاؤ ہمارے لئے یہاں تنگ و تاریک قبر میں اور مضبوط قید خانے میں مسلسل غم اور اندوہ طویل اور شدید فقر و محتاجی میں کوئی حیلہ اور تدبیر نہیں ۔ یہ اموال کبھی ہمارے ہاتھوں میں تھے ۔ آج تم ان کے مالک بن گئے ہو ۔ اگر ہم ان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کرتے تو آج ہم سوال نہ کرتے اور تم بے فکر کھاتے پیتے ہو ۔ ہم خوف اور عذاب میں مبتلا ہیں ۔ پھر وہ روحیں روتی ہوئی اور غمگین حالت میں واپس پلٹ جاتی ہیں ۔ اور غمزدہ آواز میں کہتی ہیں اے اللہ ان کو اپنی رحمت سے مایوس کر دے ۔ جس طرح انہوں نے ہمیں صدقہ اور دعاء سے محروم رکھا ہے ۔

---

[1] روحوں کے آنے کی کوئی روایت بھی صحیح نہیں ۔ خرق عادت کے طور پر یا اللہ تعالیٰ کسی خاص مصلحت کے لئے کسی روح کو حاضر کر دے تو اور بات ہے ۔ لیکن اس کے لئے قطعی ثبوت درکار ہے ۔ روایت اس بارہ میں اکثر بناوٹی ہیں ۔ البتہ لسان عبرت سے اس قسم کا کلام درست ہے ۔ ۱۲ سواتی

وفی الروضة فی الباب السادس
والاربعین عن ابن عباسؓ
یقول اذا کان یوم عاشوراء
او لیلة النصف من شعبان یاتی
ارواح الاموات ویقومون علی
ابواب بیوتهم فیقولون هل
من احد یذکرنا، هل من
احد یترحم علینا هل من
احد یذکرنا فی غربتنا، یامن
سکنتم فی بیوتنا، یامن سعدتم
بما شقینا، ویامن اقمتم فی
اوسع قصورنا ونحن فی قبور
ضیقة، ویامن نکحتم نسائنا
هل من یتفکر فی غربتنا وفقرنا
کتبنا مطویة وکتبکم منشورة
وفی ملتقط الاحیاء ان من
الطعام والکلام یوهب للاموات
یجعل طبقات من نور فیرفعها
الملائکة الی قبورهم وتطلب
الخلاص، وفی دستور القضات
والروضة ان ارواح المومنین
یطلبون الخلاص فی یوم الجمعة
ولیلة الجمعة والایام المتبرکة

کتاب الروضہ باب ۴۶ میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ عاشورا کے دن اور شعبان کی پندرھویں شب کو مُردوں کی ارواح آتی ہیں اور اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑے ہو کر کہتی ہیں کوئی ہے جو ہم کو یاد رکھتا ہو کون ہم پر رحم کرنے والا ہے، کوئی ہماری غربت کا خیال کرنے والا ہے اے وہ لوگو جو ہمارے گھروں میں بستے ہو تم تو اپنی ان دنیاوی نعمتوں سے مستفید ہو کر کامیاب بنے ہوئے ہو۔ اور ہم انہیں چیزوں کی بدولت بدبخت ہوئے۔ تم ہمارے وسیع مکانات میں رہتے ہو، اور ہم تنگ و تاریک قبروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ تم نے ہماری عورتوں سے نکاح کر لئے کوئی ہے جو ہماری غربت اور محتاجی میں غور و فکر کرے۔ ہماری کتابیں لپیٹ دی گئی ہیں اور تمہاری کتابیں کھلی ہیں۔ ملتقط الاحیاء (کتاب کا نام ہے) میں ہے کہ جو کھانا اور کلام مُردوں کے لئے بخشا جاتا ہے، اس کو نورانی طبقوں میں فرشتے اٹھا کر ان کی قبور کی طرف لے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے ان کی رہائی کے طلبگار ہوتے ہیں۔ اور کتاب دستور القضات اور الروضة میں ہے کہ مومنین کی ارواح جمعرات اور جمعہ کے دن اور متبرک ایام میں رہائی طلب کرتی ہیں، پہلے قبوروں میں آتی ہیں اور پھر گھروں میں اور نہایت اصرار سے کہتی ہیں کوئی ہے ہمیں یاد رکھنے والا صدقہ اور دعاء سے کیونکہ ہم نہایت تنگ قبر اور مضبوط قید خانے میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان تمام آثار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مُردوں کا کوئی اختیار نہیں آنے میں یا نہ آنے میں۔ بلکہ فرشتے ان تک پہنچاتے ہیں۔

فيأتون اولا الى القبور ثم
الى البيوت ويلحون ويقولون
من يذكرنا بالصدقة
والدعاء لانا فى قبر ضيق
وسجن وثيق، فعلم انه لا
اختيار لهم فى الاتيان و
عدمه بل الملائكة
يبلغونهم -
وان سلم فليس ذالك
بكلى بل فى الكمل من الانبياء
والشهداء والذين بشروا
بدخول الجنة على لسان
النبى صلى الله عليه وآله
وسلم وان ثبت من غير
هم فهو على سبيل الندرة
والاحكام الشرعية مبنية
على الاصول الاربعة لا على
الكرامات، والالهام، والرؤيا
والكشف بل الدين منحصر
فى الاتباع النبوى صلوات
الله وسلامه عليه فقط ،
فما يقوله البعض اذا ذكرت
اسامى الاموات يحضرون

اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کیا جائے کہ کوئی روح حاضر ہوتی ہے تو بھی
یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں کہ ہر ایک روح حاضر ہوتی ہے۔ بلکہ ہو سکتا ہے
کہ کاملین میں سے کسی وقت باذن اللہ حاضر ہو جائے۔ مثلاً انبیاء
علیہم السلام یا شہداء۔ اور وہ لوگ جن کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم
کی زبان مبارک سے جنت کی بشارت مل چکی ہے۔ اور اگر انکے
علاوہ بھی کسی کے بارہ میں ثابت ہو جائے تو وہ بر سبیل ندرت ہوگا
اور احکام شرع تو اصول اربعہ پر مبنی ہیں (کتاب و سنت اجماع قیاس)
کرامات یا الہامات، رؤیا، یا کشف پر مبنی نہیں۔ بلکہ دین تو درحقیقت
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں منحصر ہے۔ پس بعض لوگ یہ کہتے
ہیں کہ جب اموات کا ذکر کیا جائے تو وہ حاضر ہو جاتے ہیں۔ یہ
غلط محض ہے، بالکل باطل اعتقاد ہے۔ کیونکہ ان کو غیب تو نہیں
کہ جب کسی نے نام لیا تو فوراً وہاں حاضر ہو جائیں ۔
اللہ تعالیٰ کی ذات عالیشان و بابرکت سے وحی کسبی چیز نہیں اور
نہ نبی غیب کی بات بتانے پر متہم ہے۔ (وحی کے بغیر انبیاء
علیہم السلام کو علم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے بتانے پر کاہنوں کی
طرح اس وحی میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کرتے) اگر کوئی شخص
یوں کہے کہ فلاں شیخ و بزرگ نے یوں کہا اور فلاں بزرگ کے
ملفوظات میں یوں پایا گیا ہے تو اس قسم کا اعتراض نص قرآن اور
حدیث نبوی اور کلام فقہاء سے مردود ہوگا۔ کیونکہ مسلمانوں کا عمل
عبادات و معاملات میں ان بزرگان دین کے ملفوظات و اقوال
پر نہیں بلکہ کتاب و سنت کے بعد عمل فقہاء کرام کے اقوال و فتاویٰ
پر ہے۔ جب کوئی شخص اہل فتویٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو مفتی
حضرات فقہاء کرام کی مدونہ کتب فقہ سے مسائل کا جواب لکھتے

فھو غلط محض لعدم معرفة الغیب عندھم — تبارك ما وحیٗ بمکتب ولا نبی علی غیب بمتھم — ولو اعترض احد ان الشیخ فلان قال، وکذالك فی ملفوظ فلان کتب کذالك . فھذا الاعتراض مردود بالنص والحدیث وکلام الفقہاء لان عمل المسلمین فی العبادات والمعاملات لیس الاعلی اقوالھم واذا توجه احد الی اھل الفتیا فھم یخرجون المسائل من کتب الفقه لا من کتب الصوفیه۔

ہیں، نہ کہ صوفیہ کرام کے ملفوظات ومکتوبات سے[1]

زیارۃ القبور

زیارت قبور کا مسئلہ

واعلم ان زیارۃ القبور المستحبة ثلاثه انواع۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ زیارت قبور جو مستحب ہے، وہ تین طریق پر ہے۔

الاول :- ان یذھب الی القبر لان یذکر آخرته و تنذھد عن الدنیا ویعتبر عن رویة احوال اھل القبور

پہلی صورت ——— یہ ہے کہ قبر پر کوئی شخص اس خیال سے جائے تاکہ آخرت کو یاد کرے۔ اور دنیا میں اس کے لئے بے رغبتی پیدا ہو۔ اور اہل قبور کے احوال سے عبرت حاصل کرے تاکہ یہ شخص ان کے عجز ودرماندگی کو دیکھ کر اپنے اوقات عزیز کو

---

[1] ان ملفوظات ومکتوبات میں بڑی بڑی گرانقدر باتیں پائی جاتی ہیں جو انسانی تہذیب وشائستگی اور روحانی تربیت کے لئے ضروری ہیں۔ لیکن کئی باتیں نقل اور روایت کے اعتبار سے یا فہم ودرایت کے اعتبار سے ناقابل قبول ہوتی ہیں اس قسم کی باتوں کو اصول اربعہ کی روشنی میں دیکھنا چاہیئے اگر کوئی چیز کسی صریح حکم کے خلاف نظر آئے تو اسکو ترک کردینا چاہیئے یا کوئی بہتر تاویل کرنی چاہیئے ۱۲ سواتی

یشغل اوقات حیاته برؤیة عجزهم فی طاعته تعالیٰ ویحترز عن اضاعة اوقاته ؎

اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کر سکے اور اپنے اوقات کو ضائع ہونے سے بچا سکے ؎

الوقت کالنار والعمر مثل عصی فبادر الی الخیر ان العمر تحرق

وقت تو آگ کی طرح ہے اور عمر گرانمایہ اس میں لکڑی کی طرح بھلائی کی طرف سبقت کرو عمر عزیز کی یہ لکڑی تو اس آگ میں جل رہی ہے۔

والثانی ——— ان یذهب للاحسان علی المیت لانهم یقولون بلسان الحال ؎

دوسری صورت یہ ہے ——— کہ کوئی شخص قبر پر اس لئے جاتا ہے تاکہ وہ میت پر احسان کر سکے کیونکہ اہل قبور لسان حال سے گویا ہوتے ہیں ؎

فراموشی مکن مقصود آنست فراموشی نہ شرط دوستان ست

ہمیں فراموش مت کرو۔ دوستی کی شرط یہ ہے کہ فراموش نہ کریں۔

والثالث ——— ان یذهب للاحسان علی نفسه لے یقول فی نفسه انی قاعد بدون شغل فاذهب الی القبور لادعو لهم واستغفر لیجزی الله تعالیٰ به اخرج الطبرانی عن ثوبانؓ عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال نهیتکم عن زیارة القبور الا فزوروها واجعلوا زیارتکم لها صلوٰة علیهم واستغفارا لهم ـ کذا فی البرزخ ـ وباقی الاقسام ممنوعة بکل نیة تکون والتی امر یکون بل تلبثو

تیسری صورت ——— یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے اوپر احسان کرنے کے لئے زیارت قبور کے لئے جاتا ہے۔ کیونکہ جب اپنے جی میں وہ سوچتا ہے کہ میں یہاں بے کار پڑا ہوں قبرستان کیوں نہ چلا جاؤں۔ تاکہ اموات کے لئے دعا استغفار کروں۔ اللہ تعالیٰ اس سے مجھے اچھا بدلہ عطا فرمائے گا چنانچہ طبرانی میں حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا لیکن اب اجازت دیتا ہوں تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔ اور اپنی زیارت کا مقصد مُردوں کے لئے دعا و استغفار بناؤ۔ ان تینوں قسم کے ماسوا باقی قسمیں ہر طرح ممنوع ہیں خواہ کسی غرض اور کسی نیت سے کیوں نہ ہو۔ بلکہ بعض قسمیں تو انتہا درجے کی ہیں مثلاً اگر زائر قبر پر سجدہ کرے۔ یا اہل قبر سے حصول مراد کا معتقد سمجھے۔ یا ان کے تقرب کے لئے جانور ذبح کرے

كفرا اذا سجد الزائر القبر او علم حصول المراد من اهل القبر او ذبح له۔

تقبيل الارض

زمین بوسی اور آستان بوسی کا مسئلہ

واما تقبيل الارض فهو قريب من السجود الا انه اخف من وضع الخد والجبهة على الارض، في المفاتيح وما يفعله كثير من الجهلة من السجود بين ايدي المشائخ فان ذالك حرام بكل حال سواء كان الى القبلة او غيرها۔ او قصد السجود لله تعالى او غفل عنه، وبعض اهل التصوف ياتون بحجة باطلة ويقولون انا لا نسجد بالجبهة بل بالخد ونترك الجبهة بعيدة عن الارض والقبر، ولا يعلم ان اليهود كانوا يسجدون في صلوتهم على الخد وذلك السجدة مشابهة لسجدة اليهود ومتابعتهم لهم في الامر المختص بهم

زمین کو بوسہ دینا اور چومنا یہ بھی قریب قریب سجدہ کی طرح ہے لیکن یہ کچھ ہلکا ہے بنسبت زمین پر رخسار رکھنے یا پیشانی رکھنے کے چنانچہ مفاتیح میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ بہت سے جاہل لوگ جو مشائخ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں تو یہ ہر حالت میں حرام ہے خواہ قبلہ رُخ ہو یا کسی دوسری طرف رُخ ہو۔ اور خواہ سجدہ کا قصد اللہ تعالیٰ کے لئے کرے یا اس سے غافل ہو۔ بہر حال یہ حرام ہے۔ بعض اہل تصوف اس سجدہ کے جواز کے لئے ایک باطل دلیل پیش کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم پیشانی سے سجدہ نہیں کرتے بلکہ رخسار سے سجدہ کرتے ہیں اور پیشانی کو زمین سے اور قبر سے دور رکھتے ہیں۔ یہ دلیل سراسر باطل ہے کیا ان لوگوں کو اس کا علم نہیں کہ یہودی اپنی نمازوں میں رخسار پر سجدہ کرتے ہیں۔ تو اس طرح کا سجدہ یہودیوں کے ساتھ مشابہت ہوگی اور ان کی مخصوص باتوں میں ان کے ساتھ متابعت ہوگی تو اس سے کفر لازم آئیگا۔ جیسا کہ زنار باندھنے اور قشقہ کھینچنے سے (کفار اور مشرکین یہود و نصاریٰ کے خاص دینی شعائر کو اپنانا یقیناً کفر کی علامت ہے من تشبہ بقوم فھو منھم) فتاویٰ ملتقط میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ تواضع ایسی جو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کے لئے ایسی تواضع کرنا حرام ہے۔

فیکفرون کما فی الزنار والکشتیج فی المنتقط التواضع لغیرہٖ تعالیٰ حرام،

سجود التحیۃ

سجدہ ملاقات

واما سجود التحیۃ لم یکن الا للاحیاء الذین ختم علی المنتہیٰ مع انہ مختلف فیہ فعند البعض فسق لانہ راعی المنسوخ، وعند البعض کفر لانہ سجد لغیرہٖ عزّ وجلّ۔

سجدہ ملاقات پہلی امتوں میں زندوں کے لئے تھا وہ بھی ان کے لئے جو کی زندگی ہیں ختم ہوتی تھیں۔ اور پھر یہ علماء میں مختلف فیہ ہے بعض نے اس کو فسق کہا ہے کیونکہ ایسا کرنے والے شخص نے ایک منسوخ بات پر عمل کیا۔ اور بعض علماء کے نزدیک یہ کفر ہے۔ کیونکہ ایسے شخص نے اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کے سامنے سجدہ کیا ہے۔ یہ کفر ہوگا۔

فان قیل — الجہال اذا صروا علی عادۃ سیئۃ و استدلوا علیہا ان فی جمیع البلاد یفعل کذالک او یفعل الشیخ الفلانی کذالک ہل تجرد ہذا القول یصیر حجۃً و عذراً ام لا۔

سوال:۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب جاہل لوگ کسی بری بات پر اصرار کرتے ہیں اور اس کے لئے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ بات تمام ملکوں میں کی جاتی ہے۔ یا فلاں فلاں شیخ اور بزرگ یہ بات کرتے ہیں تو کیا یہ بات دلیل و حجت بن سکے گی۔ اور ایسا کرنے والا شخص معذور سمجھا جائے گا یا نہیں۔

قلنا — ہذا لیس بعذر و حجۃ کذا قال الحامد فی رسالتہ۔

جواب:۔ یہ بات کوئی عذر و دلیل نہیں بن سکتی حامد القاری نے ایسا ہی اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے دلیل و حجت کے لئے قرآن و سنت صحابہ کا تعامل اور فقہاء کرام کے فتاویٰ کی ضرورت ہے۔)

آداب زیارة القبور

واذا ذهب الی زیارة القبر ینبغی ان
ان یخلع نعلیه فی المقبرة ویقول السلام
علیکم یا اهل القبور (لا اله
الا الله) انتم لنا سلف و
نحن لکم تبع - وفی الروضة
ان سلم علی المیت فلا یرد
السلام لان هناك ملائکة
یردون منه - وعند البعض
لا یقول السلام علیکم بل
یقول علیکم السلام - لان
سنة الموتی بذالك لعدم
اقتضائه للجواب - بخلاف
الاول ثم یقوم مستقبلا
للقبلة ویقرأ الفاتحة
والاخلاص سبع مرات -
لانه جاء فی الحدیث الصحیح
من قرأ آیة الکرسی ویهب
للارواح الموتی یرسل الله
تعالی الی کل میت من المشرق
الی المغرب اربعین طبقا
من نور ویوسع قبورهم ویرفع

زیارة القبور کے آداب

- جب کوئی شخص قبر کی زیارت
کے لئے جائے تو مناسب ہے
کہ قبرستان میں جوتہ اتار لے - اور یوں دعا کرے کہ
اے اہل قبور تم پر سلام ہو - اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں
تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں -
اور کتاب الروضة میں ہے کہ اگر میت پر سلام کرے گا
تو وہ جواب نہیں دیتا بلکہ وہاں فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی
طرف سے سلام کا جواب لوٹاتے ہیں -
اور بعض نے کہا ہے کہ السلام علیکم کے بجائے علیکم السلام
کہے کیونکہ مردوں کے سلام کا یہی دستور تھا کیونکہ یہ طریق جواب
کا تقاضا نہیں کرتا - برخلاف پہلے طریق کے -
پھر اس کے بعد قبلہ رخ کھڑا ہو اور سورة فاتحہ اور
اخلاص سات مرتبہ پڑھے -

اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص نے آیة الکرسی
پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کی ارواح کو بخشا تو اللہ تعالیٰ
ہر میت تک مشرق سے مغرب تک چالیس نورانی
طبق بھیجتا ہے اور ان کی قبروں کو کشادہ کر دیتا ہے اور
ان کے درجات جنت میں بلند فرماتا ہے - اور پڑھنے
والے کو بھی ستر[1] انبیاء کا ثواب ملتا ہے - اور اللہ تعالیٰ

[1] اس روایت کی صحت کا دعوی غلط ہے - اس قسم کی روایتیں اکثر موضوعات میں شامل ہیں (باقی حاشیہ ص پر)

لهم درجة فی الجنة، وللقاری
یعطی ثواب سبعین نبیا۔ و
یخلق الله تعالی بکل حرف ملکا
یسبح ویکتب کله فی صحیفته
وان قرء الاخلاص سبع مرات
فان کان المیت غیر مغفور
یغفر الله تعالی ببرکته۔ وان
کان مغفوراً غفر للقاری۔
ومن مر فی المقابر وقال لا اله
الا الله وحده لا شریک له
له الملک وله الحمد یحیی و
یمیت وھو حی لا یموت ابداً
ذو الجلال والاکرام بیده الخیر
وھو علی کل شیئ قدیر نور الله
سبحانه تلک المقابر وکتب
فی صحیفة القاری مائة
حسنة ومحی عنه مائة سیئة

ہر حرف کے بدلہ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو تسبیح پڑھتا ہے اور
وہ سب اس پڑھنے والے کے نامہ اعمال میں درج ہوتی رہتی
ہے۔ اگر سورۃ اخلاص سات بار پڑھ کر ثواب پہنچائے گا،
اگر میت غیر مغفور ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے بخشدیگا۔
اگر مغفور ہے تو پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ بخشدے گا۔ اور جو
شخص قبرستان میں گزرا اور یہ دعا پڑھی "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی
معبود نہیں وہ وحدہٗ لاشریک ہے اسی کی بادشاہی ہے اور
اسی کے لئے تعریف ہے وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ زندہ
ہے جو کبھی نہیں مرے گا عظمت اور بزرگی والا ہے۔ اسی کے
ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے" تو اللہ تعالیٰ ان
قبروں کو منور فرمادیں گے اور پڑھنے والے کے صحیفہ میں سو نیکیاں
درج ہونگی اور سو برائیاں مٹ جائیں گی، اسی طرح دستور القضاۃ
میں مذکور ہے اور حامدؒ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

(صفحہ ۱۴۶ کا بقیہ حاشیہ) اور بعض انتہائی درجہ کی ضعیف روایتیں ہیں، جو غنیمت روایت
کے قابل قبول نہیں، البتہ اتنی بات مذہب حنفی کے مطابق درست ہے کہ قرآن پاک کو پڑھ کر اگر
ایصال ثواب کرے گا تو اس کا ثواب مردوں کو پہنچے گا۔ کیونکہ قرآن پاک کی تلاوت بھی ایک اعلیٰ
درجہ کی نیکی ہے۔ اور مذہب حنفی میں کسی نیک عمل کر کے اس کا ثواب بخش سکتا ہے۔ بعض دوسرے
ائمہ کرام کے نزدیک قرآن کی تلاوت کا ثواب نہیں پہنچتا بلکہ صرف حج یا صدقہ خیرات وغیرہ
کا ہی ثواب پہنچتا ہے۔ واللہ اعلم ۱۲ سواتی

كذا في دستور القضاة۔ كذا ذكره الحامد۔

مس القبر

وفي القنية ولا يمس القبر لان وضع اليد على القبور بدعة ولا يقبل لانه من سنن اليهود والنصارى، في سراج الهداية من قبل قبر احد بالشفة او باليد فقد فعل رسم الكفار فيحشر يوم القيامة معهم، وفي الخبر من زار قبر مومن فيقول اللهم اسألك بحرمة محمد صلى الله عليه وآله وسلم ان لا تعذب هذا الميت رفع الله تعالى العذاب عنه الى نفخ الصور كذا في عمدة الابرار والكافر يكون في القبر معذبا دائما لكنه يرفع عنه في يوم الجمعة وليلته وشهر رمضان وبعد مضي الشهر عاد العذاب

قبر کو ہاتھ لگانا

فتاویٰ قنیہ میں مذکور ہے کہ قبر کو ہاتھ نہ لگائے۔ کیونکہ قبر پر ہاتھ رکھنا ناقابل قبول بدعت ہے کیونکہ یہ یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے اور سراج الہدایہ میں لکھا ہے کہ جس شخص نے کسی کی قبر کو مونٹ کے ساتھ بوسہ دیا یا ہاتھ لگا کر چوما تو اس نے کفار کی رسم ادا کی قیامت میں ان کے ساتھ ہی اس کا حشر ہوگا۔ اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جس نے کسی مومن کی قبر کی زیارت کی اور اس طرح دعا کی کہ اے اللہ میں تجھ سے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی حرمت کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ اس میت کو عذاب نہ دے، تو اللہ تعالیٰ اس سے صور کے پھونکنے تک عذاب اٹھا دیتے ہیں۔ عمدۃ الابرار میں اسی طرح مذکور ہے۔ اور کافر کو ہمیشہ قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ لیکن جمعرات اور جمعہ اور رمضان میں عذاب اٹھا لیا جاتا ہے اور پھر اس کے بعد واپس لوٹ آتا ہے[1]۔

اگر مومن مطیع ہو تو اس کو عذاب قبر نہیں ہوتا۔ صرف تھوڑی سی قبر کی تنگی ہوتی ہے جس سے وہ خوف اور ہول محسوس کرتا ہے۔ اور اگر مومن عاصی ہو تو اس کو عذاب قبر ہوتا ہے لیکن جمعہ کی رات اور رمضان میں منقطع ہو جاتا ہے پھر پلٹ کر نہیں آتا۔ اور اگر ایسا مومن گنہگار جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مر جائے تو اسکو

---

[1] کافر سے جمعہ کے روز رمضان المبارک یا متبرک اوقات میں عذاب کے اٹھائے جانے کی کوئی صحیح روایت نہیں ہے البتہ مومن طالب سے تخفیف عذاب ہمہ اوقات صحیح حدیث میں مذکور ہے (باقی حاشیہ ص ۱۴۹ پر)

وان کان المیت مومنا مطیعا
لا یکون لہٗ عذاب القبر بل
ضغطۃ قلیلۃ ویکون لہٗ خوفہ
وھولہ ، وان کان عاصیاً یکون
لہ عذاب وینقطع فی لیلۃ
الجمعۃ وشہر رمضان ثم
لا یعود ، وان مات یوم الجمعۃ
او لیلتھا یکون لہ عذاب القبر
وضغطتہ ساعۃ ثم ینقطع
ولا یعود الی یوم القیامۃ۔

قبر کا عذاب اور تنگی بھی کچھ وقت تک ہوگی پھر وہ منقطع ہوجائیگا
اور پلٹ کر نہیں آئے گا قیامت تک ، واللہ اعلم

(صفحہ ۱۴۸ کا بقیہ حاشیہ) اور ابولہب کے متعلق بخاری شریف میں آتا ذکر جو ہے حضرت عروہ
فرماتے ہیں کہ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی جس کو اس نے آزاد کر دیا تھا اور جس نے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کو دودھ بھی پلایا تھا۔ ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے خاندان کے کسی آدمی نے یا حضرت
عباسؓ نے اس کو خواب میں دیکھا نہایت بری حالت میں اس سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا حال رہا
ابولہب نے جواب دیا کہ تم سے جدائی کے بعد میں نے کسی اچھی حالت کو نہیں پایا سوائے اس کے کہ مجھے اس
مقدار میں (شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کے درمیان جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) پانی پلایا گیا ہے
اور یہ ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے (بخاری ج ۲ صفحہ ۷۶۴) بخاری شریف کے حاشیہ میں فتح الباری [illegible]
کے حوالے سے محدث اسماعیلؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ مقدار سے مراد انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان کی
جو چھوٹا سا گڑھا بن جاتا ہے۔ اس کی مقدار میں پانی پلانے کی طرف اشارہ ہے بعض نے یہ بھی کہا ہے
کہ یہ بھی محض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اس کے ساتھ خاص عنایت [illegible] ہے جیسا کہ ابوطالب سے
عذاب میں تخفیف بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اکرام کے لئے ہے اور بعض [illegible]
[illegible] اس کے نیک عمل کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہوئی تو اس [illegible]
[illegible] سے متعلق [illegible] بھی نفع مند نہیں [illegible]

وافضل الایام لزیارة القبور اربعة، یوم الخمیس وقت العشاء ولیلة الجمعة بعد الظھر وفی روایة قبل طلوع الشمس وفی روایة کل یوم، ویوم السبت قبل طلوع الشمس، ویوم الاثنین الا ان التزام یوم واحد للزیارة غیر ثابت، وما ورد من زار قبر ابویه او احدھما فی کل جمعة غفر له وکتب براءة فالمراد به الاسبوع لا یوم الجمعة بعینه ذکرہ عبدالحق فی الترجمة۔ لکن لا یعلم الخیر والشر والنفع والضرر والضلا والھدایة والموت والحیاة الا من اللہ تعالیٰ، ولو علی شیئاً منھا من غیرہ عز وجل یکفر کذا فی قاطع البدعة، وفی جمیع الاشیاء یتوجه الی الحق، فی المشکل والسھل، وفی جمیع الامور الدینیة والدنیاویة والحرکة والسکون، وحل المشکلات

زیارت قبور کے لئے افضل دن ——— چار ہیں۔ جمعرات کا دن بعد العشاء اور جمعہ کی رات ظہر کے بعد۔ اور ایک روایت میں طلوع شمس سے قبل، اور ایک روایت میں ہر دن، اور ہفتے کے دن طلوع شمس سے پہلے۔ اور پیر کے دن البتہ یہ بات ہے کہ کسی ایک دن کا التزام کرنا، زیارت قبور کے لئے ثابت نہیں، اور جس روایت میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جس نے اپنے ماں باپ دونوں یا ایک کی زیارت کی ہر جمعہ کے دن تو اس کے گناہ بخشے جائیں گے، اور اس کے لئے براءۃ لکھی جائیگی، تو اس سے مراد ہفتہ بھر میں ایک دن ہے نہ کہ کوئی خاص معین دن جیسا کہ شیخ عبدالحق رحمہ نے ترجمہ میں ذکر کیا ہے۔ (قبور کی زیارت کے ساتھ یہ خیال رکھے کہ خیر و شر، نفع و ضرر گمراہی اور ہدایت، موت وحیات یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی چیز کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے بارہ میں اعتقاد رکھے گا تو کافر ہوگا۔ اسی طرح کتاب قاطع البدعت میں مذکور ہے، اور تمام چیزوں میں توجہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف ہونی چاہیئے خواہ مشکل بات ہو یا آسان اور تمام دینی اور دنیاوی امور اور ہر قسم کی حرکت اور سکون اور مشکلات کا حل۔ اور مہمات میں کفایت کرنا۔ اور عزت وجاہ یہ سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ ان چیزوں میں اپنے آپ سے اور اللہ تعالیٰ کے سوا غیر سے بھی قطع نظر کر لے سے

اگر عزت و مرتبہ ہے تو بھی اور اگر ذلت قید ہے تو بھی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتا ہوں نہ زید و عمر کی طرف سے۔

وكفاية المهمات والعز والجاه
ويقطع النظر عن نفسه، وغيره
تعالى سے

اگر عزّ وجاه است اگر ذل قید و
من از حق بدانم نه از عمرو زید

ويترك طريق العابدين
الباطلين وغيرهم من المشائخ
الذين يثبتون فعل الله تعالى
للمشائخ وحل الاشياء يعلمون
منهم ويثبتون لهم علم الغيب
وكلما وحيثما كان ذكر الحق
يذكرون المشائخ، واذا كان
حال العلماء كذالك فيكون
العوام كذالك بالطريق
الاولى، وهو خلاف مقتضى
العقل لان ذات الله عز وجل
مرجع الامور والمعين على
كل الاشياء، مع ان حل المشكلات
والمهمات منه وهو حاضر
وناظر قطعا. وانهم يعلمون
حل المشكلات والمهمات من
الذين لا يعلمون ولا ينظرون
الى احوالكم، الا ترى الى حال

اور (ایک حق پرست انسان کا فرض ہے کہ) ان باطل پرست
عبادت گزاروں کے طریق کو چھوڑ دے اور اسی طرح ایسے مولوی
پیر اور مشائخ وغیرہ جو اللہ تعالیٰ کا فعل اور اسکی صفت مشائخ کے
لئے ثابت کرتے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ مشائخ مشکل کشائی
کرتے ہیں ضرورت کے وقت، اور نیز ان کے لئے علم غیب
ثابت کرتے ہیں سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے حالات سے باخبر ہوتے
ہیں اور حق تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ان کا ذکر بھی ہر صورت میں کرتے
ہیں جب علم والوں کا یہ حال ہوگا تو عوام بطریق اولیٰ گمراہ ہوں گے
اور پھر یہ عقل کے مقتضیٰ کے بھی خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات
ہی تمام امور کا مرجع ہے اور تمام معاملات میں مددگار بھی صرف وہی
ہے مشکلات اور مہمات کا حل بھی وہی کرتا ہے کیونکہ وہ حاضر و ناظر
ہے قطعی و یقینی طور پر۔ اور یہ لوگ اس کے برخلاف مشکلات اور
مہمات کا حل ان لوگوں اور ان ہستیوں کی طرف سے سمجھتے ہیں جو نہ
جانتے ہیں اور نہ تمہارے حالات کو دیکھتے ہیں، تم نے غور نہیں
کیا کہ قیامت کے دن سب لوگ جب انبیاء علیہم السلام کے سامنے
شفاعت کی درخواست کریں گے تو انبیاء علیہم السلام انکار کر دیں
گے اور کہیں گے کہ ہماری طاقت نہیں، اور نفسی نفسی پکار اٹھیں گے
صرف ہمارے نبی کریم حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم امتی امتی کہیں گے

الانبیاء اذا عرض جمیع الخلائق الشفاعة الیهم فیقولون لا طاقة لنا فینا دون نفسی نفسی الا نبینا علیه الصلوٰة والسلام یقول امتی امتی لکن لا یعرض امر الشفاعة الا باذن من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنه فکیف یشفع غیرہ بغیر امرہ عز وجل کذا ذکرہ حامد فی رسالة الفارسیة۔

لیکن شفاعت کا معاملہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت پر ہی پیش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کون ہے جو اس کے سامنے سفارش کا دم مار سکے بغیر اس کی اجازت کے تب سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم بھی بغیر اجازت کے سفارش نہیں فرما سکتے تو آپ کے علاوہ اور کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم و اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔ اسی طرح حامد نے اپنے رسالہ فارسی میں ذکر کیا ہے۔

وذکر عبد اللہ سقانی ان العبد اذا توجه الی غیرہ تعالیٰ وعلم ان قضاء حاجته من غیرہ تیسر حاجته بسرعة فیعرض الملائکة فی جنابه عز وجل ان هذا العبد لم یلتجی حاجته الیک فلم اسرعت اسعاف حاجته وبادرت الیه وما الحکمة فی سرعة الاسعاف فیقول اللہ تعالیٰ ان هذا العبد قد باع ایمانه فاخذته منه فکیف لا اسرع فی اسعافها به، وذکر فی تفسیر نقرہ کار

اور عبد اللہ سقانیؒ نے بیان کیا ہے کہ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی غیر کی طرف توجہ کرتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ میری حاجت اس سے پوری ہوگی، تو اس کی حاجت جلدی سے پوری ہو جاتی ہے فرشتے اللہ تعالیٰ کے سامنے عرض کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ اس بندہ نے اپنی حاجت تیرے سامنے نہیں پیش کی تو نے اس کی حاجت پورا کرنے میں جلدی فرمائی ہے اس کی کیا حکمت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس بندہ نے اپنا ایمان بیچ ڈالا یعنی اس کا ایمان تو میں نے سلب کر لیا ہے، اب اس کی حاجت پورا کرنے میں کیوں نہ جلدی کروں۔ تفسیر نقرہ کار میں لکھا ہوا ہے کہ جب کوئی کافر بت پرست بت کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے ٹھاکر میرا مقصد پورا کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت برآری فرما دیتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ بار الٰہا تو ہی مالک ہے اس کافر نے تو بت کو پکارا ہے اور تو نے اس کی

ان الكافر الوثني اذا سجد للصنم وقال لے ٹھاکر ھیبی مقصودی فیقول الله تعالےٰ سبعین مرة لبیك عبدی فیعرض الملائکة یا الٰہنا و مالکنا ان ھذا الکافر دعی الصنم وانت تقول لبیك فیقول الله عزوجل یا ملائکتی ان ھذا الرجل ان نسی عبودیته فانا ربه فلا انسی ربوبیتی لان الخالق والرازق وفعال الامور لیس الا انا۔

آواز پر لبیک فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ اے ملائکہ اگر اس بندے نے اپنی عبودیت کو فراموش کر دیا ہے تو میں اس کا رب ہوں میں اپنی ربوبیت کو تو فراموش نہیں کر سکتا کیونکہ خالق، رازق اور تمام امور کو سرانجام دینے والا میرے سوا کوئی نہیں۔

فعاتب الله تعالیٰ جل شانه الذین یلتجون الی المخلوقات "اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُکُمْ شَیْئًا وَّلَا یَضُرُّکُمْ اُفٍّ لَّکُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ" "وَلَا تَدْعُ (یا محمد صلی الله علیه وسلم) مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَلَا یَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ" "وَاِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ"

پس خدا تعالیٰ نے سرزنش فرمائی ہے ان لوگوں کو جو مخلوقات کے سامنے اپنی حاجت روائی کے لئے ملتجی ہوتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ انبیاء آیت ۶۶ کیا تم پرستش کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا ایسے بتوں اور ایسوں کی جو تم کو نہ کچھ فائدہ دے سکتے ہیں اور نہ نقصان اُف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم پرستش کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے۔ اسی طرح سورہ یونس آیت ۱۰۶ فرمایا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ نہ پکاریں اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی ہستیوں کو کہ نہ تو کچھ فائدہ دے سکتی ہیں نہ نقصان پہنچا سکتی ہیں پس اگر بالفرض آپ نے ایسا کیا تو یقیناً آپ اس وقت زیادتی کرنے والوں میں ہو جائیں گے۔ اور سورہ فاتحہ کی آیت تو ہر وقت لوگ پڑھتے ہیں۔ کہ اے اللہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف

ولنعم ما قال المولوی رومؒ ؎
یاری از غیر حق نہ از دین است
حق ایاک نعبد و ایاک نستعین
تکیہ بر دیوار کردم بر سرم بارید خاک
خاک باد ابر سر کش کو تکیہ بر غیر کند
قال اللہ تعالیٰ "مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ اتَّخَذَتْ بَیْتًا (رمالوی)، وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ" وھن الاولیاء ما اتخذوہا اولیاء۔

تجھ سے ہی مدد کے خواستگار ہیں، مولانا رومیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے شعر ؎ اللہ تعالیٰ کے سوا غیر سے مدد طلب کرنی یہ دین نہیں، حق بات تو ایاك نعبد و ایاك نستعین ہی ہے، میں نے دیوار پر تکیہ کیا اس نے مجھ پر خاک گرائی اس انسان کے سر پر خاک ہو جس نے اللہ کے سوا غیر پر تکیہ اور بھروسا کیا۔ سورۂ عنکبوت آیت ۴۱ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اوروں کو کارساز بنا رکھا ہے ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ اس نے ایک گھر بنا رکھا ہے (جالا) اور اس میں کچھ شک نہیں کہ تمام گھروں سے بودا اور کمزور مکڑی کا گھر ہوتا ہے کاش یہ لوگ اتنی بات کو سمجھتے یعنی اولیاء اللہ کے عجز کو جانتے تو کبھی بھی انکو معبود نہ بناتے۔

فان قال احد، ان مقصودی قد حصل مرارا کثیرۃ فان لم یکن کرامۃ وکشفا فکیف حصل مقصودی من الولی بعد موتہ،

فالجواب :۔ انہ لو عرض احد مشکل فیعرض فی جنابہ تعالیٰ ولو سل الیہ اولیاء اللہ تعالیٰ بھذہ العبارۃ یاالٰہی سھل مشکلی بحرمۃ الفلان الولی لانہ فی اعتقادی من مقرب جناب الکبری فیرحمہ اللہ تعالیٰ و

اعتراض :۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میری مراد تو بہت دفعہ مردوں سے حاصل ہوئی ہے، اگر یہ ولی کا کشف و کرامت نہیں تو مراد کیسی حاصل ہوئی۔

جواب :۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی مشکل پیش کرے اور اولیاء اللہ کا توسل کرے ان الفاظ کے ساتھ کہ اے اللہ میری مشکل آسان کر دے فلاں ولی کی حرمت سے۔ کیونکہ وہ میرے اعتقاد میں تیری بڑی بارگاہ میں مقرب ہے تو اس طرح اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا کر دیتا ہے اگر چاہے اور اس کی تقدیر میں ہو لیکن اولیاء اللہ کو تو کوئی طاقت نہیں نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں انکو دنیا میں کرامت حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں شفاعت اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور اسکے

يسعف حاجته البتة لو شاء
وقدر ولا طاقة للاولياء لا
في الدنيا ولا في الاخرة، وانما
الكرامة في الدنيا والشفاعة
في الاخرة باذنه تعالى۔ ومن
نعمه، قال جل شانه "وَكَمْ
مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي
شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِن بَعْدِ
أَن يَأْذَنَ اللَّهُ (رفعها) لِمَن يَشَاءُ
(منهم) وَيَرْضَىٰ" (منه) فان قال
احد ان الحضرة الشيخ غوث
الثقلين قدس سره مثلا
قال لي في النوم ايها الاخ كلما
حزبك امر مشكل وحاجة
فنادني فاحل مشكلك واسعف
حاجتك۔

فالجواب:- ان رؤية الولي
خير لكن لا اعتبار لهذا القول
في الشرع بل هو فساد الاعتقاد
لانه حصل في اعتقاد هذا الشخص
اني متى ادعوه ليسمع ويمد مع
انه ليس له علم الغيب فيلزم
منه انكار القرآن والحديث۔

احسان سے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ نجم آیت ۲۶ میں فرمایا ہے
اور بہت سے مقرب فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں جن کی شفاعت
ذرا بھی نفع نہیں دے سکتی مگر ہاں بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کے
لیے چاہے سفارش کرنے کا حکم دے دے اور اس کے لئے سفارش
پسند بھی کرے۔

اعتراض:- اگر کوئی کہے کہ مجھے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے
خواب میں کہا ہے کہ اے بھائی اگر تم کو کوئی مشکل اور حاجت پیش
آجائے تو مجھے پکارو میں تمہاری مشکل حل کر دوں گا اور تمہاری حاجت
پوری کر دوں گا ___ جواب ___ یہ ہے کہ بیشک اللہ
تعالیٰ کے کسی ولی کو خواب میں دیکھنا اچھا ہے لیکن اس حاجت براری
کی بات کا شریعت میں کچھ اعتبار نہیں، بلکہ یہ عقیدہ کا فساد ہے۔
کیونکہ اس شخص کے عقیدہ میں یہ بات ہے کہ میں جب بھی ان کو پکاروں گا
وہ سنیں گے اور میری امداد کریں گے۔ حالانکہ شیخ عبدالقادر جیلانی
کو علم غیب نہیں کہ اس کی پکار کو جانیں یا سنیں اس سے قرآن
اور حدیث کا انکار لازم آتا ہے لہٰذا اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

ولا اعتبار لرؤیا غیر الانبیاء والاولیاء علیهم السلام فانه لو رأی احد ان رسول الله صلی الله علیه وسلم امر بشیٔ منعه فی حیاته صلی الله علیه وسلم فلا اعتبار بهذا الحکم فی الشریعة والعلماء الراسخون لا یسلمونه وایضا قال الحامد انی رأیت مرارا کثیرة فی لیال کثیرة انی اسبق فی خدمة الاستاذ فعرضت فی خدمته مرة فقلت یا حضرتنا تعلمت هذا السبق البارحة فی جنابکم فی الرؤیا وقد کثر ذالك فانتم تعلمون به ام لا فقال لا فعرضت ثانیا قلت ما الحکمة فی انکم لا تعلمون والله علم الاستاذ فقال سمعت عن الاساتذة الثقات ورأیت فی الکتب ایضا ان الله تعالی یصور اعتقاد ذالك المعتقد بشکل عند مریده لیزید اعتقاده ویحصل العلم والدین منه ایضا وتلك توجد فی عالم المثال

اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کے خواب[1] کے علاوہ کسی کے خواب کا اعتبار نہیں (انبیاء کا خواب تو وحی کی قسم ہے باقی لوگوں کے خواب صحیح بھی ہو سکتے ہیں اور غلط بھی) اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کو کسی ایسی بات کا حکم دے رہے ہیں جس سے آپ نے اپنی دنیاوی حیات میں منع فرمایا تھا تو اس حکم کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا شریعت میں اور علماء راسخین اس حکم کو تسلیم نہیں کرتے (بلکہ اس کی کچھ اور تعبیر ہوگی) قابل عمل تو وہی حکم ہے جو آپ نے زندگی میں فرمایا۔ حامد نے فرمایا کہ میں بار بار خواب میں دیکھا کہ میں اپنے استاذ کے آگے کا سبق پڑھتا ہوں۔ میں نے اپنے استاذ سے ایک مرتبہ عرض کیا میں یہ سبق آپ سے رات کو خواب میں پڑھتا ہوں اور ایسا اکثر ہوتا ہے کیا آپ کو اس کا علم ہے یا نہیں تو استاذ نے کہا کہ نہیں مجھے اس کا علم نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ پھر اس کی کیا حکمت ہے کہ آپ نہیں جانتے اور میں جانتا ہوں۔ تو استاذ نے کہا میں نے ثقہ اساتذہ سے سنا ہے اور کتابوں میں بھی پڑھا ہے کہ اس خواب دیکھنے والے کے اعتقاد کو اس شکل میں متصور کر کے اس کے سامنے ظاہر کر دیتا ہے تاکہ اس کا اعتقاد استاذ کے حق میں زیادہ ہو جائے اور اس کو استاذ سے علم اور دین حاصل ہو۔ اور یہ صورت جو اس کو نظر آتی ہے وہ عالم مثال اور خیال میں ہوتی ہے اور استاذ کو اس کا علم تک نہیں ہوتا۔

---

[1] انبیاء علیہم السلام کا خواب تو حجت شرعی ہوتا ہے، کیونکہ یہ وحی کی ایک صورت ہوتی ہے صدق اللہ رسوله الرؤیا و صدقت الرؤیا وغیرہ آیات اور احادیث میں اس کا ذکر ہے لیکن اولیاء اللہ اور دیگر مومنین وغیرہ کا خواب حجت شرعی نہیں، مومن کا خواب بشارت کے درجہ میں ہوتا ہے۔ احکام شرع اس سے ثابت نہیں ہو سکتے۔ واللہ اعلم۔ ۱۲ سواتی

ولو انصفت لكفاك قوله
عليه الصلوة والسلام ما الميت
في القبر الا كالغريق المتغوث
ينتظر دعوة من اب او اخ او
ام او صديق فاذا الحقته كان
احب اليه من الدنيا وما فيها
وينزل الله تعالى من دعاء الاحياء
على الاموات امثال الجبال، الا
ما استثنى قبيل هذا بل الانسان
كيف اعتقد يعامل معه تعالى
معاملة مثله كما لو اعتقد ان
مطلوبه لا يحصل الا من هذا الصنم
حصل المطلوب بسرعة من الله
تعالى وهو يظن ان الصنم حصل
مطلوبه. وعلى هذا القياس.
ولو اعتقد انه لا يحصل الا
من الله عز وجل ايضا لكن
بمهلة كما نطق به قوله تعالى
انا عند ظن عبدي بي يعني
لو اعتقد ان مقصوده لا يحصل
له الا الله عز وجل فانا مد اتقا
لي واسهل امره وارحمه و
اسهل في تحصيله لان تجد

اور اگر تم انصاف سے کام لوگے تو تمہارے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلّم کا یہ فرمان کافی ہوگا جس میں آپ نے فرمایا ہے زندوں کی امداد کے
کے بجائے میت اپنی قبر میں اس طرح ہوتا ہے۔ جیسے کوئی پانی میں
ڈوبنے والا جو دوسروں سے فریاد کرتا ہے اور وہ منتظر رہتا ہے کہ
باپ بھائی یا ماں اور کسی دوست وغیرہ سے اس کے لئے دعا پہنچے
جب دعا پہنچتی ہے تو یہ اس کے لئے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب
ہوتی ہے نیز حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کا یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ زندہ
کی دعاؤں سے مُردوں پر ثواب اور اجر کے اتنے بڑے بڑے حصے
اتارتا ہے جیسے پہاڑ ہوتے ہیں۔ البتہ جو اس کے مستحق ہی نہ ہوں
تو وہ الگ بات ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان کا جیسا اعتقاد
ہوتا ہے اس کے مطابق اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں۔
اگر ایک آدمی یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ میری مراد تو اس بُت سے ہی پوری
ہوگی، تو اللہ تعالیٰ اس کے مطلوب کو بھی بعض اوقات جلدی پورا کرتا
ہے۔ اور وہ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ میری مراد اس بُت نے ہی پوری کی
اسی طرح اگر کوئی آدمی ایسا اعتقاد رکھتا ہو کہ میری مراد اللہ تعالیٰ
ہی پوری کرتا ہے لیکن مہلت اور تاخیر سے، تو اس طرح بھی ہوتا ہے
خدا تعالیٰ کا یہ فرمان جو حدیث قدسی میں ہے اس سے یہ بات ظاہر
ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندہ کا جیسا گمان ہوتا ہے میرے
بارہ میں میں اس گمان کے پاس ہوتا ہوں یعنی اگر اس کا یہ اعتقاد ہو کہ
اللہ تعالیٰ ہی مقصود کو پورا کرنے والا ہے تو میں اس کے اعتقاد میں اس
کی مدد کرتا ہوں، اور اس کے معاملہ کو آسان بناتا ہوں اور اس پر رحم کرتا
ہوں اور اس کے کام بنانے میں رستہ ہموار کرتا ہوں، کیونکہ اس بندہ
کی توجہ میری طرف اور اس کی زاری و نیازمندی سے میں خوش ہوتا ہوں

الیّ والحاحُمیَسّرُنِی واعوضه فی الدارین۔

ومن اعتقد ان المطلوب من الفلان الولی، او من الصنم فرمیت اعتقاده الی معتقده واطرده عن جنابی المقدس عزوجل، نعوذ بالله منه، واسرع فی اسعاف امره وحاجته کما یلقی الی الکلب قطعة رغیف ویطرده، او احرمه عن رحمتی اعاذنا الله منه آمین یارب العالمین

ولانه ذکر فی المکتوبات ان احدا من الصلحاء الامرین بالمعروف والناهین عن المنکر مر فی طریق وکان هناك رجل قد کشف رکبتیه وفخذیه فاذا بلغ المحتسب المذکور بمقابله امره بالمعروف و نهی عن کشف الرکبة و الفخذ۔ فقال غطهما فلما مضت مدة علی هذه الحال فقال کاشف الرکبة ای فلان

اس کو دونوں جہاں میں اس کا عوض عطا کرتا ہوں۔

اور جس کا اعتقاد یہ ہو کہ میرا مطلوب تو فلاں ولی یا فلاں بت سے ہی حاصل ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے گندے اور باطل اعتقاد کو اس کے منہ پر پھینک دیتے ہیں اور اس شخص کو اپنی بارگاہ مقدس سے دھکیل دیتے ہیں لیکن اس کی اس حاجت اور ضرورت کو پورا فرما دیتے ہیں اگرچہ اپنی رحمت سے اس کو دور کر دیتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ کتے کی طرف روٹی کا ٹکڑا پھینک کر اس کو بھگا دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے غضب سے بچائے آمین۔

کشف اور خواب کا کچھ اعتبار نہیں شرعی حکم کے مقابلہ میں

مکتوبات شریف میں مذکور ہے۔ ایک صالح اور نیک آدمی جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کرتا تھا۔ راستے میں ایک شخص پر گذرا جس نے اپنے گھٹنے اور ران کھول کر برہنہ کئے ہوئے تھے۔ یہ محتسب صالح جب اس کے پاس سے گزرا تو اس نے گھٹنے اور ران کو برہنہ کرنے سے منع کیا اور کہا کہ ان کو ڈھانپ لو۔ اس پر ایک مدت اسی طرح گزر گئی وہ شخص اسی حالت پر رہتا تھا اور منع کرنے والا منع کرتا رہتا تھا۔ تو اس گھٹنہ برہنہ کرنے والے نے کہا کہ اے فلاں تم مجھے چھیڑنے اور منع کرنے سے باز نہیں آؤ گے جب تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے تمہارے اوپر عتاب آئے۔

لا تمتنع من تعرضی حتی یاتیك العتاب من جناب الرسول صلوات الله وسلامه علیه۔ فرئی ذالك الآمر الناهی النبی علیه من الصلوات اکملها ومن التسلیمات افضلها، یقول ان هذا الفقیر من اهل طور وکان حاضرا هناك لا تقل له شیئًا وامتنع عن تعرضه فلما مر فی ذالك الطریق فبلغ الی حیث کان ذالك الفقیر فیه شرع بالامر بالمعروف کما کان دابه فثار الفقیر الکاشف وقال له لا تمتنع من عادتك مع انك عوتبت من جناب سلطان السلاطین صلے الله علیه وسلم فاجاب الآمر بالمعروف کیف اترك ما قال رسول الله صلے الله علیه وآله وصحبه وسلم فی حیاته واعمل بالرؤیا هذا لا یکون ابدا وقطعا ؎

خواب تکیه زده وضوشکند
تکیه برخواب هیچ کس نکند

اس امر بالمعروف کرنے والے شخص نے خواب میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا آپ فرما رہے تھے کہ اس فقیر سے تعرض مت کرو یہ اہل طور میں سے ہے (جیسا طور پر خدا تعالیٰ کی تجلی وارد ہوئی تھی اور موسٰی علیہ السلام بے ہوش ہو گئے تھے اسی طرح یہ فقیر بھی خاص قسم کی تجلیات کا مورد ہے) اس لئے اس کو کچھ نہ کہو۔ جب وہ امر بالمعروف کرنے والا شخص راستے میں اس فقیر کے پاس سے گزرا تو بدستور اس کو گھٹنے ڈھانپنے کا حکم دیا۔ وہ فقیر جو صاحب کشف تھا بھڑک اٹھا اس نے کہا کہ تم اپنی عادت سے باز نہیں آئے حالانکہ بارگاہ نبوی سے تمہیں عتاب ہو چکا ہے۔

اس امر بالمعروف کرنے والے شخص نے کہا کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا وہ فرمان کس طرح چھوڑ سکتا ہوں جو آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں فرمایا ہے اسکو چھوڑ کر میں خواب پرستش کرنے لگوں یہ کبھی بھی نہ ہوگا شریعت ہی تو وہی حکم حجت ہے جو آپ نے زندگی مبارک میں فرما دیا ہے۔ ؎

اگر ٹیک لگا کر کوئی آدمی سو جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
خواب پر تو کوئی بھی اعتماد نہیں کرتا۔

وایضا لا اعتبار للکشف والاستخارۃ والرؤیا بل للاتباع النبوی صلے اللہ علیہ وسلم قولاً وفعلاً واعتقاداً قال الحامد القاری قال الجان محمد الساکن قصاب پورہ فی مرض موتہ علیہ الرحمۃ لا اظہر احوال احد بالکشف وکرر بعدہ لا اعتبار للکشف والاستخارۃ والرویا وفی البرہنۃ لا اعتبار للرؤیا المخالف للشرع وفی المسعودی ان قرء حنفی المذہب خلف الامام واحتج بانہ امرنی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی الرؤیا بالقرأۃ خلفہ لا یجوز لہ ان یقرأ لان ترک المذہب بالرؤیا لا یجوز لنا قال فی الیقظۃ قرأۃ الامام قرأۃ لہ واحتج بقول الاسبیجانی ان بعضہم اختار القرأۃ فہذا اما ان یکون مجتہدا اولا وعلی کلا التقدیرین لا یصیر قولہ حجۃ علی ابی حنیفۃ ومعتقدہ

نیز کشف استخارہ اور خواب کا اعتبار نہیں بلکہ اعتبار فی الحقیقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا ہے جو اتباع قولاً فعلاً اور اعتقاداً اتباع نبوی ہو۔ حضرت حامد قاریؒ نے فرمایا ہے کہ جان محمدؒ جو قصاب پورہ کے باشندہ تھے (ایک صالح آدمی تھے) نے اپنی مرض موت میں کہا کہ کشف سے کسی کے حالات حقیقۃ ظاہر نہیں ہوتے۔ اور اس کے بعد بار بار یہ کہا کہ کشف استخارہ اور خواب کا کوئی اعتبار نہیں، فتاوی برہنہ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ایسے کسی خواب کا اعتبار نہیں جو شرع کے مخالف ہو۔

کتاب مسعودی میں لکھا ہے، کہ اگر کوئی حنفی مسلک والا آدمی امام کے پیچھے قرأۃ کرے اور اس سے دلیل پکڑے کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں امام کے پیچھے قرأۃ کرنے کا حکم دیا ہے۔ تو یہ جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ خواب اور رؤیا سے مذہب اور مسلک کو ترک کرنا جائز نہیں۔ جبکہ بیداری کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما چکے ہیں (جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے) کہ امام کی قرأۃ مقتدی کی قرأۃ ہے اور امام اسبیجانیؒ کے قول سے دلیل پکڑنا درست نہیں جس میں انہوں نے کہا ہے کہ بعض نے امام کے پیچھے قرأۃ کو اختیار کیا ہے، کیونکہ یہ بعض یا تو مجتہد ہوں گے یا غیر مجتہد تو دونوں صورتوں میں ان کا قول امام ابو حنیفہؒ اور ان کے معتقدین پر کیسے حجت ہو سکتا ہے کتاب جواہر میں اسی طرح مذکور ہے۔ (کیونکہ ایک مجتہد کا قول دوسرے مجتہد کے لئے اجتہادی معاملات میں حجت نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ایک مقلد کا قول بھی دوسرے مقلد کے لئے حجت نہیں بن سکتا)۔

کذا فی الجواھر۔

والاعتبار للرؤیا التی یکون موافقا لامر الشرع کما فی المسعودی ان ابراھیم النخعیؒ کان یقرء و یعیی مدۃ طویلۃ فرای لیلۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، فحل شیئًا کل قلیلا ونم قلیلا واقرأ القرآن کثیرا وصل کثیرا وطھر لکل صلوۃ وتعل السواک لکل صلوۃ۔ فقال النخعی فلما ایقظت من النوم نعلت ھذہ الوصیۃ فاتتہ فی ایام قلیلۃ۔

وایضا ذکر فی راحۃ المؤمنین ان رجلا جاء الی خدمۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فلما بلغ الی المدینۃ المنورۃ رای اطفالھا یلعبون فسالھم عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم، وکان بین الاطفال الحسنؓ والحسینؓ فقالا توفاہ اللہ تعالیٰ صلوات اللہ علیہ وسلامہ۔

شریعت کے مطابق خواب معتبر ہونگے ——— اعتبار اس خواب کا ہوگا جو شرع کے موافق ہو جیسا کہ مسعودی میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ (جلیل القدر تابعی حضرت امام ابو حنیفہؒ کے استاذ الاستاذ ہیں) قرآن پڑھتے تھے اور تھک جاتے تھے۔ ایک مدت تک یہی حالت رہی پھر خواب میں انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ نے فرمایا اس طرح کرو کہ تھوڑا کھاؤ، اور تھوڑا سو، اور قرآن زیادہ پڑھو، اور نماز بھی زیادہ ادا کرو، اور ہر نماز کے لئے تازہ طہارت کرو، اور ہر نماز کے لئے مسواک استعمال کرو۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو اس وصیت کے مطابق عمل کیا اور تھوڑے عرصہ میں کامیابی حاصل ہوئی۔ نیز کتاب راحۃ المومنین میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے ارادہ سے مدینہ منورہ پہنچا تو دیکھا کہ کچھ بچے کھیل رہے ہیں۔ انہیں بچوں میں حضرت حسنؓ اور حسینؓ بھی تھے۔ ان سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ تو عالم جاودانی کے سفر پر روانہ ہو چکے ہیں خدا تعالے نے آپکو وفات دے دی ہے۔

وکان الرجل مشتاقاً الی لقائه علیه السّلام فصاح فغشی علیه فاخبرا رضؓ علیاً کرم اللہ وجہہٗ فاتاہ بعد الافاقۃ علی رضؓ وَسَلّٰی لہ وقال لاتحزن یحصل مطلوبک فاذھب الٰی مرقدہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم المبارک اللّٰھم ارزقنا زیارتھا وزیارتہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وکرمہ ، واجتمع الصحابۃؓ فترکوا ذالک الرجل بالمرقد الشریف ، فرأی فی المنام سلطان السلاطین علیہ من الصلوات ازکاھا ومن التحیات انماھا فرحم علیہ کثیراً واشفق علیہ کثیراً علیہ السلام ، فعرض الرجل فی جناب علیہ السلام فقال یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم تولحفظ ایمانی شیئاً فقال علیہ الصلوۃ والسّلام قل بعد الصلوۃ الاخلاص اثنا عشر مرۃ یحفظ اللہ تعالیٰ ایمانک عن سلب

اور وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بے حد مشتاق تھا۔ یہ سنتے ہی وہ بے ہوش ہوکر گر پڑا تو حضرت حسنؓ اور حسینؓ نے اس کی اطلاع حضرت علیؓ کو کرائی جب وہ ہوش میں آیا تو حضرت علیؓ آئے اور اس شخص کو تسلّی دی اور فرمایا کہ غمزدہ مت ہو، تمہارا مطلوب حاصل ہو جائے گا اور حضرت علیؓ اس شخص کو حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی قبر مبارک پر لے گئے ، اور صحابہ رضؓ بھی جمع ہوئے ، اور اس شخص کو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قبر مبارک پر چھوڑ دیا۔ رات کے وقت خواب میں اس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ اس شخص کے ساتھ مہربانی اور شفقت سے پیش آئے اس شخص نے حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ حضور ایمان کی حفاظت کے لئے مجھے کچھ فرمائیں ۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا ، ہر نماز کے بعد بارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھا کرو ، اللہ تعالےٰ تمہارے ایمان کی حفاظت فرمائیگا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس شخص کے منتظر تھے صبح کے وقت جب وہ قبر مبارک سے واپس پلٹا ،

الشیطان، فاجتمع الصحابة رض
وانتظروا له فلما اصبح جاء
من ذالك المرقد،
ساله الصحابة رض فقال فقد
رحمني رسول الله صلى الله
عليه وآله وصحبه وسلم كثيرا
واشفق عليَّ كثيرا فعرضت
لحفظ ايماني في جنابه الاقدس
فقال اقرء بعد كل صلوة
اثني عشر مرة سورة الاخلاص
يحفظ الله ايمانك، فقالت
الصحابة رض اعرضت ان هذا
لك خاصة ام لمن عمل من امتك
عامة فقال ما عرضت في جنابه
هذا الامر، فقالوا له نم هناك
الليلة ايضاً واعرض هذا الامر
لو رأيته صلى الله عليه وآله
وصحبه وسلم في منامك
الليلة، فنام هناك فرأى
في المنام فعرض في جنابه
ما قالوا فقال رسول الله صلى
الله عليه وسلم من قرأها يكون
خاتمته بفضله تعالى على الايمان۔

صحابہ رض نے اس شخص سے حال پوچھا تو اس نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ پر بہت مہربانی اور شفقت کا اظہار فرمایا ہے۔ میں نے آپ کی خدمت اقدس میں ایمان کی حفاظت کے لئے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد بارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کی حفاظت فرمائے گا۔ صحابہ رض نے فرمایا کہ کیا تم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دریافت کیا کہ یہ صرف تیرے لئے خاص ہے یا جو بھی آپ کی امت میں سے اس پر عمل کرے تو اس کے لئے بھی اسی طرح مفید ہوگا۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے تو نہیں دریافت کیا۔ صحابہ رض نے فرمایا کہ پھر دوسری رات وہاں جاکر سو جاؤ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہو تو دریافت کر لو۔ چنانچہ وہ شخص دوسری رات وہاں جاکر سو گیا، رات کو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اس شخص نے عرض کیا کہ حضرت یہ فرمائیں کہ یہ میرے لئے خاص ہے یا سب کے لئے۔ تو آپ نے فرمایا جو شخص بھی سورہ اخلاص کو (ایمان و صداقت کے ساتھ) پڑھے گا بفضلہ تعالیٰ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

وفی البرهنة قال رجل صالح رأیت ربّی عزّ وجل یقول لی انا عند علم ابی حنیفةؒ ای بالحفظ والقبول والرضاً۔

اور فتاوی برہنہ میں ہے کہ ایک نیک بخت اور صالح آدمی نے کہا کہ میں نے خواب میں اپنے پروردگار کو دیکھا۔ وہ مجھے فرما رہا تھا کہ میں ابوحنیفہؒ کے علم کے پاس ہوں یعنی ابوحنیفہؒ کے علم کو میں محفوظ رکھوں گا۔ اور اس کو قبولیت عطا کروں گا۔ اور اس سے میری رضا حاصل ہوگی۔

وفی کشف المحجوب قال یحییٰ بن معاذؒ رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلّم فی المنام فقلت له این اطلبك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔ فقال عند علم ابی حنیفةؒ وقال زید بن کیسانؒ رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلّم وکان ابوبکر الصدیقؓ وعمر الفاروقؓ خلفه فقلت اسأل شیئاً فقالا اسئل لکن لا تصوت جهرا فسألت عن علم ابی حنیفةؒ فقالا علم من علمه صلی اللہ علیہ وسلّم هذا۔

نیز کشف المحجوب میں حضرت خواجہ سیّد علی ہجویریؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت یحییٰ ابن معاذؒ جو جلیل القدر بزرگ گزرے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو میں نے عرض کیا حضرت میں آپ کو کہاں طلب کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ مجھے ابوحنیفہؒ کے علم کے پاس طلب کرو۔ اور اسی طرح حضرت زید بن کیسانؒ ایک بزرگ ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور دونوں شیخین حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ بھی آپ کے پیچھے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمرؓ نے فرمایا کہ پوچھو لیکن آواز بلند نہ کرنا۔ چنانچہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کے علم کے بارہ میں دریافت کیا تو دونوں نے فرمایا کہ ابوحنیفہؒ کا علم تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے مستفاد ہے۔[1]

---

[1] ان رؤیا سے امام ابوحنیفہؒ کے مرتبہ اور فضیلت کا پتہ چلتا ہے چنانچہ مشہور محدث علامہ محمد طاہر پٹنیؒ جنہوں نے احادیث کے مشکل اور غریب الفاظ کی شرح مجمع البحار لکھی ہے تکملہ مجمع البحار ج ۳ ص ۵۴ لکھتے ہیں کہ "اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کی مقبولیت کا کوئی خاص راز نہ ہوتا تو امت کا نصف حصہ کبھی بھی ان کی تقلید پر اکٹھا نہ ہوتا۔" ۱۲ سواتی

ولا تصغ الى قول الجهلة المتصوفة في زماننا العلم حجاب اكبر وانه يحصل بالكشف فلا حاجة الى الكسب فانه كذب وضلال وضلال فان العلم فرض وانه بالتعلم وان الصحابة خير هذه الامة وافضلها، وانهم اجتهدوا واختلفوا، واستدلوا بالكتاب والسنة ولم يقل واحد منهم الهم الي انه حرام او حلال او غير ذلك، فان ادعوا انهم كوشفوا ووصلوا الى ما لم يصل اليه الصحابة رض فهم مبتدعون خارجون عن مذهب اهل السنة والجماعة ،۔

اور تم کان بھی نہ دھرو ہمارے زمانہ کے بعض جاہل تصوف کے دعویداروں کی بات کی طرف، جو یہ کہتے ہیں کہ علم تو حجاب اکبر ہے یعنی علم خدا تعالیٰ تک پہنچنے میں سب سے بڑا مانع ہے۔ اور نیز یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ علم تو کشف سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ پھر کسب کی ضرورت ہی نہ رہی کہ محنت سے علم حاصل کیا جائے (ان جاہل صوفیوں کی یہ بات) بالکل جھوٹ ہے اور یہ گمراہی ہے۔ اور دوسروں کو گمراہی میں ڈالنے والی بات ہے، اس لئے کہ علم کا حاصل کرنا تو فرض ہے، اور یہ کہ علم تو سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے خود بخود نہیں حاصل ہوتا۔ اور یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اس امت میں سب سے بہتر اور افضل ہیں اور صحابہؓ نے اجتہاد بھی کیا ہے۔ اور باہم اختلاف بھی واقع ہوا ہے۔ اور انہوں نے کتاب اور سنت سے استدلال کیا ہے، لیکن کسی صحابی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میری طرف الہام ہوا ہے کہ فلاں چیز حرام ہے اور فلاں چیز حلال ہے۔ اگر یہ جاہل صوفی یہ دعویٰ کریں کہ ان کو کشف سے یہ باتیں معلوم ہو چکی ہیں اور یہ اس چیز تک پہنچے ہیں جس تک صحابہ کرامؓ نہیں پہنچ سکے، تو یقیناً یہ لوگ اہل بدعت میں سے ہوں گے اور اہل سنت والجماعت کے مذہب سے خارج ہوں گے۔

ولو سئل احد منهم عن الاخلاق المذمومة مثل الرياء والكبر والعجب والحسد والحقد اوعن علاجها، اوعن الاخلاق الحميدة مثل التوبة والتوكل والصبر والشكر والرضا بالقضاء

اور انکی حالت تو یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی سے اخلاق مذمومہ کی حقیقت دریافت کی جائے، مثلاً ریا، تکبر، خود پسندی، حسد، کینہ وغیرہ یا ان کا علاج دریافت کیا جائے۔ یا اخلاق حمیدہ کی حقیقت ان سے دریافت کی جائے، مثلاً توبہ، توکل، صبر، شکر، رضاء بالقضاء، یا ان اخلاق حمیدہ کے حاصل کرنے کا طریقہ دریافت کیا جائے۔ یا ان میں سے بعض کمزور اخلاق کو

او عن طریق تحصیلها، او تقویة ضعیفها بهت و خجل وخلط فی کلامه وتکلم بالشطح، والطامات، بل لو سئل من فرائض الصلوٰة والوضوء والاستنجاء تحیر واضطرب، بل بعضهم لم یصحح اعتقاده بعد، ویظن ان اللہ تعالیٰ فی السماء وانه علی صورة، وبعضهم یعتقد ان اللہ لایرید القبائح والمعاصی، وبعضهم یعتقد انه موجد لفعله، واکثرھم یصلون بلا تعدیل ارکان وتجوید قراءة، ومع هذه القبائح یدعون انهم واصلون مکاشفون فهیهات هیهات نعم انهم واصلون الی الشیطان مغرورون بانانیته عاملون بوساوسه۔

طاقتور بنانے کا طریقہ دریافت کیا جائے۔ تو یقیناً یہ جاہل تصوف کے دعویدار حیران اور شرمندہ ہوں گے، اور اپنے کلام میں خلط ملط کرنے لگیں گے۔ اور شطحیات (یعنی ایسی باتیں جو بعض بزرگوں سے بحالت سکر سرزد ہوتی ہیں اور ان کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا۔ وہ بزرگ بھی جب سکر سے باہر آتے ہیں تو ان باتوں سے استغفار کرتے ہیں) بولنے لگیں گے، یا طامات سے کلام کریں گے۔ (طامات تصوف کی وہ بلند اور اونچی باتیں جو عام لوگوں کے فہم وادراک سے بہت بلند ہوتی ہیں گویا کہ خاص قسم کے اشارات ہوتے ہیں، ان کو تصوف کے لاف وگزاف سے تعبیر کیا جا سکتا ہے) یہ تو خیر بڑی بات ہے ان کی حالت تو یہ ہے کہ اگر ان سے نماز کے فرائض اور وضوء استنجاء کے مسائل دریافت کئے جائیں تو حیران و مضطرب ہو جائیں گے۔ اور ان میں بعض تو ایسے ہونگے جنہوں نے ابھی تک اپنا اعتقاد تک درست نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ آسمان میں فروکش ہے۔ اور وہ کسی خاص صورت پر ہے۔ اور ان میں سے بعض یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قبائح اور معاصی کا ارادہ نہیں کرتا۔ اور بعض یہ خیال کرتے ہیں کہ بندہ ہی اپنے کاموں کا موجد ہے۔ اور اکثر ان میں سے ایسے ہیں جو بلا تعدیل ارکان نماز پڑھتے ہیں۔ اور بغیر تجوید کے قرأت کرتے ہیں۔ اور ان تمام قباحتوں اور برائیوں کے باوجود ان کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ تو پہنچے ہوئے ہیں۔ یہ بات کہاں ہے۔ ہاں اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ پہنچے ہوئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ تک نہیں بلکہ شیطان تک پہنچے ہوئے ہیں اور شیطانی اکڑ سے مغرور ہیں اور شیطانی وسوسوں پر عامل ہیں۔

ولا يبعد ان يقع لبعضهم
كشف حسّيّ ببعض الاشياء
او نحوه من خوارق العادات
بمقتضى الرياضات، او
ارادة الشيطان مكرًا واستدراجًا
من الله تعالى كما نقل عن بعض
الكفرة المرتاضين فيظنون
انه كرامة، وولاية، فيغترون
به، وقال سلطان العارفينؒ
لو نظرتم الى رجل اعطى من الكرامات
حتى يرتقي في الهواء فلا تغتروا
به حتى تنظروا كيف تجدونه
عند الامر والنهي وحفظ الحدود
فنعوذ بالله من شرورهم و
اقوالهم وافعالهم فانهم شياطين
الانس قطاع طريق الله، و
خصماء حبيبه عليه السلام
وما يدعيه بعض المتصوفة
في زماننا اذا انكرنا عليهم بعض
امورهم المخالف للشرع الشريف
ان حرمة ذالك في العلم الظاهر
وانّا اصحاب العلم الباطن، وانه
حلال فيه، وانكم تاخذون

اور یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ ان میں سے بعض پر بعض حسی چیزوں کا کشف بھی ہو جاتا ہو یا اس قسم کی بعض خارق عادت چیزیں بھی ان سے ظاہر ہوتی ہوں۔ یہ ریاضت اور چلہ کشی وغیرہ کی وجہ سے یا شیطان کے ارادہ مکر کی وجہ سے، یا اللہ تعالیٰ نے پھر استدراجا یہ چیزیں ان سے ظاہر کی ہوں، جیسا کہ بعض کافروں سے جو ریاضت کرنے والے تھے اس قسم کی چیزیں ظاہر ہوئی ہیں۔ اور یہ لوگ ان کو کرامت اور ولایت خیال کرتے ہیں۔ اور دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ حالاں کہ سلطان العارفینؒ حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر تم دیکھو کہ کسی شخص کو بظاہر اتنی کرامات حاصل ہیں کہ وہ ہوا میں اڑتا ہے تو پھر بھی اس سے دھوکہ نہ کھانا، جب تک کہ تم یہ نہ دیکھ لو کہ اس شخص کا پایہ شریعت کے امر ونہی اور اس کی حدود کی حفاظت میں کس درجہ پر ہے۔ خدا تعالیٰ ایسے باطل پرستوں کے شرور اور ان کے اقوال و افعال سے بچائے۔ کیونکہ یہ شیاطین الانس ہیں، اللہ تعالیٰ کے راستے کے ڈاکو ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن ہیں۔

اور ہمارے زمانہ کے بعض جاہل متصوفین جب شریعت کے مخالف کام کا ارتکاب کرتے ہیں اور ہم ان پر جب نکیر کرتے ہیں تو وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان امور کی حرمت ظاہری علم میں ہے اور ہم لوگ تو باطن کا علم رکھنے والے ہیں اور باطنی علم میں یہ بات حلال ہے، اور تم لوگ تو کتاب کے ظاہر سے علم حاصل کرتے ہو۔ اور ہم لوگ صاحب کتاب یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست علم حاصل کرتے ہیں۔

من الكتاب وانا ناخذ من صاحبه محمد صلى الله عليه وآله وسلم۔

فان اشكل علينا مسئلة استفتيناه منه فان حصل القناعة منه صلى الله عليه وسلم فيها، والا رجعنا الى الله تعالى بالذات فناخذ منه وانا بالخلوة وهمة شيخنا نصل الى الله عزوجل فيكشف لنا العلوم فلا نحتاج الى الكتاب والمطالعة والقراة على الاستاذ وان الوصول الى الله تعالى لايكون الا برفض العلم الظاهر والشرع، و انا لو كنا على الباطل لما حصل لنا تلك الحالات السنية والكرامات العلية من مشاهدة الانوار، ورؤية الانبياء الكبار وانا اذا صدر منا مكروه او حرام نبهنا في النوم بالرؤيا فنعرف بها الحلال والحرام وان ما فعلنا مما قلتم انه

(اور یہ جاہل متصوفین یہ کہتے ہیں کہ) اگر ہم پر کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہو جائے۔ تو ہم خود صاحبِ کتاب یعنی حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کر لیتے ہیں۔ اگر وہاں سے جواب حاصل ہو گیا تو بہتر ورنہ ہم براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس سے وہ بات حاصل کر لیتے ہیں، اور ہم خلوت سے اور اپنے شیخ اور پیر کی ہمت اور توجہ سے اللہ تعالیٰ تک پہنچتے ہیں تو ہمارے لئے علوم منکشف ہو جاتے ہیں، ہمیں کسی کتاب کی طرف ضرورت نہیں پڑتی اور نہ مطالعہ کرنے کی اور نہ استاذ کے سامنے پڑھنے کی حاجت ہوتی ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالےٰ تک رسائی اور وصول اس کے سوائے نہیں ہو سکتا کہ ظاہری علم کو اور شریعت کو ترک کر دیا جائے۔ اور پھر یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم لوگ باطل پر ہوتے تو ہم کو یہ عمدہ حالات اور بلند درجہ کی کرامتیں کیسے حاصل ہوتیں۔ مثلاً انوار کا مشاہدہ کرنا، اور انبیاء کبار علیہم السلام کو خواب میں دیکھنا وغیرہ، اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب ہم سے کوئی مکروہ کام سرزد ہو جائے تو ہم کو خواب میں تنبیہ کر دی جاتی ہے اور ہم حلال و حرام کو پہچان لیتے ہیں۔

اور وہ کام جو ہم لوگ کرتے ہیں اور جس کے بارہ میں تم لوگ (ظاہری کتاب و سنّت کا علم جاننے والے) کہتے ہو کہ وہ کام حرام ہے، تو اگر ہمیں خواب میں اس سے منع نہ کیا گیا تو ہم جان لیتے ہیں کہ یہ حلال ہے، وغیر ذالک۔ اس قسم کی سب باتیں الحاد و بے دینی

حرام لم ننه عنه فی المنام فعلمنا انه حلال، ونحو ذلك كله الحاد وميل الى الباطل وضلال،-

اور باطل کی طرف میلان ہے اور یہ سب گمراہی ہے،

اذ فيه ازدراء وتحقير للشريعة الحنيفية والكتاب والسنة النبوية وعدم الاعتماد عليهما وتجويز الخطاء والبطلان فيهما عياذا بالله، فالواجب على كل من يسمع مثل هذه الاقاويل انها باطلة، الانكار على قائله والجزم على بطلان مقاله بلا شك وتردد و توقف ولا تلبث، والا فهو من جملتهم فيحكم بالزندقة عليهم، وقد صرح العلماء بان الالهام ليس من اسباب المعرفة بالاحكام، وكذا الرؤيا فی المنام خصوصا اذا خالف كتاب العليم العلام اوسنة محمد صلى الله عليه وآله وسلم، وقد قال سيد الطائفة الصوفية وامام اربا

کیونکہ اس بات میں شریعت حنیفیہ اور کتاب و سنت کی کھلی تحقیر ہے، اور کتاب و سنت پر بے اعتمادی کا اظہار ہے (کہ وہ ہدایت کے لئے کافی نہیں) اور نیز کتاب و سنت میں خطاء اور بطلان کو جائز سمجھنا ہے۔ العیاذ باللہ۔ پس جو شخص بھی اس قسم کی باطل باتیں سنے تو اس پر واجب ہے ایسی بات کہنے والے پر انکار کرے اور یقین سے جانے کہ یہ بات باطل ہے۔ بلا شک و تردد اور بغیر کسی قسم کے توقف و تاخیر کے اس کے باطل و غلط ہونے کا جزم کرلے اور اس کا انکار کرے، ورنہ تو وہ شخص بھی منجملہ انہی لوگوں میں شمار ہوگا، اور ان سب پر زندیق ہونے کا حکم لگے گا۔ اور علماء نے تصریح کی ہے کہ الہام احکام کو پہچاننے اور معلوم کرنے کے اسباب میں سے نہیں (احکام کو معلوم کرنے کے لئے وحی الٰہی درکار ہے جو نبیوں کے ساتھ خاص ہے الہام انبیاء کے ساتھ خاص نہیں) اور اسی طرح خواب بھی (جب کہ وہ نبی کا خواب نہ ہو) احکام کو معلوم کرنے کے اسباب میں سے نہیں خصوصاً ایسا خواب جو کتاب و سنت کے خلاف ہو، اور سید الطائفہ یعنی صوفیاء کرام کے سردار، اور ارباب طریقت و حقیقت کے امام حضرت جنید بغدادی نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے سب راستے بند ہو چکے ہیں بجز اس کے کہ رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چل کر ہی خدا تعالیٰ تک رسائی ہو سکتی ہے۔ اور حضرت

الطريقه والحقيقة جنيد البغدادیؒ الطرق الموصلة الی الملك الجبار كلها مسدودة الا علی من اقتفی اثر الرسول صلی الله علیه وسلم، وقال من لم يحفظ القرآن ولم يقرأ الحديث لا يقتدی به فی هذا الامر ای فی الصوفية والكرامات، لان علمنا ومذهبنا مقيد بالكتاب والسنة۔

جنید بغدادیؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس کو قرآن کریم کا علم نہ ہو اور نہ حدیث نبوی اس نے پڑھی ہو، تو وہ آدمی اس قابل نہیں کہ اس کی اقتدا کی جائے ۔ صوفیہ کرام ایسے شخص کو اپنا مقتدا نہیں سمجھتے کیونکہ جنیدؒ نے فرمایا کہ ہمارا علم اور مذہب کتاب و سنت میں مقید ہے۔

وقال شيخه السری السقطی رح التصوف اسم لثلثة معان وهو الذی لا يطفی نور معرفته نور ورعه، ای لا يترك الورع ولا يتكلم بباطن فی علم ينقضه عليه ظاهر الكتاب ولا يحمله الكرامات علی هتك محارم الله تعالی، وقال ابو يزيد البسطامی لبعض اصحابه قم بنا حتی ننظر الی هذا الرجل الذی قد شهر نفسه بالولاية فكان رجلاً مقصوداً مشهوراً بالزهد، فمضينا اليه فلما

اور حضرت جنیدؒ کے شیخ اور پیر حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا ہے کہ تصوف تو تین باتوں کا نام ہے ، ایک یہ کہ تصوف والا وہ ہوگا جس کا نور معرفت اس کے نور ورع کو بجھا نہ دے یعنی ورع اور پرہیزگاری کو جو شخص کسی وقت بھی نہ چھوڑے ، اور دوسری بات یہ کہ جو ایسے باطنی علم سے گفتگو نہ کرے جو ظاہر کتاب و سنت کے منافی ہو ۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ کرامات اس کو سلبیات پر آمادہ نہ کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی پردہ دری کرنے لگ جائے (حدود شرع کی حفاظت کرنے والا اور شعائر دین کے احترام کو قائم رکھنے والا ہو)

اور حضرت ابو یزید بسطامیؒ نے اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ چلو اس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے آپ کو ولایت اور بزرگی کے ساتھ مشہور کر رکھا ہے ، وہ شخص ایسا تھا کہ لوگ اس کے پاس حاضر ہوتے رہتے تھے اور وہ زہد و پرہیزگاری کے ساتھ مشہور تھا۔

خرج من بيته ودخل المسجد رمى بزاقه الى تجاه القبلة فانصرف ابويزيدؒ ولم يسلم عليه، وقال هذا رجل غير مامون على ادب من اداب رسول الله صلى الله عليه وسلم فكيف يكون مامونا على ما يدعيه من الكرامات العلية، وقال لو نظرتم الى رجل اعطى من الكرامات حتى يرتقى فى الهواء فلا تغتروا به حتى تنظروا كيف تجدونه عند الامر والنهى وحفظ الحدود واداء الشريعة۔

(مرید فرماتے ہیں کہ) ہم گئے جب وہ شخص اپنے گھر سے نکل کر مسجد میں داخل ہوا تو اس نے قبلہ رُخ تھوک دیا۔ ابویزیدؒ وہاں سے ہی واپس پلٹ آئے اور انہوں نے اس شخص کو سلام تک نہ کیا اور فرمانے لگے کہ یہ شخص جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے ایک ادب کی حفاظت نہیں کر سکا۔ اور ہم اس کو شمار میں امین نہیں سمجھتے تو کرامات عالیہ کے سلسلہ میں ہم اسکو کیسے امین خیال کر سکتے ہیں جن کا یہ دعویٰ کرتا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ اگر تم دیکھو کہ کوئی شخص ایسا صاحبِ کرامات ہے کہ تمہارے سامنے ہوا میں اڑتا ہوا نظر آئے تو ہرگز اس سے دھوکہ نہ کھانا جب تک تم یہ نہ دیکھ لو کہ خدا تعالیٰ کے اوامر اور نواہی پر یہ پابند بھی ہے یا نہیں۔ اور حدود شریعت کی حفاظت کرتا ہے یا نہیں۔ اور شریعت کے احکامات کو پوری طرح ادا کرتا ہے یا نہیں۔

وقال ابو سليمان الدارانىؒ ربما يقع فى قلبى النكتة من نكت القوم واهل التصوف اياما فلا اقبل منه الا بشاهدين عدلين من الكتاب والسنة وقال ذوالنون المصرىؒ من علامات المحب لله تعالى متابعة حبيبه صلى الله عليه وآله وسلم فى اخلاقه وافعاله واوامره وسنته، وقال بشر الحافىؒ

اور حضرت ابو سلیمان دارانیؒ نے فرمایا ہے کہ بسا اوقات میرے دل میں اہل تصوف کے نکات میں سے کوئی نکتہ کئی دن تک واقع ہوتا رہتا ہے۔ لیکن میں اس کو قبول نہیں کرتا جب تک کہ دو شاہد عدل اس کی گواہی نہ دیں۔ یعنی قرآن وسنت کے ساتھ جب تک مطابق نہ ہو قبول نہیں کرتا۔ اور حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے محب کی علامات میں سے یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کرنے والا ہو، آپ کے اخلاق افعال اور اوامر میں اور آپ کی سنت کا پیروکار ہو۔ حضرت بشر حافیؒ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ نے فرمایا اے بشر تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے

رئیت النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فی المنام فقال لی یابشرُ ھل تدری نم رفعک اللہ بین اقرانک قلت لا یا رسول اللہ ،قال باتباعک لسنتی وخد منک الصالحین ونصیحتک اخوانک ومحبتک لاصحابی واھل بیتی ، ھو الذی بلغک منازل الابرار وقال ابو سعید الخزازؒ کل باطن یخالفہ ظاھر الکتاب فھو باطل ۔

تمہیں اپنے ہمسروں پر اتنی رفعت و بلندی کیوں عطا فرمائی ہے۔ بشرؒ کہتے ہیں میں نے عرض کیا حضور میں نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا اس لئے تم کو خدا نے رفعت عطا فرمائی کہ تم میری سنّت کا اتباع کرتے ہو۔ اور صالحین کی خدمت کرتے ہو۔ اور اپنے بھائیوں کی خیر خواہی کرتے ہو۔ اور میرے صحابہؓ اور اہل بیتؓ سے محبت کرتے ہو۔ اسی چیز نے تمہیں ابرار کی منزلوں تک پہنچایا ہے، اور حضرت ابو سعید خؒزاز نے فرمایا کہ ہر ایسا باطن جو ظاہر کتاب اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مخالف ہو وہ باطل ہے[له]۔

وقال محمد بن الفضلؒ ذھاب الاسلام من اربعۃ لا یعملون بما یعلمون وھم العلماء السوء ویعملون بما لا یعلمون وھم المشائخ الجھال ولا یتعلمون ما یعملون وھم العوام الجھلۃ والناس من التعلم یمنعون وھم المتزینون بزینۃ المشائخ

اور حضرت محمد بن فضلؒ نے فرمایا ہے کہ اسلام کا زوال ان چار طبقات کی وجہ سے ہوا ہے۔ پہلا گروہ ان لوگوں کا ہے جو عمل نہیں کرتے اس کے مطابق جو جانتے ہیں اور یہ علماء سوء کا گروہ ہے، دوسرے وہ لوگ ہیں جو عمل کرتے ہیں لیکن علم ان کے پاس نہیں اور یہ جاہل مشائخ کا گروہ ہے۔ تیسرے وہ لوگ علم ہی نہیں حاصل کرتے جس کے مطابق وہ عمل کرسکیں اور یہ جاہل عوام کا گروہ ہے ۔اور چوتھے وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو علم حاصل کرنے سے روکتے ہیں اور یہ وہ بگڑے ہوئے اور مفسد لوگ ہیں جو مشائخ کے لباس میں نمودار ہوتے ہیں یعنی خود ساختہ

له حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بھی اپنی کتاب معارف لدنیہ میں فرمایا ہے کل حقیقۃٍ ردّتہ الشریعۃ فھی زندقۃ یعنی ہر ایسی حقیقت جس کو شریعت نے تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کا رد کیا ہے تو وہ زندقہ ہے)۔

۱۲ سواتی

الفاسدين المفسدين، انتهى ما قال الجنيد البغدادي
ايها العاقل الطالب للحق ان هؤلاء عظماء المشائخ عملاً، وعلماء الطريقة وكبراء ارباب السلوك الى الله تعالى والحقيقة وكلهم يعظمون الشريعة الشريفة ويبنون علوم الباطنة على السيرة الاحمدية والملة الحنيفية فلا يغرنك الطامات وداهية الجهال المتنسكين والمتعبدين وشطحهم الفاسدين المفسدين الضالين المضلين لغيرهم بعد ان كانوا زائغين عن الشرع القويم ومائلين عن الطريق المستقيم خارجين عن مناهج علماء الشريعة ومارقين عن مسالك مشائخ الطريقة۔

پیر، یہ سب گروہ اسلام کے زوال کا باعث ہیں۔ حضرت جنید بغدادیؒ کا کلام یہاں تک ختم ہوا۔ اے عقلمند اور طالب حق دیکھو یہ بڑے بڑے مشائخ عظام ہیں۔ اور علماء طریقت اور ماہرین سلوک و حقیقت ہیں یہ سب کے سب شریعت غراء کی کس طرح تعظیم کرتے ہیں۔ اور اپنے علوم باطنہ کو کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک، اور ملت حنیفیہ پر قائم کرتے ہیں پس تمہیں فریب میں نہ مبتلا کریں، طامات (تصوف کے یہ بلند بانگ اشارات) اور جاہل عبادت گزار اور ان کی شطحیات (خلاف ظاہر سکر کی حالت میں نکلی ہوئی باتیں) جو خود بگڑے ہوئے ہیں، اور دوسروں کو بھی گمراہی میں مبتلا کرنے والے ہیں، جب کہ یہ لوگ شریعت سے کجروی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اور صراط مستقیم سے منحرف ہیں۔ اور علماء شریعت کے راستہ سے الگ ہیں۔ اور مشائخ طریقت کے راستے سے باہر نکلے ہوئے ہیں تو ان کی کسی بات سے فریب نہ کھانا۔

فالويل كل الويل لهم ولمن تبعهم او حسّنوا امرهم فهم قطّاع

پس تباہی اور ہلاکت ہے ان کے لئے اور ان کے پیروکاروں کے لئے اور ان کے لئے جو ان کی تحسین کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ

طريق الله تعالى على العابدين يلبسون الحق بالباطل ويكتمونه وهم يعلمون، ولا يبلغ ولي درجة النبي ولا حيث يسقط عنه الامر والنهي، والنصوص تحمل على ظواهرها ان امكنت والعدول عنها الى معان يدعيها اهل الباطن وردها استكبارا وعنادا واستحلال المعصية والاستخفاف بالشريعة واليأس من رحمة الله والامن من عذابه وسخطه وتصديق الكاهن بما يخبر من الغيب كله كفر. فعليكم باتباع ما ورد القرآن به او السنة بعد العلم بالناسخ والمنسوخ لانه لا يجوز العمل بالمنسوخ وذالك يعلم من اقوال المجتهدين واتباع اقوالهم وافعالهم لانها سند لا باقوال المشائخ وافعالهم واقوالهم اذ لا سند بها الا اذا كانت موافقة لواحد منها۔

راہ خدا کے ڈاکو ہیں، جو عبادت گذاروں پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ اور باطل کو حق کے ساتھ ملاتے ہیں، اور دیدہ و دانستہ حق پوشی کرتے ہیں۔ (اور یہ بات یاد رکھنی چاہیئے) کوئی ولی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ کوئی شخص اس مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے کہ اس سے امر و نہی ساقط ہو جائے اور یہ بھی کہ قرآن و سنّت کی نصوص جب تک ممکن ہو ظاہر پر ہی محمول کی جائیں گی۔ اور ان کے ظاہری مفہوم سے جو متبادر ہو اس کو چھوڑ کر ایسے معانی کی طرف رجوع کرنا جن کے یہ باطل پرست مدعی و عویدار ہیں کسی طرح درست نہ ہوگا۔ اور نصوص کو رد کرنا تکبر اور عناد سے اور کسی گناہ کو حلال سمجھنا اور شریعت کا استخفاف کرنا (شریعت کی بات کو حقیر سمجھنا) اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جانا اور خدا تعالےٰ کے عذاب اور اس کی ناراضگی سے بے فکر ہو جانا اور کاہن جو غیب کی خبریں بتاتے ہیں ان کی تصدیق کرنا۔ یہ سب باتیں کفر ہیں۔

پس تم پر لازم ہے کہ ان باتوں کا اتباع کرو جو قرآن کریم اور سنت نبوی سے ثابت ہے، یہ جان لینے کے بعد کہ اس میں ناسخ کون سا حکم ہے اور منسوخ کونسا ہے۔ کیونکہ منسوخ حکم پر عمل کرنا جائز نہیں۔ اور اس کا علم مجتہدین کرام کے اقوال سے ہوگا۔ اور انہی کے اقوال و افعال کا اتباع قابل سند ہے نہ کہ مشائخ کے اقوال و افعال کہ وہ سند نہیں جب تک قرآن و سنت کے ساتھ موافق نہ ہوں۔

لان احوالهم وافعالهم واقوالهم
تغرّ في لغز، الاترى الى ان
اباعلي قلندرؒ كان شاربه
طويلا ودابه كان كذالك
ليفر الناس لمخالفة الشريعة
وان وجدت الروايات لكنها
ضعيفة ، وللكمال يكفي هذا الفدا
من مخالفة الشريعة لكونه خطأ
فيوما من الايام حضر في مجلس
قاضي شهاب الدينؒ فامره
بقطع الشارب، فقال له
ان اطقت فاقطع فامر القاضي
ابنه بالقطع واعطى المقراض
له فلما مد يده الى شاربه
مات فامر ابنه الثاني
بقطعه واعطى له المقراض
فمد يده اليه فمات ايضا
حتى مات له سبعة ابناء ثم
اخذ المقراض بنفسه في
يده وقطع شاربه وجرى من
شاربه الدم، فقال له مرحبا
امتحنت لدينك فان تمت
دعوت الله عز وجل ليحيي ابناءك

کیونکہ ان مشائخ کے احوال و افعال اور اقوال بعض اوقات ایک معمہ اور چیستان کی طرح ہوتے ہیں، جو اتباع کے لائق نہیں ہوتے کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ حضرت ابو علی قلندر کی مونچھیں ہمیشہ دراز رہتی تھیں، اور انہوں نے اپنی عادت یہی بنا رکھی تھی تاکہ لوگ ان کو مخالف شریعت سمجھ کر ان سے دور بھاگیں، اس سلسلہ میں کچھ روایات بھی پائی جاتی ہیں لیکن سب ضعیف ہیں اعتماد کے لائق نہیں۔ لیکن کامل لوگوں کے لئے اتنی بات کافی ہے شریعت کی مخالفت کے لئے کیونکہ یہ غلطی ہے۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ قلندر صاحبؒ قاضی شہاب الدینؒ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ قاضی صاحب نے حکم دیا کہ یہ مونچھیں کاٹ دو۔ قلندر صاحب نے کہا کہ اگر تم طاقت رکھتے ہو تو کاٹ ڈالو۔ قاضی صاحب نے اپنے بیٹے کو قینچی دے کر حکم دیا کہ کاٹ ڈالو، اس نے جب ہاتھ آگے بڑھایا تو مر گیا، پھر قاضی صاحب نے اپنے دوسرے بیٹے کو حکم دیا، وہ بھی اسی طرح مر گیا۔ حتیٰ کہ یکے بعد دیگرے سات بیٹے قاضی صاحب کے مر گئے، پھر قاضی صاحب نے خود قینچی لی اور ہاتھ بڑھا کر قلندر صاحب کی مونچھوں کو کاٹا، تو ان سے خون بہنے لگا۔ قلندر صاحب نے قاضی صاحب کو مرحبا اور آفرین کہی تمہارا دین میں امتحان لیا گیا۔ تم اگر کہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ وہ تمہارے بیٹوں کو زندہ کر دے۔ قاضی صاحب نے کہا کہ نہیں میرے بیٹوں کے لئے یہ سعادت مندی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں۔ یہ زبان کی تلوار کے سامنے شہید ہوئے ہیں جس طرح لوہے کی تلوار کے سامنے شہید ہوتے ہیں۔

فقال لا، السعادة لهم قوتلوا فی سبیل اللہ تعالیٰ واستشہد بسیف اللسان کما یستشہد احد بسیف الحدید۔ وفی ذخیرۃ الملوک لو احتسب عالم من احد فقتل العالم فشہادتہ اعلیٰ من شہادۃ الحسنؓ والحسینؓ واسفل من شہادۃ حمزۃؓ۔ وفی بہجۃ الاسرار بینما اشتغل ابو یعقوب یوسف الہمدانیؒ فی السماع فجاء الفقہاء الیہ ومنعوہ عن السماع فغضب علیہم وقال اماتکم اللہ فماتوا ھناک فعلم ان جواز الشیٔ وعدمہ یعلم من الفقہ، واذا منعہ الفقہاء مع کونہ خواجۃ الوقت علم انہ یجوز لہم ان یشربوا کاس الشہادۃ فی الامر بالمعروف والحکم الشرعی لا یرتفع بالامر الخارق للعادۃ، وذکر الحامدؒ انہ جاء عند استاذ یوما فقیر فی لباس صوف

اور کتاب ذخیرۃ الملوک میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی عالم احتساب (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کرتے ہوئے مارا جائے تو اس کی شہادت کا درجہ حضرت حسنؓ اور حسینؓ کی شہادت کے درجہ سے اعلیٰ ہوگا اور حضرت حمزہؓ کے درجہ شہادت سے کم ہوگا۔

اور بہجۃ الاسرار میں درج ہے کہ حضرت ابو یعقوب یوسف ہمدانیؒ سماع میں مشغول تھے۔ فقہاء آئے اور انہوں نے ان کو سماع سے منع کیا۔ وہ غصے میں آگئے اور ان فقہاء کے حق میں بددعا کی کہ اللہ تعالیٰ تم کو مار دے، وہ سب مر گئے۔

اس سے معلوم ہوا جواز کا علم تو فقہ سے ہی ہو سکتا ہے (جو قرآن وحدیث کی تشریح ہے) اور جب فقہاء کرام نے ان کو منع کیا باوجود اس کے کہ وہ اپنے وقت کے کامل بزرگ تھے۔ تو ان فقہاء کرام کے لئے امر بالمعروف کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر لینے کا پتہ چلا۔ باقی اگر خارق عادت (کرامت وغیرہ) ظاہر ہو تو اس سے حکم شرع اٹھ نہیں سکتا۔ وہ اپنی جگہ قائم رہے گا۔

اور حضرت حامد القاریؒ نے ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے استاذ کے پاس ایک ہیبت ناک شکل وصورت میں اون کا لباس پہنے ہوئے ایک فقیر آیا۔ استاذ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے، اس فقیر نے کہا مجھے بھنگ پلا دو۔ استاذ نے ایک شاگرد کو حکم دیا کہ بھنگ کوٹنے کا آلہ (روری ڈنڈا) لاؤ۔ شاگرد بادل ناخواستہ لایا۔ پھر استاذ نے اپنے ہاتھ سے کوٹ کر اسکو پلاوی۔

مهيب الصورة والشكل ثائر الراس فقام الاستاذ لتعظيمه فقال الفقير اشربني بنجا فقال الاستاذ لاحد من تلاميذه ليذهب ويأتي بآلة لدق البنج فجاء بها مع كراهة ثم دقه الاستاذ بيده واشربه ؛ فلما ترخص الفقير ذهب اجتمعت التلاميذ كلهم فقالوا للاستاذ ما فعلتم هذا الامر الشنيع فان العوام يشتغلون به حينئذ فقال الاستاذ نعم انتم ينبغي لطالب العلم ان يتقوى على الشريعة والطريقة المستقيمة والحنيفية النبوية ، فقال بعضهم ما كان حالكم كذالك فكيف لا يكون حالنا هذا - فقال الاستاذ كان في هذا سرًا لا تعلمون فقال ذالك

جب اس فقیر نے رخصت کے لئے اجازت طلب کی اور چلا گیا تو سب شاگرد جمع ہو کر استاذ سے کہنے لگے کہ آپ نے یہ فعل شنیع کیوں کیا ہے کیونکہ عوام کو پتہ چلا تو وہ اسمیں مشغول ہو جائیں گے۔ استاذ نے کہا کہ تم لوگوں کو واقعی اس طرح شریعت اور طریقت اور ملت نبویہ حنیفیہ پر مضبوط رہنا چاہیئے۔ شاگردوں نے کہا کہ جب آپ کی حالت یہ ہے تو ہماری بھی حالت یہی ہوگی۔ استاذ نے کہا کہ اس میں ایک راز ہے تم نہیں جانتے۔ تو شاگردوں نے کہا پھر اسکو ظاہر کریں تاکہ دین میں فساد نہ ہو اور لوگوں کے لئے بھنگ نوشی کی سند نہ ہو۔ تو استاد نے بتایا کہ وہ فقیر خضر علیہ السلام تھے۔ اور یہ بوٹی بھنگ نہیں تھی بلکہ طوبیٰ کے درخت کے پتے تھے۔ انھوں نے ایسا اس لئے کیا کہ ان کے احوال ظاہر نہ ہوں۔ تو میں نے بھی اخفاء سے کام لیا ؎

ؔ خضر علیہ السلام کا ظاہر ہونا اور طوبیٰ کے درخت کے پتے یہ سب عالم مثال کی چیزیں ہیں (رباقی حاشیہ[illegible]

البعض فاظهر واذلك السر لئلا يكون فی الدین فساد و لا للناس سند، فقال ان ذالك الفقیر کان خضر علیه السلام وذالك البنج کان ورقا من شجرة طوبی، فصل ذالك الشرب لاخفاء احواله فلهذا اخفیت حاله۔ و من اراد زیادة اطلاع علی ماادعیناه فلیطالع رسالة الحافظ الحامد القاری اللاهوری وغیره رحمه الله معنا الی یوم الدین۔

اور جو شخص اس سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہو تو وہ حضرت حافظ حامد القاری لاہوریؒ کے رسالہ کا مطالعہ کرے۔

واعلم انه ینبغی علی العامی ان لایعمل بکل آیة لان بعض الآیات ناسخ والبعض منسوخ ویجب العمل

خوب جان لو کہ ہر عامی آدمی کے لئے مناسب ہے کہ ہر آیت پر عمل نہ شروع کردے کیونکہ بعض آیات ناسخ ہیں اور بعض منسوخ ہیں۔ اور عمل ناسخ پر کرنا ضروری ہے منسوخ پر عمل کرنا جائز نہیں بلکہ ایمان لانے کے سلسلہ میں دونوں قسم کی آیتیں

(صفحہ ۱۷۷ کا بقیہ حاشیہ) حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا ہے کہ خضر علیہ السلام اپنا دنیاوی زندگی کا دور ختم کرچکے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں تو انکو عالم مثال میں متشکل کردیتے ہیں اور وہ دنیا میں اپنے اس مثالی وجود کے ساتھ مختلف بزرگوں سے ملتے رہتے ہیں، اور مختلف باتوں کا ظہور ہوتا رہتا ہے) سلف میں اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا خضر علیہ السلام زندہ ہیں یا فوت ہوچکے ہیں۔ آثار سے دونوں باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن کسی صحیح حدیث میں ان کی حیات کا ذکر نہیں، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا قطعی اور یقینی طور پر ذکر ہے۔ ۱۲ سواتی

بالناسخ ولا يجوز بالمنسوخ
في الايمان بهما سيان ولا
بالحديث الا اذا بين المفسرون
والمجتهدون معانيها
لان لكل آيةٍ وحديث
ظهرٌ وبطنٌ وكل يحتجون بها
فلهذا اجتهد المجتهدون
وميزوا الناسخ عن المنسوخ،
وبينوا المعاني الظاهرة والباطنة
شفقة على الخلق واداء للامر
فيلزم عليهم ان يحتجوا في
المسائل من الكتب الفقهية
التي في مذهب ابي حنيفة رح
ليكون معتبرا، ولا يقطع
القال، وفي دستور السالكين
لو كان المقلد غير المجتهد عالما
لا يعرف قواعد الاصول و
معاني النصوص والاخبار كان
كالعامي لا يجوز له العمل بالنص
والسنة بل على الفقه۔

(ناسخ ومنسوخ) برابر ہیں۔اوراسی طرح ہر حدیث پر بھی عمل کرنا
مناسب نہ ہوگا ایک عامی آدمی کے لئے جب تک کہ مفسرین
اور مجتہدین ان احادیث کے معانی بیان نہ کریں۔اوران کو اپنی
کتابوں میں درج نہ کریں کیونکہ ہر آیت اور حدیث کا ایک ظاہری
مفہوم ہوتا ہے اور ایک باطنی مفہوم اور ہر ایک دونوں سے
استدلال کرتے ہیں۔اس لئے مجتہدین نے اجتہاد کیا ہے اور
ناسخ ومنسوخ کو ایک دوسرے سے ممتاز کیا ہے اور معانی
ظاہرہ اور باطنہ کو بیان کیا ہے لوگوں پر شفقت کرتے ہوئے
اور جو چیز ان پر لازم تھی اسکو ادا کرتے ہوئے لہذا عوام کے
لئے ضروری ہے مسائل کی تحقیق میں ان کتب فقہ سے استدلال
کریں جو امام ابوحنیفہ رح کے مذہب میں معتبر ہیں اور دستور السالکین
میں لکھا ہے اگر ایک مقلد جو مجتہد نہیں عالم ہونے کے باوجود اگر
وہ اصول کے قواعد نہیں جانتا۔اور نصوص و اخبار کے معانی بھی
جو کما حقہ نہیں جانتا اسکو بھی ہر نص اور ہر حدیث پر عمل کرنا
درست نہ ہوگا بلکہ اسکو کتب فقہ پر اعتماد کرنا پڑے گا۔

وفي غاية البيان لما كانت
الاحاديث الموضوعة كثيرة
وظهرت بين الناس بعضها

اور غایۃ البیان میں ہے کہ جب بہت سی احادیث موضوعہ
ہیں اور وہ لوگوں میں پھیلی ہوئی ہیں، اور بعض منسوخ ہیں بعض
ناسخ ہیں۔(ہر شخص کے لئے ان میں امتیاز کرنا مشکل ہے)

ناسخا والبعض منسوخ فینبغی ان یعمل فی ھذا الزمان علی الفقه بعد امتیاز الراجح و المرجوح ویعمل علی الراجح وان عمل علی المرجوح یکون ماخوذا فی یوم القیامة، وفی فتح القدیر وجب علی العامی الاقتداء بالفقهاء فان سمع حدیثا لیس له ان یعمل به، وفی البزازی لیس للعامی ان یعمل بالحدیث لعدم علمه بالمنسوخ والمؤول لان وظیفة الاستدلال یختص بالمجتهد لانه شانه، وللعامی قول المجتهد والمراد من العامی ھھنا غیر المجتهد وان کان عالما کذا فی التلویح وجامع الرموز کذا فی

اس لئے فقہ پر عمل کرنا زیادہ مناسب ہے جب کہ راجح اور مرجوح کا امتیاز کر لیا جائے تو راجح پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ اگر مرجوح پر عمل کرے گا تو قیامت کے دن ماخوذ ہوگا۔

فتح القدیر میں ہے کہ عامی آدمی کے لئے فقہاء کی اقتداء واجب ہے۔ اگر کوئی حدیث سن لے تو اس پر عمل نہ شروع کر دے۔

فتاوی بزازیہ میں ہے کہ عامی شخص کے لئے جب کہ اس کو ناسخ و منسوخ کا علم نہ ہو۔ اور جب تک اسکو حدیث کا مطلب معلوم نہ ہو۔ تو حدیث پر عمل کرنا مناسب نہ ہوگا۔ کیونکہ استدلال تو مجتہد کا کام ہے، عامی کا کام نہیں تو عامی کے لئے مجتہد کا قول مناسب ہوگا۔ اور عامی سے مراد غیر مجتہد ہے خواہ وہ عالم ہو، تلویح وجامع الرموز وغیرہ کتب میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔[1]

---

[1] یاد رہے کہ فقہ کی کتابوں سے بھی مراد وہ کتابیں اور فتاوی ہیں جو سلف و خلف میں مشہور و متداول ہیں اور جس پر سلف و خلف عمل کرتے رہے ہیں۔ ہر فقہ کی کتاب مراد نہیں۔ کیونکہ فقہ کی کتابوں میں بھی بعض غلط مرجوح اور ضعیف قسم کے مسائل ہیں۔ بہر حال علماء راسخین کی طرف ہر وقت رجوع کی ضرورت ہے۔ استاذ کے بغیر خود بخود مجتہد اور محقق بننے کا نتیجہ ہمیشہ گمراہی کی شکل میں نمودار ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ سب کو دین کا صحیح فہم عطا فرمائے۔

۱۲ سواتی

رسالۃ الحامد القاری اللاہوری

وغیرہ،

(۱۵) الشرك فی الذبح اوالبسملة

وھوان یقول الذابح عند الذبح بسم اللّٰہ واسم محمد او محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلّم مثلاً فالذبیحۃ میتۃ والذابح کافر کما ذکر فی کتب الفقه لکونه داخلاً فیما اھل به لغیر اللّٰہ۔

(۱۵) ذبح کے وقت شرک، یا بسم اللہ میں شرک کا بیان

ذبح میں شرک اس طرح ہوگا۔ کہ ذبح کرنے والا شخص ذبح کے وقت یوں کہے بسم اللّٰہ واسم محمد (یعنی اللہ کے نام سے اور محمدؐ کے نام سے) یا یوں کہے کہ اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے نام سے مثلاً (یا کسی اور کا نام لے) تو وہ ذبح کیا ہوا جانور مردار ہوگا۔ اور ذبح کرنے والا کافر ہوگا۔ جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے کیونکہ یہ ما اھل لغیر اللّٰہ میں داخل ہے اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کے نام پر ذبح کیا ہوا (حدیث میں ہے لعن اللّٰہ من ذبح لغیر اللّٰہ یعنی اس پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اللہ کے سوا غیر کے لئے ذبح کیا)۔

(۱۶) الشرك فی الطیرة

الشرك فی الطیرة وھوان یذھب الی مقصودہ فصاح الکلب، او ابن آوی او لاقت امرأة، او غیرھا۔ فیرجع الی بیته معتقداً انه لا یحصل المطلوب، وھو مردود وباطل بقوله علیه الصلوٰۃ والسلام الطیرة شرك قاله

(۱۶) شگون لینے میں شرک کا بیان

شگون لینے میں شرک اس طرح ہوتا ہے کہ مثلاً کوئی شخص اپنے کسی مقصد کے لئے نکلتا ہے۔ لیکن آگے راستہ میں کتے کی آواز یا گیدڑ کی آواز سن لیتا ہے یا کوئی عورت وغیرہ سامنے آجاتی ہے، تو واپس پلٹ جاتا ہے شگون لیتے ہوئے، اور یہ اعتقاد جا لیتا ہے کہ بس اب مقصد نہیں حاصل ہوگا۔ یہ اعتقاد مردود اور باطل ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے، آپ نے تین بار یہ فرمایا کہ شگون لینا شرک ہے۔ نیز حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت

قاله ثلثا، وعن انس رضؓ ان رسول
الله صلى الله عليه وسلم
قال لاعدوى ولاطيرة
ويعجبني الفال قالوا وما الفال
قال كلمة طيبة لاجل التبرك
والتيمن، وكان رسول الله
صلى الله عليه وسلم يعجبه
اذا خرج لحاجته ان يسمع
يارشيد يانجيح وقوله
عليه الصلوة والسلام لاهامة
ولاعدوى، ولاطيرة، يعني
لاتاثير لها بالاستقلال
ومن العادي الاترى انه
عليه السلام اثبت كون العيافة
والطرق والطيرة من الجبت
اي من الكفر باعتبار الاستقلال
اومن عمل الجبت فيكون المراد

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک کی بیماری دوسرے کو لگنے کا
اعتقاد بھی صحیح نہیں۔ اور شگون لینا بھی درست نہیں۔ البتہ
مجھے فال پسند ہے، صحابہؓ نے عرض کیا حضور فال کیا چیز ہے
توآپ نے فرمایا کہ کوئی اچھا کلمہ کسی زبان سے سُن لے اور اس
سے دل خوش ہو جائے۔ اور یہ محض تبرک کے لیئے ہوتا ہے۔
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سلبات کو پسند فرماتے تھے جبکہ
آپ باہر نکلتے تھے کہ آپ راشد یا نجیح جیسے نام سنیں۔
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہامہ[1] اور طرق
اور طیرہ یہ جبت یعنی کفر کی باتیں ہیں۔ یعنی ان میں اگر کوئی مستقل
تاثیر کا قائل ہوگا تو یہ شرک وکفر کی بات ہوگی۔ یا حدیث کا مطلب
یہ ہے کہ یہ باتیں جبت کے عمل سے ہیں، اور جبت سے مراد
شیطان ہے یعنی یہ باتیں شیطان کے اعمال سے ہیں، کوئی
مومن آدمی ایسی باتیں نہیں کر سکتا۔

---

[1] امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ ہامہ سے مراد اُلو ہے اسکو لوگ منحوس خیال کرتے ہیں کہ جب اُلو کسی
مکان پر آکر بیٹھ جائے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ بس اس گھر میں اب موت اور ویرانی واقع ہوگی، اور باقی
محدثین فرماتے ہیں ہامہ جاہلیت کے زمانہ کے لوگ اعتقاد رکھتے تھے کہ میت کی ہڈیاں یا اسکی روح
پرندے کی شکل میں متشکل ہو جاتی ہے۔ اور وہ آوازیں دیتی رہتی ہیں۔ اسکو لوگ منحوس خیال کرتے ہیں۔ یہ دونوں
اعتقاد شرکیہ اور باطل ہیں۔ اور طرق کہتے ہیں سنگریزے وغیرہ پھینک کر غیب کی خبریں بتانا جیسا کہ
کاہن لوگ کرتے ہیں، یہ سب شرکیہ افعال ہیں۔ ۱۲ صواتی

من الجبت الشیطان،
والطیرۃ فی الاصل ھو طیر ان یُطَیِّرَ للفال کما ھو عادۃ العرب فانھم یطیرون الطیر اذا ذھبوا الی غرض، فان ذھب الی الیمین قالوا انہ مبارک والافلا، فینصرفون من الطریق. والطرق ضرب الحجارۃ للتفول کما ھو عادۃ نساء العرب، والعیافۃ الخبر عن مکان المسروق والسارق فظھران الفال الذی یفعل فی زماننا مما یسمونہ فال القرآن اوفال دانیال اونحوھا لیس من قبیل الفال المحمود، بل من قبیل الاستقسام بالازلام فلا یجوز استعمالھا ولا اعتقادھا حق۔ کیف وان فیھا الخبر عن الغیب والتطیر بالقرآن العظیم عیاذاباللہ۔ وانما الفال التیمن والتبرک بالکلمۃ الموافقۃ للمراد کالراشد

اور طیرہ (شگون) اصل میں پرندہ اڑانے کو کہتے ہیں جیسا کہ عربوں کی عادت تھی جب کسی کام کے لیئے جانا چاہتے تھے توشگون لینے کے لئے پرندہ اڑاتے تھے اگر دائیں طرف اڑجاتا تو اسکو مبارک خیال کرتے اور چلے جاتے اور اگر بائیں طرف اڑجاتا تو اسکو منحوس خیال کرتے ہوئے پلٹ جاتے تھے۔ اور طرق پتھر پھینکنے کو کہتے ہیں، یہ بھی فال لینے کے لیے کیا جاتا تھا جیسا کہ عربوں کی عورتوں میں یہ رائج تھا۔

اور عیافۃ کہتے ہیں چوری اور چور کے بارہ میں خبر دینا، اس سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ ہمارے زمانہ میں جو لوگ قرآن سے فال لیتے ہیں، یا جس کو دانیال پیغمبر علیہ السلام کا فال کہتے ہیں یہ پسندیدہ فال نہیں بلکہ یہ اسی طرح ہے جس طرح تیروں کے ذریعہ قسمت وغیرہ معلوم کی جاتی ہے، اس قسم کا فال نکالنا اور اسکو صحیح سمجھنا درست نہیں۔ اور یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے جب کہ اس میں غیب کی خبر بتلائی جاتی ہے اور قرآن کریم سے ویسے بھی فال نکالنا قرآن کی بے ادبی ہے جس سے برائی کی نسبت اور نحوست کی نسبت قرآن پاک کی طرف ہو گی العیاذ باللہ۔

جو فال جائز ہے وہ محض تبرک کے لئے کسی اچھے کلمہ کو سن لینا جو اپنے مقصد کے مطابق ہو۔ جیسا کہ راشد اور نجیح (ہدایت یافتہ اور کامیاب) وغیرہ۔ اور اسی قبیل سے ہے نیک اور صالح آدمیوں کو دیکھ لینا۔ اور متبرک ایام میں سفر وغیرہ اختیار کرنا، کیونکہ اس میں کسی غائب چیز پر حکم نہیں بلکہ محض خیر کا طلب کرنا اور خدا تعالے کی طرف سے بشارت کے حاصل ہونے کی امید ہے، جو پسندیدہ

والنجم، ويلحق بها روية الصالحين، والايام الشريفه كيوم الاربعاء بعد السبق والخميس والاثنين للسفر ونحوها فليس فيه الحكم على الغائب بل مجرد طلب الخير ورجاء حصول البشارة من الله تعالى، والمستحب انما هو الفال المذكور۔

اور مستحب فال ہے وہ یہی ہے۔

وهو ان يفتحه وينظر في اول الصفحة اى حرف وافقه وكذا في سابع الورقة السابعة فان جاء حرف من الحروف المركبة من لتخلا كم حكموا بانه غير مستحسن، وفي سائر الحروف بخلاف ذالك، وقال الكرمانی لا ينبغي ان يكتب على ثلاث ورقات من البياض اوغير ذالك، افعل، لا تفعل او يكتب الخير والشر ونحو ذالك، فانه بدعة انتهى۔

قرآنی فال کا طریقہ —— جو لوگ قرآن سے فال نکالتے ہیں ان کا طریق یہ ہے کہ قرآن کو کھولنے کے بعد پہلے صفحے پر پہلا حرف کونسا ہے، اور اسی طرح ساتویں صفحے پر ساتویں سطر پر پہلا حرف کونسا ہے۔ اگر ان حروف میں سے کوئی حرف ان حروف (ل ت ث ح ل ا ك م) آگیا تو اسکو غیر مستحسن خیال کرتے ہیں۔ اور ان کے ماسوا باقی حروف میں اس کے خلاف بہتر اور مبارک خیال کرتے ہیں۔ محدث کرمانی شارح بخاریؒ نے فرمایا ہے کہ تین ورقوں پر افعل لا تفعل یا خیر و شر لکھ کر جو فال نکالتے ہیں یہ بدعت ہے۔

وذكر في المدارك ما يدل على

اور تفسیر مدارک میں جو مذکور ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح فال نکالنا نص سے حرام ثابت ہوتا ہے۔ یعنی سورۃ مائدہ کی یہ آیت حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ سے اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ (کہ تیروں کے ساتھ تقسیم کرنا یا قسمت معلوم کرنی یہ بھی تم پر حرام قرار دیا گیا ہے) جو چاہے وہاں مطالعہ کرے۔

انه حرام بالنص حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ الى قوله وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ، من شاء فليطالعه، وقد صرح ابن العجميؒ فی منسكه لا ياخذ الفال من المصحف فانه اختلفوا فيه فكره البعض واجازه البعض، ونص المالكية على تحريمه كذا فی الملتقطات

اور ابن العجمیؒ نے تصریح کی ہے۔ اپنی کتاب منسک میں کہ قرآن کریم سے فال نہ نکالا جائے کیونکہ فقہاء کرام کا اس بارہ میں اختلاف ہے بعض نے اسکو مکروہ بتایا ہے۔ بعض نے جواز کا قول بھی کیا ہے۔ لیکن مالکیہ (امام مالکؒ کے پیروکار فقہاء کرام) نے اسکی حرمت کی تصریح کی ہے۔

ملتقطات میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

(١٧) الشرك فی الاخبار

(١٧) اخبار میں شرک کا بیان

منها الشرك فی الاخبار كاخبار المنجم والكاهن، والعراف، فالمنجم ما يخبر بعلم النجوم لشئی والكاهن هو الذی يخبر بالخبر الاستقبال بدون العلامات والقرائن، ويدعی علم الاسرار فی المكان، وقيل الساحر والمنجم اذا ادعى العلم بالحوادث الآتية فهو مثل الكاهن، وفی معناه الرمال الضارب بالحصى، وما يعطى هولاء حرام بالاجماع، ولا يجوز اتباع من ادعى الالهام

ان شرک کی قسموں میں ایک قسم شرک فی الاخبار بھی ہے۔ جیسا کہ منجم، کاہن اور عراف کی خبریں۔ منجم تو وہ ہوتا ہے جو نجوم کے ذریعہ کسی چیز کی خبر بتائے اور کاہن وہ ہوتا ہے جو مستقبل کی خبریں بتاتا ہے بغیر علامات اور قرائن کے اور علم اسرار کا دعوی کرتا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ساحر اور منجم اگر آنے والے حوادثات کے علم کا دعوی کرے، تو کاہن کی مثل ہوگا، اور یہی حکم رمال کا بھی ہے جو سنگریزے مارتے ہیں اور چیزوں کے انکشاف کا دعوی کرتے ہیں، (دست شناس بھی اسی حکم میں ہیں ہاتھ کی لکیریں وغیرہ دیکھ کر قسمت بتانے والے) اور ان لوگوں کو جو اجرت یا عطیہ انکے اس فن پر دیا جاتا ہے بالاجماع وہ حرام ہے۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد جو شخص الہام کا دعویدار ہو اور الہام کے ذریعہ خبریں بتائے اس کا اتباع جائز نہیں، اسی طرح جو شخص حروف تہجی یعنی مفرد حروف کے علم کا مدعی ہو اس کا اتباع بھی جائز نہیں

فیما یخبر به عن الوها مانه بعد
الانبیاء علیهم السلام، ولا
من ادعی علم الحروف المنهجة
لانه فی معنی الکاهن، انتهی
ما فی الملحقات . والعراف هو
الذی یخبر عن المسروق ومکان
الضالة، وهو باطل لاشك
فیه، من قال مطرنا بنوء کذا
وکذا فذلك کافر بالله تعالی
مومن بالکواکب معتقد التاثیر
فهو کفر بالاتفاق، وقال علیه
الصلوة والسلام من اتی کاهنا
فصدقه بما یقول فقد برأ
مما انزل علی محمد صلی الله
علیه وسلم، وقال ما جعل الله
فی نجم حیاة احد ولا رزقه
ولا موته وانما یفترون علی
الله الکذب ویتعاملون بالنجوم

کیونکہ یہ بھی کاہن کی طرح ہے۔ ملحقات کی عبارت یہاں تک
ختم ہوگئی اور عراف وہ ہے جو مسروق اور گم شدہ چیزوں کا ٹھکانہ
بتلائے۔ بلاشک یہ سب باطل ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ کہ جس شخص نے یہ کہا ہم پر فلاں ستارے
یا فلاں نچھتر کی وجہ سے بارش ہوتی ہے۔ وہ شخص اللہ تعالے
کے ساتھ کفر کرنے والا اور ستاروں کے ساتھ ایمان لانے والا
ہے۔ اور وہ اگر ان ستاروں کی تاثیر کا معتقد ہے تو بالاتفاق وہ
کافر ہے۔ نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص
کاہن کے پاس گیا اور اسکی بات کو اس نے سچا جانا تو وہ حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہوئی شریعت اور دین سے بری
اور بیزار ہوگیا۔ اور نیز یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالے نے کسی کی زندگی
اور موت اور روزی ستارے کے ساتھ وابستہ نہیں کی ہے
شک یہ لوگ اللہ تعالی پر جھوٹ باندھتے ہیں، اور ستاروں کے
ساتھ یہ مختلف معاملات کو وابستہ کرتے ہیں۔

قال فی الملحقات ثم هولاء الذین
یفعلون هذه الافعال الخارجة
من الکتاب والسنة انواع
نوع اهل تلبیس وکذب
وخداع، الذین یظهرون لهم

اور ملحقات میں مذکور ہے کہ یہ لوگ (کاہن نجومی وغیرہ) جو ان
افعال کے مرتکب ہوتے ہیں، جو کتاب وسنت کے خلاف ہیں
کئی قسم ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو تلبیس اور کذب اور دھوکہ کے
مرتکب ہوتے ہیں۔ اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ جن ان کے مطیع ہیں۔
اور اس طرح یہ لوگوں کو ٹھگتے اور لوٹتے رہتے ہیں۔ اور بعض

طاعة الجن له، او يدعي الحال من اهل الحال كالمشائخ المتصابين والفقراء الكذابين والصوفية المكارين، ونوع منهم يتكلم في هذه الامور على سبيل الجد والحقيقة بانواع السحر. ونوع منهم يتكلم بالاقوال الشيطانية والكشوف بالرياضات النفسانية ومخاطبة رجال الغيب، ويأتي لهم خوارق يقتضي انهم اولياء الله، وهؤلاء في الحقيقة اخوان الشياطين ثم الحق ان رجال الغيب هم الجن لان الانس لا يكون دائما محتجبا عن ابصار الانس، وانما يحتجب احيانا. فمن ظن انهم من الانس فمن غلطه او جهله انتهى۔

ایسے ہیں جو حال کا دعویٰ کرتے ہیں یعنی یہ کہ ان پر خاص حال طاری ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے یہ اس حال میں لوگوں کے مختلف مشکلات کو جان جاتے ہیں اور ان کا حل کرتے ہیں، جیسا کہ بہت سے دھوکے باز پیر اور جھوٹے فقیر اور مکار صوفی کرتے رہتے ہیں۔

اور ایک قسم وہ ہے جو ان امور میں سنجیدگی سے باتیں کرتے ہیں اور نفسانی ریاضتوں کی وجہ سے کشف کے مدعی ہوتے ہیں اور رجال غیب کے ساتھ بات چیت کرنے کا دعویٰ رکھتے ہیں اور ان سے کبھی خرق عادت چیزیں بھی ظاہر ہوتی ہیں جن کی وجہ سے لوگ ان کو اولیاء اللہ کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں یہ لوگ اولیاء الشیطان ہوتے ہیں۔

رجال الغیب:۔ حق بات یہ ہے کہ رجال غیب درحقیقت جنات میں سے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ انسانوں کی نوع سے ہوں تو ان کا دائما یعنی ہمیشہ انسانوں کی نگاہوں سے محجوب رہنا درست نہیں ہاں اگر انسان احیاناً کبھی نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں تو یہ بات قابل تسلیم ہے لیکن ہمیشہ نہیں۔ اب جس شخص نے یہ گمان کیا ہے کہ رجال غیب انسانوں میں سے ہوتے ہیں اس نے غلطی سے یہ بات کہی ہے یا جہالت سے۔

يا طالب الحق دع عنك الكفر والشرك والتقليد لانه الاقتداء بالغير لمجرد حسن الظن

اے حق کے طلبگار کفر اور شرک کو چھوڑ دو اور اسی طرح تقلید کو بھی ترک کر دو کیونکہ یہ تقلید تو دوسرے کی اقتداء ہے محض حسن ظن کی بنا پر بغیر کسی دلیل اور تحقیق کے اور یہ تقلید عقلاً بھی جائز نہیں

من غير حجة وتحقيق وذا لايجوز
في العقائد بل لابد من نظر
واستدلال ولو على طريق
الاجمال قال الله تعالى "قل
انظروا ماذا في السماوات
والارض" والايات فيه و
في ذم المقلدين في الاعتقاد
كثيرة وقد ذكرنا بعضها.
والاجماع منعقد على وجوب
النظر والاستدلال فالمقلد
في الاعتقاد آثم بترك الواجب
عليه وان كان ايمانه صحيحا
عندنا، واما التقليد في الاعمال
فجائز لمن كان عدلا مجتهدا
فان قيل يلزم منه عدم
جواز التقليد لاحد في هذا الزمان
لعدم وجود المجتهد في الاعمال
ايضا۔
والجواب انه لما انقطع الاجتهاد
منذ زمان طويل انحصر معرفة
المجتهد للمقلد في نقل كتاب
معتبر متداول بين العلماء
الثقات فلا يجوز العمل بالنوادر

بلکہ ضروری ہے غور وفکر اور دلیل کا حاصل کرنا، چاہے اجمالی
طریقہ پر ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے سورۃ ہود آیت
۱۰۱ آپ کہدیں دیکھو آسمان و زمین میں کس قدر دلائل و نشانیاں
ہیں۔ اور سپارہ میں بہت سی آیات قرآنیہ موجود ہیں، اور
اعتقاد میں تقلید کرنے والوں کی مذمت کے بارہ میں بھی بکثرت
آیات موجود ہیں۔ بعض آیات ہم نے پہلے ذکر کر دی ہیں۔
اور اسبابت پر اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے کہ نظر و استدلال واجب
ہے اور اعتقاد میں تقلید کرنے والا گنہگار ہوگا۔ کیونکہ اس پر جو چیز
واجب تھی (النظر و استدلال) اس کو اس نے ترک کر دیا اگرچہ
ہمارے نزدیک ایسے شخص کا ایمان بھی صحیح ہوگا۔ باقی تقلید اعمال
کے اندر تو وہ جائز ہے لیکن اس کی تقلید کرنا جو عادل اور مجتہد ہو

اعتراض ــــ اگر یہ کہا جائے کہ اس زمانہ میں تو کسی کی
تقلید اعمال میں بھی جائز نہ ہونی چاہیئے کیونکہ موجودہ دور میں مجتہد
نہیں پائے جاتے۔

جواب ــــ یہ ہے کہ بلاشبہ کافی زمانہ سے اجتہاد
کا سلسلہ منقطع ہے۔ تو اس کی صحیح صورت یہ ہی ہو سکتی ہے
کہ کسی مجتہد کی معرفت کے لئے کسی ایسی کتاب کا پایا جانا ضروری
ہے جو ثقہ علماء کے درمیان متداول ہو۔ تو مقلد ایسی کتاب پر اعتماد
کر کے اس مجتہد کی پیروی کرے گا۔ لیکن ایسی کتاب کا مشہور اور
متداول ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ نوادرات پر عمل کرنا درست نہیں
مگر ایسی صورت میں کہ اس نادر بات کی نقل کسی متداول کتاب
میں بھی پائی جاتی ہو۔ تو پھر اس کتاب پر اعتماد کرتے ہوئے اس
پر عمل کرنا درست ہوگا اس کے لئے جو شخص مطالعہ کر سکتا ہو

لعدم الشهادة في ديارنا الا ان يوجد نقله في كتاب متداول فحينئذ يجوز اعتمادا على هذا الكتاب مصحح لمن قدر على مطالعته واستخراجه او اخبار عدل موثوق به في علمه فلا يجوز العمل بكل كتاب وبقول كل من العلماء انتهى ما ذكر في السيرة الاحمدية

اور مسائل کتاب سے نکال سکتا ہو- یا پھر کسی ایسے شخص کی خبر دینے پر اعتماد کرنا جس کا علم اور عمل قابل اعتماد ہو- اسی لئے ہر کتاب پر عمل کرنا بھی جائز نہیں اور نہ ایسے شخص کی بات پر اعتماد کرنا درست ہے جس نے محض علماء کا لباس پہن رکھا ہو- یہاں تک سیرۃ احمدیہ میں جو بات مذکور تھی وہ ختم ہو گئی-

(۱۸) الشرك في التصور

(۱۸) شرک فی التصور کے بیان میں

منها الشرك في التصور، وهو ان يذكر الله تعالى بلا اله الا الله مثلا ويحضر في قلبه صورة المرشد بان يعتقد انه لا يحصل الكشف بغيره بدون التصور وان المرشد يعلم ويطلع بكماله ورياضته ومجاهدته وفنائه في الرسول على احواله حين التصور فهو لا يجوز بل كفر كما قال شيخ فخر الدين ابو سعيد عثمان بن سليمان الجياني الحنفي في رسالته ناقلا عن البزازية

اور ان شرک کی قسموں میں سے ایک قسم شرک فی التصور بھی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے لا الہ الا اللہ کے ورد سے لیکن دل میں اپنے مرشد کی صورت کو حاضر کرتا ہے اور اس کا تصور کرتا ہے- اور یہ اعتقاد بھی رکھتا ہے کہ کشف وغیرہ بغیر اس مرشد کے تصور کے حاصل نہیں ہو سکتا- اور یہ بھی کہ مرشد اپنے کمال اور ریاضت و مجاہدہ اور فنافی الرسول ہونے کی بنا پر اس مرید کے احوال کو جانتا اور ان پر مطلع ہوتا ہے جب بھی یہ مرید تصور کرتا ہے- تو ایسا تصور ناجائز ہے بلکہ کفر ہے جیسا کہ شیخ فخر الدین ابو سعید عثمان بن سلیمان جیانی حنفی نے اپنے رسالہ میں بیان کیا ہے بزازیہ اور دوسری کتب فتاوی سے نقل کرتے ہوئے- کہ جس شخص نے یہ کہا کہ مشائخ کی ارواح حاضر ہوتی ہیں اور وہ جانتے ہیں تو ایسا شخص کافر ہو گا- مائۃ مسائل میں بھی یہی مذکور ہے- اور ایسا تصور مرشد شرک خفی ہے- اور یہ

وغیرها من الفتاوی من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر انتهی کذا فی مائة المسائل و هو شرک خفی مردود بقوله تعالیٰ وَلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا لان المراد به اعم من الشرک الجلی والخفی، ویدخل فی الخفی الریاء والتصور المذکور مثلا وقوله تعالیٰ "اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ" وقوله علیه الصلوٰة والسّلام "الاحسان ان تعبد الله کانک تراه ولا شك ان من کان له هذه الحالة یکون فی غایة من الهیبة والتعظیم والخوف، والخشوع، والتضرع والاجلال، والحیاء والشوق، والذوق، والمحبة، والانجذاب الیه تعالیٰ وهذا مقام المشاهدة والاستغراق فی بحر الذوق والحضور۔

باطل و مردود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے، سورہ کہف آیت آخری، اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے، کیونکہ اس سے مراد عام ہے خواہ شرک جلی ہو یا خفی اور شرک خفی میں ریاء بھی داخل ہو جاتی ہے اور یہ تصور شیخ بھی۔ نیز اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی یہ باطل ٹھہرتا ہے، سورۂ زمر آیت ۳ سنو اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے اطاعت خالص نیز نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے جس میں احسان کو بیان فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اسکو دیکھ رہے ہو۔ ظاہر ہے کہ جس شخص کی ایسی حالت ہو تو یقیناً اس پر انتہائی درجہ کی ہیبت، تعظیم، خوف، خشوع اور عاجزی اور اللہ کی عظمت اور حیاء اور شوق ذوق اور محبت اور اللہ تعالیٰ کی طرف کشش کے جذبات طاری ہونگے (وہ عبادت و ذکر کرتے وقت غیر کا تصور کس طرح کر سکتا ہے) اور یہ مقام مشاہدہ اور استغراق کا ہے، جب کہ بندہ بحر ذوق و حضور میں ڈوبا ہوا ہو۔

والاسفل منه مرتبة المراقبة وهو علم الله تعالیٰ بحال العبد کما قال علیه السّلام فان لم

اور اس سے نچلا درجہ مراقبہ کا ہے وہ یہ ہے کہ بندہ اس چیز کو عبادت کے وقت محوظ رکھے کہ اللہ تعالیٰ میرے حال کو دیکھ رہا ہے جیسا کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر تم اسکو نہیں

تكن تراه فانه يراك، لان في
هذه الصورة يوجد الخوف
والخشية والاحتياط في الحركات
والسكنات، والافعال والاحوال
والاداب والطمانية وعدم
الالتفات يمينا وشمالا، و
من احسن دينا ممن اسلم وجهه
لله وهو محسن رزقنا الله تعالى
وجعلنا منهم لا من الذين قيل
في حقهم ؎

برزباں تسبیح ودر دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

وبالجملة العبادة على ثلاث
مراتب،

الاول:- ان يكون على قدر ما
يحصل له براءة الذمة والا يجب
القضاء عليه باداء الفرائض
فقط، ولم يوجد فيه الرياء
وغيرها والا لا يكون حكمه كذالك
كما يجئ تفصيله۔

والثاني:- ان يحصل له رضا الله
تبارك وتعالى ويترتب له
عليه الثواب الجزيل ويتى

دیکھ سکتے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس صورت میں خوف و
خشیت احتیاط بندے کے تمام حرکات و سکنات اور افعال و
احوال و آداب میں پایا جائیگا۔ اور اطمینان حاصل ہوگا اور دائیں
بائیں التفات نہ ہوگا۔ اور اس سے بہتر کون ہوسکتا ہے جس نے
اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے تابع کرلیا۔ اور وہ نیکی کرنے والا ہو۔
خدا تعالےٰ ہمکو بھی یہ بات نصیب فرمائے اور ایسے لوگوں میں
سے ہی بنائے۔ نہ ان میں سے جن کے حق میں کسی شاعر نے کہا
ہے ؎

زباں پر تسبیح اور دل میں گاؤ خر کا خیال (یعنی دنیا کے خیالات
فاسدہ) ایسی تسبیح کیا اثر دکھائے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ عبادات
کے تین مرتبے ہیں۔

پہلا مرتبہ ——— یہ ہے کہ عبادت اس درجہ پر ہو کہ بندہ فقط
فرائض کو ادا کرے بغیر ریاء وغیرہ کے۔ اور وہ بری الذمہ ہو
جائے۔ اسپر قضا واجب نہ ہو۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو اس کا حکم
یہ نہ ہوگا جیسا کہ آگے تفصیل آتی ہے۔

دوسرا مرتبہ ——— یہ ہے کہ اسکو عبادت سے اللہ
تعالےٰ کی رضا و خوشنودی حاصل ہو اور اس پر ثواب مرتب
ہو۔ اور اس عابد کا دل ذوق عبادت سے پر ہو۔ اور یہ تب ہی
ہوسکتا ہے کہ ارکان و احکام شرائط و آداب واجبات و سنن
پوری طرح ادا کرے۔

باطنه من ذوق العبادة وذالك يكون باداء كل الاركان والاحكام والشرائط والاداب والواجبات والسنن۔

والثالث ——— اعلیٰ من الکل وهو الاستغراق فی مشاهدة المعبود الحق وحضور الذات المقدس۔ وهو شرط کمال بل علامة صحة الایمان والاسلام لکن کل ذالك بالشرط المذکور الا تری الی الفقیه ابی اللیث انه حکم بکفر المرائی مع ان الریاء ادون من التصور المذکور و حبط العبادة التی ادی معه ووجوب القضاء نعوذ بالله بل

تیسرا مرتبہ ——— سب سے اعلیٰ ہے اور وہ معبود برحق کے مشاہدہ میں استغراق کا درجہ، اور ذات مقدس کے سامنے حاضری کا مرتبہ ہے اور یہ کمال کی شرط ہے یعنی بندے کے کامل ہونے کی شرط ہے بلکہ ایمان اور اسلام کے صحیح ہونے کی علامت ہے۔ لیکن یہ سب اسی شرط کے ساتھ بغیر کسی قسم کے ریاء اور شرک کے ہو، کیا تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ فقیہ ابو اللیث نے ریاء کاری کرنیوالے پر کفر کا حکم لگایا ہے۔ باوجود اس کے کہ ریاء کاری تصور مذکور (یعنی شیخ کو حاضر و ناظر سمجھ کر اسکا تصور جمانے سے) کمتر ہے اور اس ریاء کی موجودگی میں جو عبادت ہوگی وہ ضائع ہوگی، اور اس کے ذمہ اسکی قضا واجب ہوگی، بلکہ یہ تصور تو ایسا ہے جیسا کہ اہل ہنود اپنے ٹھاکروں کی پرستش کرتے ہیں، کیونکہ اہل ہنود بھی اپنے ٹھاکروں کا تصور اسیطرح کرتے ہیں)۔ البتہ تصور شیخ اگر بطریق رابطہ ہو تو وہ بعض مشائخ کا معمول رہا ہے اسکا حکم اس سے الگ ہوگا۔ عہ

عہ تصور شیخ بطور رابطہ کی مختصر اور ضروری تشریح ہم نے مقدمہ تحفہ ابراہیمیہ میں ذکر کر دی ہے۔ وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہے حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سالک پر جب خیالات کا غلبہ ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے ذکر کے لئے دل جمعی حاصل نہیں ہوتی، تو ایسی صورت میں اس سالک کو اللہ تعالےٰ کے سامنے نہایت عاجزی سے دعا کرنی چاہیئے اور اپنے مرشد کی صورت کو سامنے لاتے ہوئے اسکی واسطہ سے امراض باطنی کے ازالہ کے لئے اللہ تعالےٰ سے التماس کرنا چاہیئے۔ اسکو شغل برزخ، شغل رابطہ اور تصور شیخ بھی کہتے ہیں۔ لیکن اسمیں شیخ کے حاضر و ناظر ہونے کا تصور نہیں ہوتا۔ اگر ایسا ہو تو یہ شرک ہوگا۔ بلکہ اپنے ذہن میں اس کا تصور کرتے ہوئے جب دلجمعی حاصل ہو جائے تو پھر اسکو ترک کر دے۔

۱۲ مولوی

التصوّر من قبيل عبادة التماثيل كما كان الهنود يعبدون التماثيل فكذا هذا، نعم ان كان التصوّر بطريق الرابطة فهو معمول بعض المشائخ۔

(۱۹) الشرك في التمائم والرقى

(۱۹) تعویذ گنڈوں میں شرک کا بیان

منها الشرك في التمائم والعقد والسحر، والرقى، والتولة والكهانة وهو مردود بقوله عليه السلام ليس منا من تطير او تطير له او تكهن او تكهن له، او سحر او سحر له، ومن اتى كاهنا فصدقه بما يقول فقد كفر بما انزل على محمد صلى الله عليه وسلم وقوله عليه الصلوة والسلام من عقد عقدة ثم نفث فيها فقد سحر، ومن سحر فقد اشرك وقوله من علق تميمة فلا اتم الله له، ومن علق ودعة فلا ودع الله له، الودع خرزة تعلق لدفع العين، وقوله ان الرقى والتمائم والتولة

شرک کی قسموں میں ایک قسم تعویذ کرنے اور دھاگوں میں گرہیں لگانے سے سحر کرنے، جھاڑ پھونک کرنے، محبت کے تعویز کرنے اور کہانت میں ہوتا ہے۔ اس قسم کے تعویذ وغیرہ باطل اور مردود ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ آدمی ہم میں سے نہیں جس نے شگون لیا یا جس کے لئے شگون لیا گیا۔ یا جس نے کہانت کی (غیب دانی کی خبر دینے کا دعویٰ کیا) یا جس کے لئے کہانت کی گئی یا جس نے سحر کیا یا جس کے لئے سحر کیا گیا۔ اور جو شخص کاہن کے پاس آیا اور اسکی بات کی تصدیق کی تو اس نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ شریعت کے ساتھ کفر کیا۔ نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ جس نے گرہ لگا کر اس میں پھونکا تو اس نے سحر کیا۔ اور جس نے سحر کیا اس نے شرک کیا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ جس شخص نے کوئی تعویذ لٹکایا تو خدا تعالےٰ اسکی مراد کو نہ پورا کرے۔ اور جس نے کوئی منکا (کوڑی وغیرہ) لٹکایا تو خدا تعالےٰ اسکی حفاظت نہ فرمائے۔ اور اسے نہ بچائے۔ اور ودع ایک قسم کا مہرہ ہوتا ہے جس کو نظر بد سے بچنے کے لئے

شرك، وهو شئ يضعهن النساء ليتحببن الى ازواجهن.

گلے میں لٹکاتے ہیں۔ اور نیز کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ بے شک جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے اور تولہ یہ شرک ہے۔ تولہ کہتے ہیں ایک خاص قسم کے تعویذ یا عمل جس کو عورتیں کرتی یا کراتی ہیں تاکہ ان کے خاوند ان سے محبت کریں [1]

وكون هذه الاشياء شركاً وكفراً مبني على اعتقاد التاثير وعلم الغيب، والا فليس بكفر ولا شرك بل حرام في الاخيرين التي شرط الاشتمال على ما يخالف الشرع والالفاظ الغير المفهومة المعاني، والا فلا جناح. فلهذا اتفقوا على ان كل رقية او عزيمة او قسم فيه شرك بالله لا يجوز التكلم به، وكذا الكلام الذي لا يفهم معناه، لا يتكلم به لامكان ان يكون فيه شرك لا يعرف، ولهذا قال رسول الله

"لیکن ان چیزوں کا شرک اور کفر ہونا اس بنا پر ہوگا اگر مستقل تاثیر کا اعتقاد رکھے۔ یا کہانت وغیرہ میں عقیدہ رکھے کہ یہ غیب جانتا ہے۔ تو کفر اور شرک ہوگا ورنہ کفر و شرک تو نہ ہوگا البتہ یہ آخری دو باتیں حرام ہوں گی۔ اور تعویذات کے حرام بننے کی شرط یہ ہوگی وہ ایسے کلام پر مشتمل ہوں جو شریعت کے خلاف ہے۔ یا ایسے الفاظ پر مشتمل ہوں جن کے معانی معلوم نہیں۔ اور اگر یہ نہ ہو تو پھر تعویذات حرام نہیں ہونگے۔ اسی لئے فقہا اور علماء کا اتفاق ہے کہ ہر ایسا تعویذ یا عمل یا قسم جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہو وہ جائز نہیں اور اسی طرح جس کلام کا معنی نہ سمجھا جا سکتا ہو اس کو بولنا بھی جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اس میں شرک والی بات ہو جو ہمیں معلوم نہ ہو۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تعویذ یا جھاڑ پھونک میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ اس میں کوئی شرک والی بات نہ ہو۔ محققات میں اسی طرح مذکور ہے۔ پھر سحر کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اس میں کسی ایسی چیز کا انکار لازم آتا ہو جو ایمان میں شرط ہے تو

[1] جیسا کہ نہایہ ج ۱ ص ۲۰۰ میں ہے التولة ما يحبب المرأة الى زوجها من السحر وغيره. جعله من الشرك لاعتقادهم ان ذلك يؤثر ويفعل خلاف ما قدره الله تعالى۔ یعنی تولہ اس عمل یا سحر وغیرہ کو کہتے ہیں جو عورت کو خاوند کے لئے محبوب بنادے۔ اسکو شرک اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ چیز اللہ کی تقدیر کے خلاف مؤثر ہوتی ہے۔ اس لئے اسکو شرک کہا گیا ہے۔ ۱۲ سواتی

صلی اللہ علیہ وسلم لا باس بالرقی مالم یکن شرکا کذا فی الملحقات
ثم السحر ان کان فیہ ما لزم فی شروط الایمان فھو کفر، والا فلا، ولو فعل ما فیہ ھلاک انسان او مرضہ او تفریق بینہ وبین امرأتہ، وھو غیر منکر لشیء من شرائط الایمان لا یکفر لکنہ یکون فاسقا ساعیا فی الارض الفساد فیقتل الساحر والساحرۃ لان علۃ القتل السعی بالفساد وھو یشتمل الذکر والانثی، واما اذا کان سحرا ھو کفر یقتل الساحر لا الساحرۃ لان علۃ القتل ھھنا ھی الردۃ والمرتدۃ لا تقتل کذا فی الملحقات۔

ایسا سحر یا جادو کفر ہوگا۔ ورنہ کفر نہ ہوگا۔ اور اگر اس میں کوئی ایسا عمل کرے کہ جس میں کسی انسان کی ہلاکت واقع ہو یا وہ بیمار پڑ جائے۔ لیکن اس کے باوجود وہ سحر میں کسی ایسی چیز کا مرتکب نہ ہو جو ایمان کے شرائط میں خلل انداز ہو۔ تو یہ شخص اگرچہ کافر تو نہ ہوگا لیکن یہ فاسق ہوگا اور زمین میں فساد پھیلانے کا مرتکب ہوگا۔ لہٰذا ایسی صورت میں ساحر اور ساحرہ دونوں کو تعزیراً قتل کیا جائیگا کیونکہ اس صورت میں علت قتل فساد ہے۔ اور اس میں دونوں عورت و مرد یکساں ہیں۔ باقی اگر کفر کی بنا پر ساحر کو قتل کیا جائیگا تو اس صورت میں صرف مرد کو ہی قتل کیا جائیگا۔ کیونکہ علت قتل کی اس صورت میں مرتد ہونا ہے۔ اور ارتداد کی صورت میں مرد کو ہی قتل کیا جاتا ہے عورت کو قتل نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے لئے حبس کی سزا تجویز کی جاتی ہے جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے) ملحقات میں اسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔

(۲۰) الشرك الاصغر

منها الشرك الاصغر وهو الرياء وهو باطل، قال عليه الصلوة والسلام ان اخوف ما اخاف عليكم بعدي الشرك الاصغر قالوا وما الشرك الاصغر يا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال

(۲۰) شرک صغر یعنی ریاء کا بیان

شرک کی قسموں میں سے ایک قسم شرک اصغر بھی ہے۔ اور اس سے مراد ریاء ہے۔ شرک کی یہ قسم بھی باطل ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ زیادہ خوف میں جس چیز کا اپنے بعد تمہارے اندر خصوص کرتا ہوں وہ شرک اصغر ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضور شرک اصغر کیا ہے۔ فرمایا کہ ریاء۔ اللہ تعالیٰ ریاء کرنے والوں سے فرمائیگا۔ جب لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ کہ جاؤ ان لوگو

الریاء یقول اللہ عزّوجل اذ اجزی الناس باعمالھم اذھبوا الی الذین کنتم تراؤن فی الدنیا باعمالکم ھل تجدون عندھم جزاءً، وقال ان المرائی ینادی یوم القیامۃ یا فاجر یا غادر یا کافر یا خاسر ضل عملك وحبط اجرك اذھب فخذ اجرك ممن تعمل لہ، الا تری الی ما قال اللہ تعالی انا خیر شریك فمن اشرك معی شریکا فی عمل فھو لشریکی، یا ایھا الناس اخلصوا اعمالکم فان اللہ تبارك وتعالی لا یقبل من الاعمال الا ما خلص لہ، ولا تقولوا ھذا للہ وللرحم فانھا للرحم ولیس للہ فیھا شیئ و لا تقولوا ھذا للہ ولوجوھکم ولیس للہ فیھا شیئ، ومعنی الریاء جعل عبادۃ اللہ تعالی الموضوعۃ لتعظیمہ والتقرب الیہ، وسیلۃ الی غیرھما و فیہ قلب الموضوع وعکس المشروع

سے اپنا بدلہ تلاش کرو جن کے دکھانے کے لیے تم نے کام کیا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے یہ بھی فرمایا کہ ریا کار کو قیامت کے دن پکارا جائے گا، اس طرح کہ او کوتاہی کرنے والے غدار، اور کفر کرنے والے ناکام انسان تمہارے اعمال تو گم ہو چکے ہیں اور تمہارا اجر ضائع ہو گیا ہے۔ ان سے جا کر اپنے عمل کا بدلہ تلاش کرو جن کے لئے تم نے عمل کیا تھا۔ خدا تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے، جس نے میرے ساتھ شرک کیا اس عمل کو میں اس شریک کے لئے چھوڑ دوں گا۔ اے لوگو اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف ان ہی اعمال کو قبول فرماتا ہے جن میں اخلاص ہو۔ (شرک ریاء کے شائبہ سے پاک ہوں) اور یوں بھی نہ کہو کہ یہ اللہ تعالےٰ کے لئے ہے اور یہ رشتہ وقرابت کے لئے کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کے لئے نہ ہو گا، بلکہ اسی قرابت کے لئے ہو گا۔ اور یہ بھی نہ کہو کہ اللہ تعالےٰ کے لئے اور یہ تمہارے چہرو کے لئے (یعنی تمہاری خوشنودی کے لئے) کیونکہ پھر ایسی صورت میں اللہ تعالےٰ کے لئے تو کچھ بھی نہ ہو گا، وہ تو انہیں کے لئے ہو گا جن کو اس نے خدا تعالیٰ کے ساتھ ساجھی بنا لیا۔ یا جن کے دکھلانے کے لئے کیا۔ اور ریاء کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ عبادت جو اللہ تعالےٰ کی تعظیم اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے مقرر کی گئی اس عبادت کو خدا کی تعظیم اور تقرب کے علاوہ کسی دوسری چیز کا وسیلہ بنا لے اس میں چونکہ موضوع کو پلٹ دینا ہے اور شریعت کے برعکس کام ہے اور اس میں تلبیس اور دھوکہ دینا ہے لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ گویا اس عبادت سے خدا تعالےٰ کی تعظیم مقصود ہے۔ اور اس کا قرب حاصل کرنا مدنظر ہے۔ حالانکہ بات اس کے خلاف ہوتی ہے۔ بلکہ ان لوگوں کا قرب اور ان کی محبت

وتلبیس باعلام الناس انه یقصد بالعبادة تعظیم الله تعالی والقربة الیه مع انه لیس کذالك بل یقصد التقرب بها الیهم، والتحبب لهم، فلو علم انیته لمقتوه، وهجروه، والله تعالی عالم به فهو بالمقت اولی وفیه استهانة بالله تعالی عیاذا بالله،

تو ظاہر ہوتی ہے جن کے دکھانے کے لئے یہ کام کر رہا ہے۔ پس اگر ان لوگوں کو پتہ چل جائے اسکی نیت اور ارادہ کا تو یقیناً وہ لوگ اس سے بغض و نفرت کرنے لگ جائیں اور اسکو ترک کر دیں۔ اور اس سے منہ نہ لگائیں۔ اور اللہ تعالیٰ جو سب چیزوں کو جاننے والا تو وہ بطریق اولیٰ ایسے شخص سے نفرت کرے گا۔ نیز اس میں اللہ تعالیٰ کی توہین بھی پائی جاتی ہے۔

واقل ما فی الریاء صورة تلبیس وعبادة لغیر الله فهذا کاف فی التحریم، فلذا حرم کله وان تفاوت احاده فی غلظة التحریم وخفته، والریاء بعمل الدنیا لا یحرم ان خلا عن التلبیس والتزویر ولم یتوسل به الی المنهی عنه واما الریاء بالعبادة فحرام کله بل ان کان فی اصل العبادة کمن یصلی الفرض عند الناس ولا یصلی فی الخلوة نکفر عند البعض قال فی التاتارخانیه وفی الینابیع قال ابراهیم ابن یوسفؒ لو صلی ریاءً فلا اجر له فعلیه الوزر،

اور کم سے کم خرابی جو ریاء میں پائی جاتی ہے وہ تلبیس کی صورت ہے۔ اور غیر اللہ کی عبادت ہے۔ لہذا یہ وجہ اس کے حرام ہونے کے لئے کافی ہے۔ لہذا ریاء ہر قسم کی حرام ہے۔ اگرچہ اسکے افراد و جزئیات باہم شدید اور خفیف ہونے میں متفاوت ہیں۔ اور دنیا کے کاروبار میں ریاء حرام نہیں اگر تلبیس و تزویر یعنی مکاری اور فریب سے خالی ہو اور اسکو کسی ناجائز بات تک پہنچنے کا وسیلہ بھی نہ بنایا گیا ہو۔ لیکن عبادت کے اندر ریاء کاری ہر صورت میں حرام ہے۔ بلکہ اگر اصل عبادت میں ریاء کاری ہو مثلاً کوئی شخص فرض نماز لوگوں کے سامنے تو پڑھتا ہے لیکن خلوت و تنہائی میں نہیں پڑھتا تو ایسی صورت میں بعض کے نزدیک یہ کفر ہوگا۔ چنانچہ فتاویٰ تاتارخانیہ اور ینابیع میں ہے کہ ابراہیم ابن یوسف فقیہؒ نے کہا ہے کہ اگر ریاء کاری سے نماز پڑھے گا تو اسکو کوئی اجر نہیں ملے گا۔ بلکہ اس پر گناہ لازم ہوگا اور اسکے ذمہ قضاء بھی اس کی واجب ہوگی۔ اور بعض فقہاء نے تو کفر کا فتویٰ دیا ہے جن لوگوں نے ریاء کار پر کفر کا فتویٰ دیا۔

ويجب عليه القضاء، وقال
بعضهم يكفر انتهى، وممن قال
بكفره الفقيه ابو الليث ذكره
في تنبيه الغافلين واغلظ
فيه حيث جعله منافقا
تاما في الدرك الاسفل
من النار مع آل فرعون وهامان
واما تاثيره في الطاعة فالمغلوب
ينقص اجرها ولا يبطلها،
والغالب والمحض يبطلها
ويلزم قضاءها لعدم النية
وهي شرط في كل عبادة من
حيث انها عبادة "انما الاعمال
بالنيات" "ولكل امرء مانوى"
وان اردت حقيقة الاطلاع
على تعريف الرياء وتقسيمه و
مابه الرياء وفيماله الرياء،
والرياء الخفي وعلاماته و
احكام الرياء فعليك بمطالعة
السيرة الاحمدية فانها كاف
وشاف لهذه الامور،

ہے ان میں سے امام ابو اللیث فقیہؒ بھی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب
تنبیہ الغافلین میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس بارہ میں سختی انتہا
کی ہے اور ریاء کار کو کامل منافق کہا ہے جس کی سزا جہنم کا نچلا گڑھا
ہے۔ اور اس کا حشر آل فرعون اور ہامان کے ساتھ ہوگا۔ باقی
ریاء کی تاثیر طاعت کے اندر کیا ہوتی ہے سو اس کا حکم مختلف ہے
اگر ریاء مغلوب ہو اور طاعت غالب ہو۔ تو پھر طاعت کا اجر کم ہوگا۔
لیکن طاعت بالکل باطل نہ ہوگی۔

لیکن اگر ریاء غالب ہو اور طاعت مغلوب ہو۔ یا ریاء محض ہو
اطاعت سرے سے نہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں اطاعت بالکل
نہ ہوگی۔ اور اس شخص کے ذمہ اس اطاعت کی قضا لازم ہوگی کیونکہ
اس صورت میں نیت ہی سرے سے نہیں پائی گئی جو کہ عبادت
کے لئے شرط لازم ہے جیسا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان
ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جو اس
کی نیت میں ہے۔ اگر تم ریاء کی پوری تعریف و حقیقت پر اطلاع
چاہتے ہو۔ اور اس کی پوری تقسیمیں معلوم کرنا چاہتے ہو۔ اور یہ کہ
ریاء کس طرح ہوتی ہے اور کن کن کاموں میں ہوتی ہے اور ریائے
خفی کیا ہے اور اسکی علامات کیا کیا ہیں اور ریاء کے مفصل احکام
معلوم کرنا چاہو تو کتاب سیرت احمدیہ کا مطالعہ کرو اس باب میں
وہ کافی شافی ہے۔

الخاتمة

(في كلمات الكفر وبيان فرق

خاتمہ

اس میں کلمات کفر گمراہ فرقوں کا بیان، بدعات، معاصی فواحش

الضالة وانواع البدعات والمعاصی والفواحش والرذائل وعلاجها وبعض الفوائد)

ولنختم هذه الرسالة ببعض ما یکون کفراً، قال فی التاتارخانیة من قال بحدوث صفة من صفات الله فهو کافر، وفیها سئل عن قوم "ذات باری جلت قدرته محل حوادث می گویند" ما حکمه قال کافر شوند بے شک، وفیها سئل عمن قال بان الله عالم بذاته ولا نقول له العلم، وقادر بذاته ولا نقول له القدرة وهم المعتزلة هل یحکم بکفره ام لا قال الامام محمد یحکم بکفره لانهم ینفون الصفات ومن نفی الصفات فهو کافر، وفیها ان من اعتقد ان لله جهة و للحق جارحة یکفر۔

اور رذائل کا بیان اور ان کا علاج ہے، اور بعض دیگر فوائد ذکر کئے گئے ہیں۔

مصنف فرماتے ہیں کہ ہم اس رسالہ (دلیل امت کیمین) کو ختم کرتے ہیں بعض ان باتوں کے بیان کرنے پر جن کی وجہ سے کفر لازم آتا ہے، فتاویٰ تاتارخانیہ کے مصنف نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی صفات میں کسی صفت کو حادث (نو پیدا یا نئی) کہا تو وہ شخص کافر ہوگا (کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات پاک قدیم ہے اسی طرح اس کی صفات بھی قدیم ازلی ہیں)، نیز اسی تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں دریافت کیا گیا جو ذات باری تعالیٰ کو محل حوادث (حوادثات کا محل اور مقام) کہتے ہیں ان کے بارہ میں کیا حکم ہے تو جواب میں کہا کہ بے شک وہ لوگ کافر ہیں (کیونکہ خدا تعالیٰ کی ذات ہر چیز سے پاک اور منزہ ہے۔ اور جو محل حوادث ہوگا۔ اس سے ذات باری تعالیٰ کا حادث ہونا لازم آتا ہے تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا) تاتارخانیہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ ان لوگوں کے بارہ میں سوال کیا گیا جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے عالم ہے یعنی اپنی ذات کے ساتھ ہر چیز کو جانتا ہے، لیکن ہم اس کے لئے علم کی صفت نہیں مانتے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اپنی ذات سے قادر ہے لیکن ہم اس کے لئے صفت قدرت نہیں مانتے۔ ان لوگوں کا کیا حکم ہے۔ اور یہ لوگ معتزلہ فرقہ ہے (جو ذات باری تعالےٰ کے لئے صفات کو نہیں تسلیم کرتے۔ اور اپنے زعم فاسد کی بنا پر یہ کہتے ہیں کہ اس طرح پھر تعدد الٰہ لازم آئے گا) کیا ان لوگوں پر کفر کا حکم لگایا

یا نہیں - تو فرمایا کہ حضرت امام محمدؒ (امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد حنفی امام) نے فرمایا ہے کہ ایسا اعتقاد رکھنے والوں پر کفر کا حکم لگایا جائے گا - کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کی صفات کے منکر ہیں (حالانکہ قرآن و سنت اور اجماع امت سے اللہ تعالیٰ کے لئے صفات ثابت ہیں جیسا کہ آمنت باللہ کما ھو باسمائہ وصفاتہ میں اس کا اقرار کیا جاتا ہے اور یہ ایمان کے لئے شرط لازم ہے) اور جو لوگ اللہ تعالےٰ کی صفات کے منکر ہیں اور ان صفات کی نفی اللہ تعالےٰ کی ذات سے کرتے ہیں وہ کافر ہیں - نیز تاتارخانیہ میں یہ مسئلہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے لئے پاؤں ثابت کرے یعنی وہ آلہ جس کے ساتھ انسان اور جانور چلتے پھرتے ہیں - تو وہ شخص کافر ہو گا -

اور اسی تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالےٰ کا جسم ہے لیکن دوسرے اجسام کی طرح نہیں تو ایسا شخص بدعتی ہو گا (اللہ تعالےٰ پر جسم کا اطلاق خواہ وہ مبرا و منزہ ہی کیوں نہ ہو درست نہیں) اور اسی فتاویٰ میں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں جانتا ہے - تو اگر اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ایک مکان اور جگہ میں ہے تو وہ کافر ہو گا - لیکن اگر وہ کہتا ہے کہ میری مراد مکان نہیں بلکہ میں نے تو قرآن کریم اور احادیث کی حکایت کی ہے - کیونکہ ان میں اس طرح مذکور ہے - تو ایسی صورت میں اس پر کفر نہیں لازم آئے گا لیکن اگر اس نے کچھ بھی نیت نہیں کی اور یہ لفظ کہا ہے تو اکثر فقہاء کرامؒ کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں اور کتاب التخییر میں لکھا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ کفر کا فتویٰ لگے گا - اور اسی پر فتویٰ ہے - اور اسی تاتارخانیہ میں یہ بھی مذکور ہے - اگر کوئی شخص یوں کہے کہ نہ جا

وفیھا من قال بان اللہ جسم لا کالاجسام فھو مبتدع ولیس بکافر، وفیھا من قال ان اللہ تعالیٰ فی السماء عالم، ان اراد بہ المکان کفر، وان اراد بہ الحکایۃ عما جاء فی القرآن وظاھر الاخبار لا یکفر، وان لم یکن لہ نیۃ یکفر عند اکثرھم - وفی التخییر وھو الاصح وعلیہ الفتوی، وفیھا لو قال "نہ مکانے ز تو خالی نہ تو در ہیچ مکانے" فھذا کفر، وفیھا رجل قال علم خدا در ہمہ مکان ہست ھذا خطا وفی النصاب الصواب

لن يقول كل شئ معلوم لله تعالىٰ، وفيها رجل وصف الله بالفوق او بالتحت فهذا تشبيه بالاجسام وكفر، وفيها رجل قال يجوز ان يفعل الله تعالىٰ فعلاً لاحكمة فيه يكفر لانه وصف الله بالسفه وهو كفر۔

سے کوئی مکان خالی ہے اور نہ تو کسی مکان میں ہے۔ تو یہ کفر ہوگا۔ اور تاتارخانیہ میں یہ مسئلہ بھی مذکور ہے۔ کہ اگر کوئی شخص کہے کہ خدا تعالےٰ کا علم ہر مکان میں ہے۔ تو یہ بات کہنی غلطی ہوگی (کیونکہ اللہ تعالےٰ کے علم کو مکان میں مقید کرنا درست نہیں اس کا علم مکان لامکان اور تمام عوالم پر محیط ہے) اور کتاب نصاب میں ذکر کیا گیا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ اس طرح کہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے (خواہ مکان ہو یا غیر مکان) اور تاتارخانیہ میں یہ مسئلہ بھی مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے اللہ تعالیٰ کو فوقیت یا تحتیت (اوپر کی جہت اور نیچے کی جہت) کے ساتھ موصوف کیا تو یہ اجسام کے ساتھ تشبیہ ہوگی اور یہ کفر ہے اور تاتارخانیہ میں یہ مسئلہ بھی مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ ایسا کام بھی کرتا ہے جس میں کوئی حکمت نہ ہو تو یہ بھی کفر ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو سفہ (بے وقوفی اور عبث) کے ساتھ موصوف کیا جو کہ کفر ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ حکیم ہے اس کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا چاہے مخلوق کو اس کی حکمت معلوم ہو یا نہ ہو)

وفيها لو قال "خدائے بود و ہیچ نبود وباشد و ہیچ نباشد" فقد قيل الشطر الثاني من كلام الملاحدة فان ظنهم ان الجنة وما فيها من الحور العين للفناء وهو كفر عند بعض المشائخ وخطاء عظيم عند البعض، وفيها من انكر القيامة او النار او الجنة

اور اسی تاتارخانیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ خدا تعالےٰ تھا اور کچھ بھی نہیں تھا۔ اور خدا تعالیٰ رہے گا اور کچھ بھی نہیں رہے گا، تو کہا گیا ہے کہ اس کلام کا دوسرا حصہ ملحد لوگوں کا کلام ہے کیونکہ ملحد خیال کرتے ہیں کہ جنت اور اس کی نعمتیں اور حوریں وغیرہ جو اس میں ہیں وہ فانی ہیں۔ تو یہ کلام بعض مشائخ کے نزدیک کفر ہے اور بعض کے نزدیک بڑی غلطی ہے۔ (کیونکہ جنت اور اس کی نعمتیں فی الوقت موجود ہیں اور ان پر فنا نہیں ان کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ رکھیگا) اور تاتارخانیہ میں یہ مسئلہ بھی لکھا ہوا ہے کہ جس نے قیامت کا انکار

او المیزان او الحساب او الصراط او الصحائف المکتوبة فیها اعمال العباد یکفر، وفیها من قال ان المیزان الواقع فی کتاب اللہ تعالیٰ عبارة عن العدل فقط ولا یکون میزان یوزن به الاعمال فهو مبتدع لانه لم ینکر المیزان بل اوّله، ولیس بکافر، وفیها من انکر عذاب القبر فهو مبتدع لانه لم یجئ به نص قطعی، و من انکر شفاعة الشافعین یوم القیامة فهو کافر لثبوتها بالدلائل القطعیة، وفیها من قال بتخلید اصحاب الکبائر فی النار ان لم یتوبوا فهو مبتدع وفیها لو انکر رؤیة اللہ تعالیٰ بعد الدخول فی الجنة یکفر، وکذا لو قال لا اعرف عذاب القبر فهو کافر۔

جنت میزان، حساب اور صراط (پل صراط) اور ان صحائف کا جن میں بندوں کے اعمال درج ہوتے ہیں انکار کیا تو وہ کافر ہوگا۔ (کیونکہ یہ سب کتاب و سنت میں بادلائل مذکور ہیں) اور تاتارخانیہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ جس شخص نے یہ کہا کہ میزان جس کا ذکر کتاب اللہ میں ہے، اس سے مراد عدل ہے نہ کہ کوئی ترازو جس کے ساتھ اعمال تولے جائیں گے۔ تو ایسا شخص بدعتی ہوگا کیونکہ اس نے میزان کا انکار تو نہیں کیا بلکہ اس کی تاویل کی ہے (اور یہ تاویل سلف کے خلاف ہے) اس لئے وہ مبتدع ہوگا اگرچہ کافر نہیں ہوگا۔ اور تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ جس شخص نے عذاب قبر کا انکار کیا تو وہ بدعتی ہے۔ کیونکہ اس کا ذکر کسی نص قطعی میں نہیں۔ اور جس شخص نے شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے انکار کیا کہ قیامت میں شفاعت نہیں ہوگی تو ایسا شخص بھی کافر ہوگا۔ شفاعت کا ثبوت قطعی دلائل کے ساتھ ثابت ہے۔ اور تاتارخانیہ میں یہ مسئلہ بھی ہے کہ جس شخص نے یہ کہا کہ کبیرہ گناہ کرنے والے اگر توبہ نہیں کریں گے تو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے تو ایسا شخص اہل بدعت میں سے ہوگا۔ (کیونکہ تمام اہل سنت والجماعت مرتکب کبیرہ کے مخلد فی النار یا ہمیشہ جہنم میں رہنے کے قائل نہیں) اور اس میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ جس شخص نے جنت میں داخل ہونے کے بعد اللہ تعالےٰ کی رویت و دیدار کا انکار کیا تو وہ بھی کافر ہے۔ کیونکہ نص قطعی کا منکر ہوگا۔ اور اسی طرح اگر کہے کہ میں تو عذاب قبر کو نہیں جانتا۔ تو وہ بھی (بعض کے نزدیک) کافر ہوگا۔

(القدریة) ـــــ وفیها اکفار القدریة فی نفیهم کون الشر

فرقہ قدریہ ـــــ (منکرین تقدیر) اسی تاتارخانیہ میں قدریہ پر تکفیر کا حکم لگایا گیا۔ کیونکہ وہ شر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے

بتقدیر الله تعالیٰ وفی دعواهم ان کل فاعلٍ خالق فعل نفسهٖ (الکیسانیة) ـــ ویجب اکفار الکیسانیة فی اجازتهم البداء والندامة علی الله تعالیٰ، تعالیٰ عنه علوا کبیرا،

(الروافض) ـــ واکفار الروافض فی قولهم برجع الاموات الی الدنیا قبل القیامة، وبتناسخ الارواح من بدن الی بدن و انتقال روح الاله الی الائمة، وان الائمة اثنی عشر آلهة، وبقولهم بخروج امام باطن وتعطیلهم الامر والنهی الی ان یخرج الامام الباطن، وبقولهم ان جبرئیل علیه السلام غلط فی الوحی الی محمد صلی الله علیه وآله وسلم لیاذا بالله، دون علی ابن ابی طالبؓ وهولاء خارجون عن ملة الاسلام، واحکامهم احکام المرتدین فیقتلون ان لم یتوبوا ویرجعوا الی دین الاسلام۔

نہیں مانتے۔ اور یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ ہر فاعل اپنے فعل کا خود خالق ہے (حالانکہ خالق تمام چیزوں کا اللہ تعالیٰ ہے بندہ کاسب ہے)

(کیسانیہ فرقہ) ـــ اس تاتارخانیہ میں کیسانیہ فرقہ کی بھی تکفیر کی گئی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ پر بدا (یعنی ایک نیا خیال جو پہلے ظاہر نہ ہوا ہو) اور ندامت کو جائز قرار دیتے ہیں (یعنی اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کسی کام کو کرنے کے بعد اس پر پشیمان ہو جاتا ہے (نعوذ باللہ)۔

(روافض) ـــ اور روافض کی تکفیر بھی مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر کی گئی ہے۔ ایک تو یہ وجہ ہے کہ وہ اس کے قائل ہیں کہ قیامت سے پہلے مردے دوبارہ لوٹ کر دنیا میں آئیں گے۔ (یہ بات نص قرآن کے خلاف ہے) اور دوسری وجہ یہ کہ وہ تناسخ ارواح کے قائل ہیں۔ کہ روحیں ایک بدن سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہیں (یہی عقیدہ ہندوؤں کا ہے) تیسری بات یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ خدا کی روح ائمہ کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔ اور نیز ائمہ اثنا عشر آلہہ ہیں، اور نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک امام باطن خروج کرے گا اور اس کے خروج تک یہ سب امر و نہی کو معطل [illegible] نیز ان میں سے ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ جبرئیل امین علیہ السلام وحی لانے میں غلطی کی۔ کہ وہ بجائے حضرت علیؓ کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے (العیاذ باللہ) چنانچہ ان کے ایک شاعر نے بھی کہا۔ ؎

جبرئیل کہ از خالق بے چون آمد ۔۔۔ در پیش محمد شد و مقصود علیؓ بود

اور یہ تمام مذکورہ فرقے ملت اسلام سے خارج ہیں اور ان کا حکم مرتدین

کا حکم ہے۔ ان کی سزا قتل ہے اگر یہ توبہ نہ کریں اور اسلام کی طرف پلٹ کر نہ آئیں تو واجب القتل ہیں۔

(تکفیر الخوارج) — ویجب اکفار الخوارج فی اکفارھم جمیع الامۃ وقد سموا الاسلام کفراً، و ھذا کفر، و فی اکفارھم علیاً و عثمان بن عفان و طلحۃ و زبیر و عائشۃ رضوان اللہ علیہم اجمعین

خوارج کی تکفیر — اور ضروری ہے کہ خارجیوں پر کفر کا حکم لگایا جائے۔ کیونکہ وہ سب امت کو کافر کہتے ہیں۔ اور انہوں نے اسلام کا نام کفر رکھ رکھا ہے، اور یہ خود کفر ہے، اور اس لئے بھی کہ وہ حضرت علیؓ، عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عائشہ صدیقہؓ اور ان کے گروہ کو کافر کہتے ہیں۔

(یزیدیۃ) — ویجب اکفار الیزیدیۃ فی انتظارھم نبیاً من العجم ینسخ ملۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، لانہ شریعۃ باقیۃ الی یوم القیامۃ بالدلائل القطعیۃ وقال اللہ تعالیٰ "وخاتم النبیین"۔

(فرقہ یزیدیہ) — نیز ضروری ہے کہ یزیدیہ فرقہ پر کفر کا حکم لگایا جائے۔ کیونکہ وہ عجم سے ایک نبی کے نکلنے کے منتظر ہیں جو آ کر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ملت کو منسوخ کرے گا (جیسا کہ بابی اور بہائی فرقہ سے جن کا اعتقاد ہے کہ باب نے آ کر تمام سابقہ آسمانی کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے، کتاب مقدس کے ذریعہ اور اسی قسم کا خیال قرامطہ کے بعض فرقوں کا بھی تھا وہ اپنے پیشوا کے بارہ میں یہ اعتقاد رکھتے تھے ؎

بر داشت غل شرع بتائید ایزدی مخدوم روزگار علی ذکرہ السلام

یعنی ہمارے مخدوم و پیشوا نے شریعت کی تمام بندشیں اٹھا دی ہیں) یزیدیہ کی تکفیر اس لئے ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت تو قیامت تک کے لئے باقی رہنے والی ہے، اس کا ثبوت قطعی دلائل سے ہے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرما کر آپ کی نبوت و رسالت کو ابدی قرار دیا ہے۔ اس کے خلاف اعتقاد رکھنے والا کافر قطعی ہوگا۔ اور یہی حکم مرزائیہ قادیانیہ کا بھی ہے کیونکہ وہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد

مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے قائل ہیں تو ان کا عقیدہ بھی ختم نبوت کے خلاف ہے)۔

(بخاریۃ) ——— والبخاریۃ فی نفیھم صفات اللہ تعالٰی واللہ سمیع بصیر، واللہ علٰی کل شیئ قدیر، وقولھم ان القرآن جسم اذا کتب وعرض اذا قری،

(بخاریہ فرقہ) ——— اور بخاریہ فرقہ کی تکفیر بھی ضروری ہے کیونکہ وہ اللہ تعالٰی کی صفات کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالٰی کی صفات قرآن کریم سے ثابت ہیں۔ خدا تعالٰی نے فرمایا ہے کہ وہ اللہ سمیع اور بصیر ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے نیز یہ بخاریہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن جب لکھا جاتا ہے تو جسم ہوتا ہے اور جب پڑھا جاتا ہے تو عرض (غیر قائم بالذات شیئ) ہوتا ہے۔ (حالانکہ قرآن کے بارے میں یہی اعتقاد ہے کہ وہ اللہ تعالٰی کا کلام ہے نہ جسم ہے نہ عرض)

(جبریۃ) ——— وغیرھا واختلف الناس فی کفر الجبریۃ فمنھم من اکفرھم، ومنھم من ابی عنہ، والصواب اکفار من لم یر للعبد فعلاً اصلاً لا خلقاً ولا کسباً، وانہ کالحجر القائم، لانہ یستلزم ابطال التکلیف

جبریہ فرقہ ——— اور تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ جبریہ فرقہ (انسان کو مجبور محض سمجھنے والے) کی تکفیر میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے ان کی تکفیر کی ہے۔ اور بعض نے تکفیر سے انکار کیا ہے ٹھیک بات یہ ہے کہ ان میں سے جو لوگ انسان کے بارے میں یہ خیال رکھتے ہیں کہ اسے کسی فعل کی مطلقاً طاقت نہیں نہ خلق سے اور نہ کسب سے اور وہ شل پتھر کے یعنی بے بس ہے اور وہ مجبور محض ہے تو اس سے بندے کے مکلف ہونے کا ابطال لازم آتا ہے۔ لہذا ایسے لوگ تکفیر کے اہل ہیں۔

(معمر) ——— وفی معمر فی قولہ ان الانسان غیر الجسد لان کونہ غیرہ یقتضی عدم کونہ مکلفاً۔ "ایحسب الانسان ان یترک سدًی" وانہ حی،

(معمر) ——— (فرقہ معمریہ) کے بارے میں بھی علماء کا اختلاف ہے ان کا اعتقاد ہے کہ انسان اس جسم (خاکی) کے علاوہ کسی اور چیز کا نام ہے۔ تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ انسان مکلف نہ ہو کیونکہ مکلف تو یہی جسم مع الروح ہے جس کو انسان کہتے ہیں اور اللہ تعالٰی نے سورہ قیامت آیت ۳۶ میں فرمایا ہے۔ کیا انسان یہ خیال رکھتا

قادر، مختار، وانه ليس بمتحرك ولا ساكن، ولا يجوز عليه شيئ من الاوصاف الجائزة على الاجسام ،

کہ وہ یوں ہی بے کار اور مہمل چھوڑ دیا جائے گا۔ اور انسان تو زندہ قدرت والا، اور اختیار رکھنے والا ہے، اور اگر اس معمر کی بات کو مانا جائے تو انسان نہ تو متحرک ہوگا نہ ساکن اور اس پر ان اوصاف میں سے کسی صنف کا اطلاق درست نہیں ہوگا جو اوصاف اجسام پر بولے جاتے ہیں۔

(قوم من المعتزلة) وقوم من المعتزلة يقولهم ان الله تعالى لايرى شيئاً من الاشياء، لمخالفته للدليل القطعي، والله سميع بصير، ولايرى في الاخرة۔

(معتزلہ کا ایک فرقہ) ـــــ اور معتزلہ کا ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰے کسی چیز کو نہیں دیکھتا ہے۔ یہ یہ لوگ بھی کافر ہیں کیونکہ نص قطعی کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالٰے نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی سمیع اور بصیر ہے۔ نیز ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ آخرت میں اللہ تعالٰے کا دیدار بھی نہیں ہوگا۔

(الشيطانية) ـــ والشيطانية اطاقي، وهو محمود بن النعمان المقلب بشيطان الطاق، في قوله ان الله لايعلم شيئاً الا اذا اراده وقدره ؛

(فرقہ شیطانیہ) اور فرقہ شیطانیہ کی تکفیر بھی ضروری ہے۔ یہ فرقہ اپنے پیشوا محمود بن نعمان جس کا لقب شیطان الطاق ہے کی طرف منسوب ہے۔ اس کا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالٰی کو کسی چیز کا علم نہیں ہوتا جب تک کہ خدا تعالٰے کسی چیز کا ارادہ نہ کرے یا اسکو مقدر کرے تو پھر جانتا ہے ورنہ نہیں۔ (یہ فرقہ بھی کافر ہے علم خداوندی کے انکار سے)۔

(جهمية) ـــ وفيها من يقول بقول جهم وهو ان علم الباري يتغير، ويحدث، ويزعم ان ذالك لايقدح في قدم الذات، فهو خارج عن الدين فلا يصلى عليه ولا يتبع جنازته ،

(فرقہ جہمیہ) ـــــ فتاوی تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ جو جہم کے عقیدہ کا قائل ہوگا وہ بھی کافر ہے۔ جہم کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی کا علم متغیر ہوتا ہے (یعنی بدلتا رہتا ہے) اور خدا تعالٰی کا علم حادث ہے یعنی پہلے نہیں تھا۔ اور نیز یہ کہتا ہے کہ ایسا کہنا خدا تعالٰی کی ذات کے قدیم ہونے میں کچھ نقص نہیں پیدا کرتا۔ ایسے عقیدے والا یقیناً دین سے خارج ہے، نہ اس پر نماز پڑھنی جائز ہے اور نہ اسکی جنازے میں شریک ہونا جائز ہے۔

(صنف من القدرية) واما

(قدریہ کا ایک فرقہ) ـــــ اور قدریہ (منکرین تقدیر)

صنف القدرية الذين يردون العلم، فكذالك كافر عندنا، وتفسير رد العلم انهم يقولون ان الله تعالى يعلم كل شيئ عند كونه، وكذالك كل شيئ يكون في المستقبل عند كونه ووجوده، واما الشيئ الذي لم يوجد في الماضي فانه لا يعلمه حتى يكون، فهؤلاء كفار لا نتزوج من نسائهم ولا نزوجهم ولا نتبع جنازتهم،

کا ایک گروہ ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم کو رد کرتے ہیں، یہ لوگ بھی ہمارے نزدیک کافر ہیں۔ علم کے رد کرنے کی تفسیر یہ ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے لیکن جب وہ چیز موجود ہو جائے تب پہلے نہیں جانتا۔ اور مستقبل میں کوئی جب چیز موجود ہوگی اس وقت اسکو جانے گا پہلے نہیں۔ یہ لوگ کافر ہیں، ان لوگوں کی عورتوں سے ہمارے لئے نکاح کرنا جائز نہیں اور نہ ان کے جنازہ میں شریک ہونا جائز ہے۔

(المرجئة) ـــ واما المرجئة فان حزبا منهم يقولون نرجي امر المومنين والكافرين اي نؤخره الى مشية الله تعالى فلا يحكم بنجاتهم من العذاب يغفر لمن يشاء من المومنين والكافرين، ويعذب من يشاء من المومنين، ويقولون له الاخرة خلقاً وملكاً كالاولى، فكما نرى يعذب من يشاء من المومنين في الدنيا وينعم من يشاء من الكافرين، وذلك منه

(فرقہ مرجئہ) ـــ اس فرقہ کے تین گروہ ہیں

(۱) ان کا اعتقاد ہے کہ ہم مومن اور کافر سب کو مشیت الٰہی کی طرف موخر کرتے ہیں، ان میں سے کسی پر عذاب سے نجات کا حکم نہیں لگاتے خدا جس کو چاہے بخشدے مومن ہو یا کافر اور چاہے تو مومن کو سزا دے، اور یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں آخرت اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور مملوک ہے جس طرح دنیا۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں خدا تعالیٰ مومن کو سختی اور عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے اور کافروں میں سے جس کو چاہے انعام واکرام سے نواز دیتا ہے۔ اور یہ خدا کی طرف سے عدل ہے تو اسی طرح آخرت میں بھی مومن کو چاہے تو سزا میں مبتلا کرے اور کافروں کو نعمت سے نوازے۔ یہ فرقہ مرجئہ کے کافر ہیں۔

(۲) اور اسی طرح مرجئہ کا دوسرا فرقہ بھی کافر ہے جن کا اعتقاد ہے کہ ہماری نیکیاں بہر صورت خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہیں اور

عدل فی الدنیا فکذا فی الاخرة یسوون حکمهما فهولاء ضرب من المرجئة کفار، وکذالک الضرب الآخر الذین یقولون حسناتنا متقبلة عند الله تعالیٰ وسیأتنا مغفورة، والایمان قول بلا عمل ومن ترک الاعمال لیست بفرائض ولا یقرون بفرائض الصلوٰة والزکوٰة والصیام وسائر الفرائض، ویقولون هذه فضائل من عمل بها فحسن ومن لا فلا شیئ علیه، فهولاء ایضا کفار۔ واما الذین یقولون نرجی ونوخر امر المومنین العصاة الی الله تعالیٰ ولا ننزلهم جنة ولا نارا ولا نتبرأ منهم ولا نتولاهم فهم علی السنة فالزم قولهم وخذ بہ[1]

اور ہماری برائیاں معاف ہیں اگرچہ ہم توبہ نہ کریں ان برائیوں سے۔ اور اعمال فرض نہیں۔ اور یہ فرقہ نماز روزہ، زکوٰۃ، اور تمام فرائض کا اقرار نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ نماز، روزہ وغیرہ سب فضیلت کی باتیں ہیں جو ان پر عمل کرے تو بہتر ہے اور جو نہ عمل کرے تو اس پر کچھ بھی گناہ نہیں تو یہ لوگ بھی کافر ہیں۔

(۳) تیسرا گروہ مرجئہ کا وہ ہے جو کہتے ہیں کہ گنہگار مومنین کے معاملہ کو خدا کی طرف مؤخر کرتے ہیں نہ تو ہم ان کو جنت میں اتارتے ہیں اور نہ دوزخ میں، اور نہ ہم ان سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں اور نہ ان سے دوستانہ کرتے ہیں، خدا تعالیٰ کا جو بھی ان کے متعلق فیصلہ ہوگا وہ ہی بہتر جانتا ہے۔ مرجئہ کا یہ تیسرا گروہ سنت کے مطابق ہے۔ ان کی بات کو ہی لازم پکڑو۔[1]

---

[1] (حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کو بعض حضرات نے مرجئہ کہا ہے، وہ اس وجہ سے کہ امامؒ اعمال کے درجہ کو ایمان سے مؤخر سمجھتے ہیں۔ یعنی ایمان کا جز نہیں خیال کرتے۔ اگرچہ اعمال بھی اپنی جگہ فرض اور ضروری ہیں، انکا منکر کافر اور ان کا تارک فاسق ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ایمان کا جز نہیں، ایمان تصدیق قلبی کو کہتے ہیں۔ بعض غالی حضرات نے بددیانتی سے امامؒ کو مطلق مرجئہ میں شمار کر کے لوگوں میں گمراہی اور بدظنی پھیلانے کی ناکام کوشش کی ہے حالانکہ مرجئہ کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جن کے عقائد اور خیالات اہل سنت والجماعت کے عین مطابق ہیں) ۱۲ سواتی

(الخوارج) — واما الخوارج فمن لم يرد قولهم شيئا من كتاب الله تعالى وكان خطأهم على وجه التأويل يتأولون ان الاعمال ايمان اى اجزاء يفقد عند فقدها، ويقولون الصلوة ايمان وكذا الصوم والزكوة - وكذا جميع الفرائض كالحج والجهاد والطاعات ولو نفلا، فمن اتى بالايمان بالله تعالى وملائكته وكتبه ورسوله واليوم الآخر وجميع الطاعات فهو مؤمن ومن ترك شيئا من الطاعات كفر ويقولون الزاني يكفر حين يزني وشارب الخمر يكفر حين يشرب، وكذا يقولون في جميع ما نهى الله عنه، يكفرون الناس بترك العمل فهؤلاء قد ضلوا [illegible] فهم مبتدعة [illegible] فاياك [illegible] ولا تقل بقولهم واجتنبهم بالفرار [illegible] يفتنونك بوساوسهم [illegible]

(فرقہ خوارج) ——— بہرحال خوارج اگر اس گروہ میں سے ہوں کہ جن کی بات قرآن کریم کی کسی بات کو رد تو نہیں کرتی لیکن وہ لوگ اس کی تعبیر میں صریح غلطی کرتے ہیں۔ اور تاویل سے کام لیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہتے ہیں کہ اعمال ایمان ہے یعنی اعمال ایمان کے ایسے اجزا ہیں کہ اگر یہ نہ ہوں تو ایمان بھی نہ ہوگا۔ اور یہ کہتے ہیں کہ نماز روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد اور تمام فرائض اور طاعات خواہ وہ نفل ہی کیوں نہ ہوں ایمان میں داخل ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ کتابیں، رسول اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور تمام طاعات کو ادا کرے تو وہ مومن ہے۔ اور جو ان طاعات میں سے کسی چیز کو چھوڑ دے تو وہ کافر ہوگا۔ اور یہ کہتے ہیں کہ زانی زنا کرتے وقت شرابی شراب پیتے وقت کافر ہوتا ہے۔ اور اسی طرح تمام منہیات کے ارتکاب سے کافر ہوتا ہے۔ اور یہ خوارج لوگوں کو عمل کے ترک سے کافر کہتے ہیں پس یہ لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے ایسی تاویل اختیار کی کہ جس کی وجہ سے یہ خطا اور غلطی پر پڑ گئے، لہٰذا یہ لوگ بدعتی ہیں کافر نہیں تم ایسے خیالات اور اعتقادات سے گریز اختیار کرو، اور اپنے آپ کو بچاؤ کہیں یہ اپنے باطل وساوس سے تمہیں فتنوں میں نہ مبتلا کر دیں۔ اور جو لوگ موزہ پر مسح کو جائز نہیں سمجھتے تو یہ لوگ [illegible] کی سنت سے اعراض کرتے ہیں یہ لوگ بھی ہمارے نزدیک بدعتی ہیں اس لئے کہ موزہ پر مسح کرنا مشہور حدیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو اپنی نمازیں [illegible] اور اس کی [illegible] و توقیر بھی نہ کرو، کیونکہ جس نے بدعت والے کی تعظیم و توقیر کی اس نے اسلام کی عمارت کو گرانے میں مدد دی (حدیث) [illegible]

واما من لم یر المسح علی الخفین فقد رغب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم فهو عندنا مبتدع لثبوته بالحدیث المشهور فلا تتخذه اماماً فی صلوتك ولا توقره لبدعته من وقر صاحب بدعة فانما اعان علی هدم الاسلام ۔ وفیه کفر عند البعض ، ولا تختلف الیه ولا تخالط معه فان فیه ترویجاً للبدعة وهو صاحب بدعة انتهی۔

کا مقولہ ہے کہ شیخین کو یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ کو فضیلت دینا۔ اور ختنین حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دونوں داماد عثمانؓ و علیؓ سے محبت کرنی اور موزہ پر مسح کرنا یہ اہلِ سنت والجماعت کا شعار اور علامت ہے) اور اسلام کو گرانے میں مدد دینا تو کفر کی بات ہے اس لئے ایسے لوگوں کے پاس آمد و رفت بھی نہ رکھو اور نہ ان سے میل جول اختیار کرو۔ اگر ایسا کروگے تو اس سے ان کی بدعت کو رواج دینا ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ بدعت والے ہیں۔

اتباع دلائل الاربعة

دلائل اربعہ کا اتباع

علیك بالجد والتشمیر فی تحصیل الیقین بما ورد فی القرآن والسنة والاجماع وقیاس المجتهدین والاذعان به والتضرع والاستعانة بالله لا بغیره ، حتی لا یزل قدمك ولا یزال اعتقادك باضلال مضل وتشکیك مشکك ، ودع عنك خرافات الجهال والعوام ، فان بعض المتصوفة

اپنے اوپر لازم پکڑو کوشش اور مستعدی کو یقین حاصل کرنے کے لئے اس کے مطابق جو قرآن کریم اور سنت میں وارد ہوا ہے۔ یا اجماع اور مجتہدین کرام کے قیاس سے ثابت ہے اور اسی پر یقین کرو۔ اور صرف اللہ تعالےٰ کے سامنے ہی نیازمندی اور عاجزی اختیار کرو۔ اور صرف اسی سے ہی استعانت طلب کرو، کسی غیر سے نہیں تاکہ تمہارے قدم راہِ راست سے پھسل نہ جائیں۔ اور تمہارا اعتقاد کسی گمراہ کرنے والے کی گمراہی سے یا شک ڈالنے والے کے شک سے متزلزل نہ ہو، اور چھوڑ دو جہال اور عوام کی خرافات کو کیونکہ بعض متصوفین (اپنے آپ کو تصوف کی طرف منسوب کرنے والے غلط کار لوگوں) نے اپنے پیر کی مدح کرتے ہوئے یہ

حکی عن شیخه مریدا ملاحه مع ان ھذا ذم محض ان واحدا من اقربائه بواسطة ھمة شیخه وتربیته یری اللہ تعالٰی کل یوم مرة او مرتین، وان موسٰی علیه السّلام معانه کلیم اللہ لم یتیسر له ذالك، وقیل له لن ترانی، وھذ الکلام ربما یسمعه الغافل بغتة یظن انه صحیح او یشك وھذا تفضیل لغیر النبی علی موسٰی علیه السلام بل علی جمیع الانبیاء فان رویة اللہ تعالٰی اعلی المراتب واللذات المعنویة ولم یتیسر لاحد من الانبیاء فی الدنیا سوی نبینا علیه الصلٰوة والسّلام فی لیلة الاسراء، و قد اختلف فیھا۔

نقل کیا ہے کہ اس کے بعض اعزہ اپنے شیخ کی ہمت و توجہ سے ہر روز اللہ تعالٰی کو ایک یا دو بار دیکھتے ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ موسٰی علیہ السلام کلیم اللہ تھے لیکن یہ دیدار ان کو بھی نصیب نہ ہو سکا اور انکو کہا گیا تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے، ہو سکتا ہے کہ کوئی بے خبر آدمی اس قسم کی بات کو اچانک سنکر صحیح خیال کرے۔ یا وہ شک میں مبتلا ہو جائے۔ (لیکن سماعت کے باطل ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں) اس میں غیر نبی کو نبی پر فوقیت دی گئی ہے، صرف حضرت موسٰی علیہ السلام کی بات نہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کا بھی یہی حال ہے کسی کو بھی بجز ہمارے آقا خاتم النبیین حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں دیدار الٰہی نہیں نصیب ہوا۔ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات یہ سعادت نصیب ہوئی ہے اگرچہ اس میں بھی بعض کا اختلاف ہے۔ (لیکن راجح بات یہی ہے کہ آپ کو رویت حاصل ہوئی ہے، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب الخیر الکثیر میں بیان کیا ہے)

(النبی فضل من الولی)

(نبی کا درجہ ولی سے افضل ہے)

وقد عرفت ان اعتقاد اھل السنّة والجماعت ان الولی لا یبلغ درجة النبی صلے اللہ علیه وسلم فضلا عن ان یتجاوز

اور تم اہل سنت والجماعت کا اعتقاد معلوم کر چکے ہو کہ ولی کبھی بھی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ چہ جائیکہ اس سے آگے بڑھ جائے۔ شرح عقائد میں مذکور ہے کہ ولی کو نبی پر فضیلت دینی کفر اور گمراہی ہے۔ شرح مقاصد اور شرح مواقف میں مذکور ہے کہ اس

وذکر فی شرح العقائد ان تفضیل الولی علی النبی کفر وضلال، و فی شرح المقاصد والمواقف، ان الاجماع منعقد علی ان الانبیاء افضل من الاولیاء، وکیف وھو تحقیر للنبی صلی اللہ علیہ وسلم

وسمع عن بعض الخلوتیۃ ان ماعدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم من الانبیاء لم یبلغوا مرتبۃ الاسم من اسماء اللہ تعالی، وھو العلیم الحکیم بل وقفوا فی السادس الذی ھو السلام ولم یتجاوزہ، وانا قد جاوزناہ . وھذا مثل الاول، وقال ان ابابکرؓ لم یبلغ مرتبۃ الارشاد وانا تجاوز مرتبۃ الاصحابؓ وھذا اقدح فی افضل الاولیاء وطعن فی افاضل الامۃ بل فی سیدنا وسید الاولین والآخرین رسول اللہ المکرمین بحبیب رب العالمین نعوذ باللہ منہ .

بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ انبیاء اولیاء سے افضل ہیں۔ اس کے خلاف نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں نبی کی تحقیر ہے۔ العیاذ باللہ۔

اور بعض خلوتیوں (چلہ کش قسم کے پیر فقیروں) سے یہ بات سنی گئی ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے خاص اسم یعنی علیم وحکیم کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکے۔ بلکہ چھٹے اسم السلام تک ہی رک گئے ہیں اور ہم لوگ آگے بڑھ گئے ہیں۔ اور یہ بات بھی پہلی بات (نبی پر ولی کی فضیلت) کی طرح کفر وگمراہی ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ حضرت ابوبکرؓ درجہ ارشاد تک نہیں پہنچ سکے۔ اور ہم لوگ اصحابؓ کے درجہ سے بڑھ گئے ہیں۔

اور اس بات میں افضل الاولیاء (ابوبکرؓ) کی مذمت ہے۔ اور امت کے افضل لوگوں پر طعن ہے بلکہ سید الاولین والآخرین اللہ تعالیٰ کے مکرم ترین رسول حبیب رب العالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی طعن ہے (کیونکہ آپ نے ہی ابوبکرؓ کو سب امتیوں سے افضل بنایا ہے۔ اور تمام صحابہؓ کو باقی امت کے لوگوں سے افضل بتایا ہے)۔

قال فی التاتارخانیۃ لو قال عمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ لم یکونوا صحابۃ

اور فتاوی تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ حضرت عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ صحابی نہیں تھے۔ وہ کافر نہیں ہوگا، اگرچہ مستحق لعنت

لا يكفر، ويستحق اللعنة، لان
كونهم اصحابا لم يثبت بدليل
قطعي، ولو قال ابوبكر الصديق رض
لم يكن من الصحابة كفر، لان
الله تعالى سماه صاحبا "اذ
يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ" وفي
الظهيرية من انكر امامة ابي
بكر الصديق رض فهو كافر في الصحيح،
وكذا من انكر خلافة عمر رض في اصح
الاقوال، فخلاصة الامر ما قال
ابوحنيفة رح لما سئل عنه:
فقيل له اذا قلت قولا وكتاب
الله يخالف قولك، قال اترك
قولي بكتاب الله تعالى، فقيل
له لو كان قول الرسول صلى الله
عليه وآله وسلم يخالف قولك
قال اترك قولي بقول الرسول
صلى الله عليه وآله وسلم، ثم قيل
له لو كان قول الصحابة يخالف
قولك، قال اترك قولي بقول
الصحابة رض، ثم قيل له لو كان قول
التابع يخالف قولك قال التابع
رجل وانا رجل، فالعبرة لما

قرار پائے گا۔ کافر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا اصحاب ہونا قطعی
دلیل سے ثابت نہیں لیکن اگر ابوبکر صدیق رض کے متعلق کہے کہ وہ صحابی
نہیں تھے تو کافر ہوگا کیونکہ اللہ تعالے نے قرآن کریم میں صاحب فرمایا
ہے جیسا کہ سورہ توبہ کی آیت میں ہے جب وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
اس غار میں فرماتے تھے اپنے صاحب کو مت غم کھا، اللہ تعالے
ہمارے ساتھ ہے۔

اور فتاوی ظہیریہ میں مذکور ہے کہ جس نے حضرت ابوبکر صدیق رض
کی امامت سے انکار کیا تو صحیح بات یہ ہے کہ وہ کافر ہوگا۔ اور اسی
طرح حضرت عمر رض کی خلافت سے انکار بھی صحیح قول کے مطابق باعث
تکفیر ہوگا۔ خلاصہ اور حاصل ہمارے ہاں (زیر بحث سند) وہ بات
ہے جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رح سے منقول ہے۔ جب آپ سے پوچھا
گیا کہ اگر آپ کا قول کتاب اللہ کے خلاف نظر آئے تو کیا کریں۔ فرمایا
میرے قول کو ترک کر دو اور کتاب اللہ کو اختیار کرو۔

پھر کہا گیا کہ اگر آپ کا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے
مخالف نظر آئے تو فرمایا میری بات کو چھوڑ دو حضور صلے اللہ علیہ وسلم
کے قول کو اختیار کرو۔

پھر کہا گیا کہ اگر آپ کا قول صحابہ رض کے قول کے مخالف پایا جائے تو
پھر کیا ہوگا۔ فرمایا کہ میری بات کو ترک کر دو اور صحابہ کی بات کو اختیار
کرو۔

پھر کہا گیا کہ اگر تابعی کی بات آپ کے قول کے مخالف ہو تو پھر کیا
کیا جائے۔ فرمایا کہ وہ بھی مرد ہیں اور ہم بھی۔ یعنی اب ترجیح کی بات نہیں
تابعی اگر اجتہاد کرتے ہیں تو ہم بھی اجتہاد کرتے ہیں (ھم رجال و
نحن رجال)، یعنی اگر وہ تحقیق و اجتہاد کے میدان کے شاہسوار ہیں تو

فی ھذہ الارکان اعنی القرآن والسنۃ والاجماع وقیاس المجتھدین،

ہم بھی کم نہیں - (امام ابو حنیفہؒ بھی تابعین میں سے ہیں) الغرض کہ اعتبار انہیں چار ارکان کا ہے - یعنی کتاب و سنت اجماع اور قیاس مجتہدین جو بات ان ادلہ سے ثابت ہوگی، وہ قابل اعتبار ہوگی - ان کے علاوہ کوئی چیز قابل حجت نہیں -

وکیف وان اتباع الولی یرجع الی ھذہ الاربعۃ لان الولی من یکون مستغرقاً فی العبادۃ ولا یکون لہ حبیب غیرہ عزوجل، وحظوظ النفس، وفی ھذا الزمان من ھو شارب خمر وبنج وتارک جماعۃ وجمعۃ وصلوٰۃ ولاعب نرد وشطرنج وغیرھا۔ یدعی ولایتہ وھم لیس الا نائبو الشیطان فی صورۃ الانسان، فان ظھر منہ شیئ فھو لیس بکرامۃ بل استدراج، ولا اعتبار لرؤیاہ وخیالہ، خذ الشرع میزاناً، لما ھو خارج عن ھذا المیزان فھو الشیطان لا الولی، وذکر فی شرح القصیدۃ الامالی نقلاً عن تمھید ابو الشکور ان الولی من لا یفعل کبیرۃ وان فعلھا یخرج عن مرتبۃ الولایۃ، وان

ان ادلہ اربعہ کے علاوہ کوئی چیز کیسے دلیل ہو سکتی ہے - حالانکہ ولی بھی ان ہی ادلہ کا اتباع کرتا ہے - کیونکہ ولی تو وہ ہوتا ہے جو خداتعالیٰ کی عبادت میں ہمہ تن مستغرق ہو - اس کے نزدیک سوائے خداتعالیٰ کے کوئی دوسرا محبوب نہیں ہوتا - اور نفسانی خواہشات میں وہ مستغرق نہیں ہوتا - مگر (افسوس کا مقام ہے کہ) اس زمانہ میں شراب خور اور بھنگ نوش، تارک جماعت و جمعہ اور تارک نماز چوسر وشطرنج وغیرہ کھیلنے والے لوگ ولایت کے مدعی بنتے ہیں - حالانکہ وہ شیطان کے نائب ہیں جو انسانی شکل و صورت میں ظاہر ہو کر انسانوں کو گمراہ کرتے ہیں - اگر اس قسم کے لوگوں سے کوئی خارق عادت بات ظاہر ہو تو یقیناً وہ کرامت نہیں ہوگی بلکہ استدراج ہوگا - اور ایسے شخص کے کسی خواب و خیال کا کوئی اعتبار نہیں - پس خداتعالیٰ کی شریعت کو میزان بناؤ جو اس سے خارج ہو وہ شیطان ہے ولی نہیں ہو سکتا - شرح قصیدہ امالی میں تمہید ابو الشکور سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ولی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا - اگر کرے گا تو مرتبہ ولایت سے خارج ہو جائے گا - (توبہ و تلافی کے بعد پھر اس مرتبہ کو حاصل کر سکے گا) اور اگر صغیرہ گناہ کا ارتکاب بار بار کرے گا تو وہ بھی درجہ ولایت سے خارج ہو جائے گا، اور نیز یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک صغیرہ گناہ کا ارتکاب اپنے ارادہ اور نیت کے ساتھ بھی مرتبہ ولایت سے خارج کر دیتا ہے - ایسی صورت میں اس سے جو کشف

فعل صغيرة مرارا كثيرة يخرج ايضاً، ونقل ايضا عنه فعل الصغيرة الواحدة بالقصد والنية يخرج عن مرتبة الولاية، فان ظهر عنه حينئذٍ من الكشف والكرامة لا يكون الا استدراجاً ومكراً من الله تعالى به كما ظهر رود نيل بدعاء فرعون، وهو لم يكن كرامة له. وكما يظهر على يد المرتاضين من الكشف من الكفار لا يكون الا استدراجاً،

وکرامت وغیرہ کا ظہور ہوگا وہ استدراج ہوگا اور مکر ہوگا (یعنی خدا تعالٰی کی طرف سے مخفی تدبیر جو اس کے حق میں بہتر نہیں) جیسا کہ مشہور ہے کہ فرعون کی دعا سے ایک بار رود نیل جاری ہوگیا تھا تو یہ اس کی کرامت نہیں تھی بلکہ استدراج تھا۔

اور جیسا کہ بعض ریاضت کرنے والے کفار سے بذریعہ جوگ وغیرہ قسم کے کشف ہوتے ہیں یہ کوئی کرامت نہیں بلکہ استدراج ہی ہے۔

الافضل من الاصحاب رض

صحابہ رض میں سے افضل

والافضل من الصحابة رض بعد الانبياء عليهم السلام ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي رض وجهم ايضا على هذا الترتيب كما هو مذكور في الصواعق المحرقة واما تفضيل اولاد الخلفاء الراشدين رضوان الله تعالى عليهم اجمعين وعلى قول البعض على ترتيب اصولهم، وقيل بالعلم والورع، ويكفر ان قذف عائشة رض واما بسائر نسائه صلى الله عليه وآله وسلم يستحق اللعن ولا يكفر وهكذا يكفر او لعن الشيخين رض۔

اور تمام صحابہ رض میں سے انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل حضرت ابوبکر رض ہیں پھر حضرت عمر رض پھر حضرت عثمان رض پھر حضرت علی رض اور ان کی اولاد بھی اسی ترتیب سے ضروری ہے۔ جیسا کہ صواعق محرقہ میں مذکور ہے۔ باقی خلفاء راشدین کی اولاد کا باہمی رتبہ اور مرتبہ تو اس بارے میں بعض علماء کا قول ہے کہ اسی ترتیب سے ہے جس طرح اصل کا درجہ اور محبت ہے اور بعض کا قول ہے کہ علم اور ورع و تقویٰ کے مطابق ہی تفضیل ہوگی (یہی قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے) اور اگر عائشہ صدیقہ رض پر اتہام لگائے گا تو وہ کافر ہوگا۔ (کیونکہ سورہ نور کی دس آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ام المؤمنین عائشہ رض کی براءت اور نزاہت کا اعلان فرمایا ہے) برخلاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی ازواج مطہرات رض پر قذف کرنے والا مستحق لعنت ہونے کے باوجود کافر نہیں ہوگا۔ اور اسی طرح علماء نے فرمایا ہے کہ

(التلفظ بالالفاظ الموهمة لا يجوز)

وتلفظ پنج تن پاک وچهارده معصوم ودوازده امام کفر لان العصمة والطهارة من خواص الانبياء عليهم السلام وان كانت ثابتة للصبيان والمجانين مع الفرق بينهم فكما ان التسوية بينهم في المرتبة كفر كذلك التسوية بينهم في العصمة فلابد من الاجتناب والاحتراز عن الالفاظ التي لم يأت بها الكتب الالهية والسنة النبوية والاسلامية السنية وصارت شعارا للروافض وغيرهم من الفرق غير اهل السنة والجماعة وان لم تكن كفرا لكن التلفظ بها من اقبح القبائح لراسخ الاعتقاد للتشبه بهم بالتكلم بها في مرضاته.

ولذلك لا ينبغي ان يتلفظ بما هو موحش وموهم بخلاف عقيدة ترهم للتنزيه اتقوا

حضرات شیخین (ابوبکر و عمر رض) پر لعنت کرنے والا کبھی کافر ہوگا۔

(ایسے الفاظ کا تلفظ کرنا جائز نہیں جن سے کفر کا شبہ ہو) اور پنج تن پاک کا لفظ زبان سے بولنا۔ اور چودہ معصوم کا لفظ اور بارہ امام کا لفظ بولنا موجب کفر ہے۔ کیونکہ عصمت اور طہارت تو انبیاء علیہم السلام کے خواص ہی سے ہے۔ اگرچہ ایک درجہ تک عصمت چھوٹے بچوں اور مجانین (پاگلوں) کے لئے بھی ثابت ہے۔ تو اب اگر کوئی شخص ان بچوں کو اور مجانین کو عصمت میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مساوی قرار دے تو وہ کافر ہوگا۔ اسی طرح صحابہ اور ائمہ اہل سنت اور نقباء اربعہ عشر کو جو شخص عصمت میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ برابر قرار دے تو وہ بھی کافر ہوگا۔ انبیاء علیہم السلام کو جو چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے قطعی طور پر دی گئی ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص بھی ہے تو اس کو غیروں کے لئے ثابت کرنے والا کافر ہوگا۔ پس ضروری ہے کہ اس قسم کے الفاظ کے تلفظ سے اجتناب کیا جائے جو آسمانی کتابوں اور سنت نبویہ میں اور اہل سنت کی معتبر اور اعلیٰ کتابوں میں بھی مذکور نہیں۔ اور خصوصاً ایسے الفاظ جو اہل سنت کے علاوہ دیگر باطل فرقوں کا شعار ہوں جیسا روافض وغیرہ۔ اگرچہ ایسے الفاظ کا تلفظ کفر نہ ہو تب بھی ایسے الفاظ استعمال کرنے ایک راسخ الاعتقاد سنی کے لئے قبیح ترین بات ہے۔ کیونکہ ان باطل فرقوں کے ساتھ ان کی صورت میں تشبہ لازم آتا ہے۔

اور اسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی ایسا لفظ تلفظ کیا جائے جو وحشتناک ہو اور موہم ہو عقیدہ کے منافی۔ اس سے احتراز چاہئے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ تہمت کے مقامات سے بچو

مواضع التهمة، ودوازده
امام و پنج فرق ودہ گیسو
ویاعلی مشکل کشا وغیرها
من الالفاظ منها، لان هذه
الالفاظ من شعار الروافض
فلا یجوز، نعم لو اطلق القول
بدوازده امام و پنج تن
پاک فی عترته علیه السلام
لابأس به لو اراد بالطهارة
الطهارة من الارجاس الظاهرة
والحقد والغل والحسد لا
بمعنی العصمة، والظاهرة
الکاملة، وبالامامة الخلافة
کما هو معتقد اهل التشیع،
بل الاقتداء فی امور الدنیا
والدین والاخرة ولم یرد الحصر
فیهم، لان بعض الصحابة رض
بدری والبعض مشرف ببیعة
الرضوان، وکلهم مطهرون
واباحوا انفسهم واموالهم
فی حبه علیه السلام المرء مع
من احب وافدوا ارواحهم
ودمائهم منه علیه السلام،

اور دوازدہ امام اور پنج سر دہ گیسو یا علی مشکل کشا وغیرہ الفاظ
اسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ الفاظ روافض کا شعار
بن چکے ہیں لہذا ان کا بولنا درست نہیں، البتہ اگر پنج تن لے
کر اور بارہ امام بول کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مراد لے
تو پھر کوئی حرج نہ ہوگا اور طہارت سے مراد ظاہری گندگی سے پاکی
اور کینہ، کھوٹ، حسد وغیرہ سے طہارت مراد ہو (عصمت
کا معنی مراد نہ ہو۔ اور ظاہرہ طہارت کاملہ مراد نہ ہو (جس میں عصمت
بھی داخل ہے) اور امامت سے مراد خلافت نہ لے جیسا کہ
اہل تشیع کا اعتقاد ہے۔ بلکہ امام سے مراد وہ جسکی اقتدا کی جاتی
ہے امور دنیا اور دین اور آخرت میں اور اسکے علاوہ حصر بھی مراد
نہ ہو کہ امام صرف یہی ہیں۔ کیونکہ صحابہ رض میں سے بعض بدری ہیں۔
اور بعض بیعت رضوان سے مشرف ہیں۔ اور یہ سب پاک لوگ
ہیں جنہوں نے اپنی جانوں اور اموال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی محبت میں لگا دیا۔ اور اپنی روحوں اور خونوں کو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر قربان کر دیا یہ سب آپ کی محبت میں ہوا۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے
ساتھ اسے محبت ہے۔ لیکن نادان اور جاہل لوگوں کے وہم
خصوصاً بگڑے ہوئے لوگوں کے وہم اس طرف جاتے ہیں اور
وہ اس لفظ کو بول کر یا سنکر بارہ اماموں کے لیے عصمت و
خلافت ثابت کرنے لگتے ہیں جو خلاف واقع ہے۔ اور نیز
جب ان کو طاہر اور پاک کہتے ہیں تو طہارت اور امامت کو ان میں
منحصر مانتے ہیں اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ جب کسی چیز کو تخصیص کے
مقام میں ذکر کیا جائے تو وہ ماعدا کی نفی پر دلالت کرتی ہے یعنی

يمكن اوهام الجهال خصوصا الفساد يتبادر اليها فيلزم اثبات الخلافة لاثني عشر المذكورين مع انه خلاف الواقع وحصر الطهارة والامامة فيهم لان ذكر الشيئ في معرض التخصيص يدل على النفي عما عداه كما هو مذهب الاصوليين في الروايات والعقوبات والمدح والذم

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ حکم صرف اسی کے ساتھ خاص ہے اس کے ماسوا کسی دوسرے میں یہ حکم نہیں پایا جاتا جیسا کہ اس قاعدہ کو علم اصول والے روایات اور عقوبات کے باب میں اور مدح اور ذم کے سلسلہ میں ذکر کرتے ہیں (اس لئے اس قسم کے الفاظ سے بچنا لازم ہے)

واجتماع الناس على القبور، والعرائس في يوم معين على الهيئات المخصوصة مع الثياب الفاخرة وآلات اللهو والاصوات والمزامير لا يجوز خصوصا للرجال والنساء معا قال عليه الصلوة والسلام لا تتخذوا قبري عيدا اي لا تجتمعوا على قبري كاجتماعكم في الاعياد لانها ايام الاكل والشرب واللهو وحضور المقابر للعبرة والتفكر والتذكر، وفي رواية لا تتخذوا

اور لوگوں کا اجتماع اور اکٹھ قبروں پر اور عرس کے لئے خاص معین دن میں اور خاص شکل و ہیئت میں عمدہ فاخرہ لباس پہن کر اور آلات لہو اور گانے اور مزامیر کے ساتھ خصوصاً مردوں اور عورتوں کا یکجا اکٹھا ہونا ناجائز ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بنانا۔ یعنی میری قبر پر اس طرح اجتماع نہ کرنا جس طرح تم اپنی عیدوں میں اجتماع کرتے ہو کیونکہ عیدوں میں اجتماع کھانے پینے اور کھیل تماشے کے لئے ہوا کرتا ہے۔ اور قبروں پر حاضر ہونا تو عبرت کے لئے اور غور و فکر اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے ہے۔ دوسری روایت میں یہ آیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر کو بت نہ بنانا یعنی جس طرح بتوں کی پرستش کی جاتی ہے اسی طرح میری قبر کی پوجا کرنے لگ جاؤ۔ اس سے آپ نے منع فرمایا۔ اور رافضی بھی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو حضرت علیؓ سے

فنبری وثنا یعبد والر وافض قسمان، المحب لعلیؓ والمحب للشیخ عبد القادر جیلانیؒ فیقول الاولون "یا علی مشکل کشا" والاخرون یقولون مقالتهم، مع انه قال فی در المختار نقلا من الوھبانیۃ فی باب المرتد، وکذا قول "شیئاً للہ" قیل بکفرہ، فاجتنب عن مثل ھذہ الاقوال وافعالہم فکیف یکون ولیا اختار کفرا او تکلم بکفر او شرب خمرا او بنجا او غیرھا من الحرام کما فی ھذا الزمان یدعون الولایۃ ویفعلون ھذہ الامور الاتی الی قولہ علیہ السلام من طار فی الھوی او مشی علی الماء و ترک فرضا من فرائض اللہ تعالی او سنۃ من سنن رسولہ فعلیہ اللعنۃ، وقولہ تعالی "لَا تَخُونُوا اللّٰہَ وَالرَّسُولَ" الآیۃ، وعن رسومات الکفر والشرک وابدل عنہ، وخذ طریق الذین القویم والصراط

محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں، ان کا نعرہ یا علی مشکل کشا ہوتا ہے اور دوسرے رافضی وہ ہیں جو حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی محبت کا دم بھرتے ہیں اور ان کا نعرہ شیئاً للہ ہوتا ہے۔ حالانکہ در مختار والے نے وہبانیہ فتاویٰ سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے مرتد کے باب میں کہ اس طرح شیئاً للہ کہنا بعض نے اس پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

پس ہر حق جو اور حقیقت پسند آدمی کا فرض ہے کہ اس قسم کے تمام اقوال و افعال سے اجتناب اختیار کرے۔ کیونکہ ایسا آدمی کس طرح اللہ تعالیٰ کا ولی ہو سکتا ہے جو کفر کی بات کو اختیار کرے یا کفر کا کلمہ اپنی زبان سے کہے یا شراب اور بھنگ پینے والا ہو یا اس قسم کی باتیں کرنے والا ہو جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اس زمانہ میں ولایت کے دعویدار اس قسم کے کام کرتے ہیں اور اس پر بھی دعویٰ ولایت۔ حالانکہ کہا گیا ہے کہ جو شخص ہوا میں اڑنے والا ہو۔ اور پانی پہ چلنے والا ہو۔ (بظاہر ایسی خارق عادت باتیں اس سے ظاہر ہوں) لیکن اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے کسی فرض کا تارک ہو۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت کا تارک ہو ولی ہونا تو کجا، ایسا شخص لعنت کا مستحق ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے سورہ انفال آیت ۲۷ کہ ایمان والو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے متعلق جو تمہاری ذمہ داری ہے کسی قسم کی خیانت نہ کرو۔ اس طرح تمہیں چاہیئے کہ کفر اور شرک کی رسموں سے اور بدعات سے اجتناب کرو اور دین کے سیدھے راستہ اور صراط مستقیم کو اختیار کرو۔ کیونکہ سنت حنفیہ یہی ہے اور ورع و پرہیزگاری اور عشق و تقویٰ کی راہ اختیار کرو۔

للمستقيم فانه الملة الحنيفية ؎

کفر شرک اور تاریکیوں اور اندھیروں کو چھوڑ دو۔

خذ الورع والعمل والتقى
ودع الكفر والشرك والدجى

وصية في الرقص والغناء

وصیت — رقص (ڈانس) اور غناء (راگ) کے بیان میں

يا أخي اياك والرقص فانه رأس كل خطيئة، وهو الحركة الموزونة والاضطراب وهو الحركة الغير الموزونة فكل من لعب غير مستثنى و يدخل فيهما ما يفعله بعض الصوفية في زماننا وهو اشد من كل ما عداه منهما لانهم يفعلونه على اعتقاد العبادة كما يفعل الهنود فيخاف عليهم امر عظيم، قال الامام ابو الوفاء قد نص القرآن على النهي عن الرقص فقال ولا تمش في الارض مرحا وذم المختال، والرقص اشد، وقال الطرطوسي حين سئل عن مذهب الصوفية اما الرقص والتواجد فاول

اے برادر اپنے آپ کو رقص ناچ سے بچاؤ کیونکہ یہ ہر گناہ کی جڑ ہے۔ اور رقص کہتے ہیں حرکت موزون کو۔ اور اضطراب کہتے ہیں حرکت غیر موزونہ کو۔ پس جو بھی اس قسم کا کھیل کھیلیگا وہ اسی حکم میں داخل ہوگا۔ اور اسی زمرہ میں وہ بھی شامل ہے جو ہمارے زمانہ کے بعض صوفی لوگ کرتے ہیں۔ بلکہ یہ تو تمام باقی صورتوں سے زیادہ برا ہے کیونکہ یہ لوگ اسکو عبادت سمجھ کر کرتے ہیں، جیسا کہ اہل ہنود کہ رقص ان کی عبادت کا جز ہے۔ تو ایسے باطل پرست صوفیوں پر بہت بڑا خطرہ ہے، امام ابو الوفاء نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی صراحت سے معلوم ہوتا ہے کہ رقص کی ممانعت ہے۔ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ زمین میں اتراتے ہوئے مت چلو، اور اکڑ کر چلنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے، تو رقص تو اس سے زیادہ سخت معاملہ ہے۔ طرطوسی سے جب صوفیہ کے مسلک کے بارے میں سوال کیا گیا (یعنی بعض اہل تصوف جو رقص و تواجد کرتے ہیں) تو انہوں نے کہا کہ رقص و تواجد سب سے پہلے سامری کے ساتھیوں نے ایجاد کیا ہے۔ جب سامری نے ان کے لئے بچھڑا بنایا، ایک جسم جس سے آواز آتی تھی تو یہ کھڑے ہو کر رقص کرنے لگے اور وجد میں آنے لگے، تو یہ رقص و تواجد کفار کا دین ہے اور بچھڑے کی پوجا ہے۔ اور تاتارخانیہ میں ہے کہ سماع کے

من احدثه اصحاب السامری لما اتخذ لهم عجلاً جسداً له خوار، قاموا یرقصون علیه و یتواجدون، فهو دین الکفار و عبادة العجل، وقال فی التاتارخانیة الرقص فی السماع لایجوز، و فی الذخیرة انه کبیرة

وقت رقص کرنا جائز نہیں ۔ اور ذخیرہ (ایک فقہ کا فتاوی ہے) میں ہے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے ۔[له]

وقال الامام البزازی فی فتاواہ قال القرطبی ان هذا الغناء، وضرب القصب، والرقص حرام بالاجماع عند مالک والشافعی واحمد، فی مواضع من کتابه، وسید الطائفة النسفی صرح بحرمته، ورأیت فتوی شیخ الاسلام جلال الملة والدین الکیلانی ان مستحل هذا الرقص کافر، ولما علم ان حرمته بالاجماع لزم ان یکفر مستحله، وللشیخ الزمخشری فی کشافه کلمات یقوم بها علیهم

اور امام بزازی نے اپنے فتاوی بزازیہ میں لکھا ہے ۔ کہ امام قرطبی نے اپنی کتاب کے متعدد مواضع میں لکھا ہے کہ یہ راگ اور گانا اور بانسری بجانا، اور رقص کرنا، امام مالک، امام شافعی احمد کے نزدیک بالاجماع حرام ہیں ۔ اور سید الطائفہ امام نسفی نے بھی اس کی حرمت کی تصریح فرمائی ہے اور میں نے شیخ الاسلام جلال الدین کیلانی کا فتوی بھی دیکھا ہے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس رقص کو حلال سمجھنے والا کافر ہوگا، اور بات واضح ہے کہ جب اس کی حرمت اجماع سے معلوم ہو چکی ہے تو اس کو حلال جاننے والے کی تکفیر لازم آئے گی ۔ امام زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں بھی اس کے بارہ میں ایسے لکھے ہیں جو ان رقص و راگ کے شیدائیوں پر آفت ڈھاتے ہیں اور قیامت برپا کرتے ہیں، اور علاوہ ازیں صاحب ہدایہ نے اور امام محبوبی نے اس سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ اس کی حرمت بیان کی ہے جس طرح تاتارخانیہ والے نے ۔ میں کہتا ہوں دلیل المشرکین

له حضرت سید علی ہجویری کشف المحجوب کے آخر میں فرماتے ہیں کہ بدانکہ اندر شریعت و طریقت مر رقص را ہیچ اصلے نیست کہ شریعت و طریقت میں رقص کے لئے کوئی اصل موجود نہیں یعنی شریعت اور طریقت دونوں میں اسکی جواز کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی ۔ ۱۲ سواتی)

الطامة والقيامة، ولصاحب النهاية والامام المحبوبي رح ايضاً مما ذكر في التاتارخانية. قلت من له انصاف وديانة واستقامة طبع اذا رأى رقص صوفية زماننا في المساجد بالحان ونغمات مختلطاً بهم المرد، واهل القرى والاهواء من الجهال العوام، والمبتدعة الطغام، والارذال لا يعرفون الطهارة والقرآن والحلال والحرام بل لا يعرفون الايمان والاسلام لهم زعيق وزئير ونهاق. الزعيق صوت الحمار الاسفل والزئير صوت الاسد والنهاق صوت الحمار الاعلى يشبه نهاق الحمار.

کے مصنف رح کہ جس میں انصاف و دیانت ہو گی اور اس کی طبیعت اور مزاج میں بھی استقامت ہو گی۔ جب ہمارے زمانہ کے صوفیوں کا رقص مشاہدہ کرے گا، جو مساجد میں کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ خوش الحان نغموں کے ساتھ گاتے ہیں اور بے ریش لڑکوں کا مجمع اور دیہات کے باشندے اور اہل ہوا جاہل عوام اور لفنگے قسم کے بدعتی لوگ اور بداخلاق ذلیل قسم کے لوگ جو نہ طہارت کو پہچانتے ہیں اور نہ قرآن کو اور نہ حلال و حرام کو بلکہ ایمان و اسلام کو بھی کچھ نہیں جانتے۔ گدھوں کی طرح اونچی نیچی آوازیں نکالتے ہیں اور کبھی گونج گرج سے بولتے ہیں۔

ويبدلون كلام الله ويغيرون ذكر الله تعالى ثم يتلفظون بالفاظ مهملة وهذيانات كريهة، مثل ها شئ وهوئ وحي وهيا، الاترى الى ما قال الفضيل قدس سره، الغناء رقية الزنا،

اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں تغیر و تبدل کرتے ہیں۔ اللہ کے ذکر کے کلمات کو بھی تبدیل کر کے بعض الفاظ سے تلفظ کرتے ہیں اور ناپسندیدہ ہذیان بولتے ہیں۔ مثلاً ہائے، ہوئے، حی حیا وغیرہ کے قسم کے الفاظ۔ غور کرو سلف صالحین کے خیالات گانے وغیرہ کے بارہ میں کیا تھے۔ حضرت فضیل نے تو فرمایا ہے کہ گانا زنا کا گنڈا ہے یعنی اس سے آگے زنا کے لئے اور بدکاری کے لئے راستہ

ذکرہ فی موضوعاتہ محمد علی
القاریؒ الاساء ما یزرون ولا
محالۃ ھولاء اتخذوا دینھم
ھزوا ولھوا ولعبا، وان لم یکن
لہ ممارسۃ بالفقہ وعلم تفصیلی
بحال الصوفیہ - فالویل للقضاۃ
والحکام حیث یعرفون ھذا
ویشاھدون فلا ینکرون، من
رای منکرا فلیغیرہ بیدہ
والا فبلسانہ والا فبقلبہ
وذالک اضعف الایمان -
فلا یغیرون مع قدرتھم علیہ
بل یخافون منھم ویلتمسون الدعاء
وقال الواحدیؒ فی وسیطہ
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال من ملا مسامعہ من غناء
لم یوذن لہ ان یسمع صوت
الروحانیین یوم القیامۃ
قیل وما الروحانیون قال قراء
اھل الجنۃ - وقال قتادۃ رح
بحسب المرء من الضلالۃ
ان یختار حدیث الباطل علی
حدیث الحق - نقلہ الواحدیؒ

ہموار ہوتا ہے - ملا علی قاریؒ نے موضوعات میں اس کا ذکر کیا ہے -
کیا برا بوجھ ہے نہ ان کو علم فقہ سے کوئی ممارست ومناسبت ہے
اور نہ صوفیاء کرام اور ان کے حال کا تفصیلی علم ہے - سو درتباہی اور
ہلاکت تو ان قاضیوں اور حکام کے لئے ہے جو اس قسم کی حرکات
کا مشاہدہ کرتے ہیں اور پھر انکار نہیں کرتے - اور نہ ان لوگوں کو
روکتے ہیں - حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس
آدمی کو طاقت حاصل ہو وہ ہاتھ سے برائی کرنے والے کو روکے -
ورنہ زبان سے منع کرے - اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر دل سے برا
جانے - اور یہ ایمان کا سب سے ضعیف درجہ ہے - اور یہ حکام
قدرت و طاقت کے باوجود منع نہیں کرتے بلکہ ان لوگوں کے
اثر و رسوخ سے خائف رہتے ہیں اور الٹا ان سے دعائیں کرانے
رہتے ہیں -

امام واحدیؒ نے اپنی کتاب وسیط میں ایک روایت بیان
کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے
کانوں کو راگ سے بھر لیا اور راگ سنتا رہا تو قیامت والے
دن وہ روحانیین کی آواز نہیں سن سکے گا - اور روحانیین سے
مراد اہل جنت ہیں خوش الحانی سے پڑھنے والے مراد ہیں -
حضرت قتادہؒ نے فرمایا ہے کہ آدمی کے گمراہ ہونے کے لئے
یہ بات کافی ہے کہ وہ حق اور حق بات کے مقابلہ میں خلاف
و گمراہی کی بات کو اختیار کرے - امام واحدیؒ نے اسے بیان
کیا ہے -

ہاں اللہ تعالے کا ذکر کھڑے ہونے کی حالت میں ہو یا
بیٹھے ہوئے یا کروٹ کے بل تو ہر حالت میں جائز ہے -

نعم الذکر قیاماً وقعوداً وعلی جنوبہم جائز اذا کان بادبٍ وسکونِ اعضاء بلا لحنٍ وتغنٍ۔

بشرطیکہ ادب اور اعضاء کے سکون کے ساتھ ہو، اور گانے کے طریق پر نہ ہو۔

وامساک المعازف فی البیت وان لم یستعملہا فانہ اثم لان امساک ھذہ الاشیاء تکون للھو عادۃً کذا فی الخلاصۃ وغیرہا، واما ما ذکرہ ابوطاھر المقدسیؒ وصاحب العوارفؒ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم انشد بحضرۃ رجل ؎

اور گانے بجانے کے آلات یعنی آلات موسیقی اپنے گھر میں رکھنا چاہے ان کو استعمال نہ بھی کرتا ہو پھر بھی گنہگار ہوگا۔ اس لئے کہ ان آلات کو بالعموم کھیل اور لہو کے لئے ہی رکھا جاتا ہے خلاصۃ الفتاوی اور دیگر کتابوں میں اسی طرح لکھا ہوا ہے، اور جو بات شیخ ابوطاہر مقدسیؒ اور صاحب العوارف شیخ سہروردیؒ نے بیان کی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے یہ شعر پڑھے ؎

قد لسعت حیۃ الھوی کبدی
فلا طبیب لہا ولا راق۔
الا الطبیب الذی قد شغفت بہ
فانہ رقیتی وتریاق۔

بے شک محبت کے سانپ نے ڈس کر میرے جگر پر ایسا زخم لگایا ہے کہ کوئی طبیب اور جھاڑ پھونک کرنے والا اس کا علاج نہیں کرسکتا۔ سوائے محبوب کے جس کے اوپر میں فریفتہ ہوگیا ہوں بس میرا جھاڑ پھونک اور تریاق وہی ہے

فتواجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتواجد اصحابہؓ حتی سقط رداءہ عن منکبہ فلما فرغوا اوی کل واحد الی مکانہ، ثم قال لیس بکریم من لم یہتز عند السماع، ثم

اس کے سننے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو وجد آیا ایسا کہ آپ کی چادر مبارک آپ کے کندھا اقدس سے گر پڑی۔ جب فارغ ہوئے تو اپنے اپنے ٹھکانے کی طرف واپس لوٹے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بزرگ نہیں جو سماع کے وقت جھومتا نہیں اور وجد نہیں کرتا۔ پھر آپ نے اپنی وہ چادر حاضرین میں چار سو ٹکڑے بنا کر تقسیم کردی، یہ حدیث موضوع (بناوٹی اور منگھڑت ہے) اس کا واضع عمار بن اسحاق ہے۔ امام ذہبیؒ نے اور دیگر محدثین نے اسی طرح فرمایا ہے۔ اس حدیث کے جھوٹ ہونے میں کوئی شک

ثم رداءه، علی من حضر اد بعمائة قطعة، فهذا حدیث موضوع کان واضعه عمار بن اسحاق هکذا قاله الذهبیؒ وغیره، وهو مما یقطع بکذبه وفی المقاصد الحسنة للسخاویؒ قال ابن تیمیةؒ ما اشتهر ان ابا محذورةؓ انشد البیتین بین یدیه صلی الله علیه وسلم، وانه تواجد حتی وقعت البردة الشریفة عن کتفه نتقاسمها فقراء الصفة و جعلوها رقعا فی ثیابهم، کذب باتفاق اهل العلم بالحدیث وماروی فی ذالک موضوع ذکره علی القاریؒ فی موضوعات۔

نہیں۔ اور مقاصد حسنہ میں امام سخاویؒ نے امام ابن تیمیہؒ سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ لوگوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ حضرت ابو محذورہؓ نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو شعر پڑھے تھے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو وجد آیا تھا اور پھر آپ کے کندھے مبارک سے چادر گر پڑی تھی، اور اس کو فقراء اہل صفہ نے تقسیم کر لیا تھا۔ اور اسکے ٹکڑے لے کر اپنے کپڑوں میں پیوند لگائے تھے۔ علم حدیث کو جاننے والے اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ روایت جھوٹ اور باطل ہے۔ اس سلسلہ میں جو بھی روایت بیان کی جاتی ہے موضوع ہے۔ حضرت ملا علی قاریؒ نے اپنی کتاب موضوعات میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

ولقد صنفت فی هذا الزمان کتب فی اباحة السماع بل قالوا بفرضیة الغناء وحکموا بکفر من انکره، فهو فریة بلا مریة، وحملوا الاحادیث التی وردت فی مذمته وحرمته علی المغنی الذی یاخذ الاجرة علی الغناء

اور موجودہ زمانہ میں ایسی کتابیں تصنیف کی گئی ہیں جن میں سماع کو مباح قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ انھوں نے اسکو فرض کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ اور اس سے انکار کرنے والے پر کفر کا فتوی لگایا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اسکے افترا ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور ان لوگوں نے ان احادیث کو جن میں سماع کی حرمت و مذمت بیان کی گئی ہے، اجرت لے کر گانے پر محمول کیا ہے۔ اور فقہی روایات کو اسی پر محمول کیا ہے۔ تعجب ہے کہ کس طرح ان لوگوں نے ویدہ دلیری

وكذالك الروايات المتقدمة ايضا۔ والعجب منهم كيف يجعلون المذمة والحرمة التى جاءت فى الاحاديث فى حق المغنى على الاجر مع انه لا قرينة عليه وانه مثبت للحرمة لان الغناء كان حراما فلهذا لا يجوز الاجر عليه لتضاعف الوزر فيه باضاعة المال وافساد القلب وايقاع الرب فى السخط واستيلاء الفكر الباطل، ولو نظروا بعقولهم فيما ينشأ عن جمعان السماع فى زماننا من المفاسد لعلموا حرمته بلا خلاف بين المسلمين۔

سے ان احادیث و روایات کو جو گانے کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں اُجرت لیکر گانے پر محمول کیا ہے حالانکہ روایات میں سیاق کا کوئی قرینہ نہیں اور فقہاء کرام نے اُجرت کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ جب گانا حرام ہے تو اس پر اُجرت لینا بھی جائز نہیں اس لیے دہرا گناہ ہے۔ مال کو ضائع کرنے سے اور دل کو بگاڑنے سے اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے سے۔ اور باطل فکر کو اپنے اوپر مسلط کرنے سے۔ اگر یہ لوگ نگاہِ عقل سے دیکھتے کہ سماع کی ان محفلوں سے کیا کیا خرابیاں اور بگاڑ پیدا ہوتے ہیں تو یقیناً وہ بلا خلاف اسکی حرمت کے قائل ہوتے۔

پھر جن لوگوں نے سماع کو مباح قرار دیا ہے، اسکی شرطیں بھی ہمارے زمانہ میں نہیں پائی جاتی جس طرح مشائخ کرام اور ارباب طریقت کی کتابوں میں مذکور ہیں[1] اگر ہم اس تفصیل میں پڑ جائیں تو ہمارا جو مقصود ہے اس کتاب سے اس سے ہم دور جا پڑیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس راگ و سرود سے بھاگو اور اپنے آپ کو بچاؤ

---

[1] چنانچہ حضرت خواجہ نظام الدینؒ کا فرمان اس طرح ہے "بعد ازاں درباب سماع فائدہ فرمود و گفت ہرگاہ کہ چند چیز موجود شود آنگاہ سماع شنود وآن چند چیز مسمع و مسموع و مستمع وآلہ سماع انگہ این تقسیم را فائدہ فرمود و گفت مسمع گویندہ است آدمی باید کہ مرد باشد و مرد تمام باشد کودک نباشد و عورت نباشد۔ مسموع آنچہ می گویند باید کہ ہزل و فحش نباشد، اما مستمع آنکہ می شنود او باید کہ بحق شنود، و مملو از یاد حق باشد۔ اما آلہ سماع آن مزامیر است چون چنگ و رباب و مثل آن باید کہ در میان نباشد۔ این چنین سماع حلال است، آنگاہ فرمود کہ سماع صوتے است موزون وآن چرا حرام باشد، وآنچہ می گویند، کلامیست مفہوم المعنی آن چرا حرام باشد۔ دیگر تحریک قلب است۔ اگر آن تحریک بیاد حق باشد مستحب است۔ و اگر میل بہ فساد باشد حرام است۔"

(فوائد الفواد ص ۲۱۸ و ۲۱۹)

۱۲ سواتی

فان شروطه عند من اباحه
لا يجتمع في زماننا على ما هو مسطور
في كتب المشائخ وارباب الطريقة۔

کہیں تم اس زد میں نہ آجاؤ جو آنحضرت صلی اللہ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے بدعت والے کی تعظیم کی اس نے اسلام کی عمارت گرانے میں مدد دی۔

ولو اشتغلنا بتفصيل مقاصد
وعدد شروطه عند من اباحه
لخرجنا عن مقصود كتابنا، وبالجملة
فر منهم كما تفر من الاسد كيلا يصيبك
من وقر صاحب بدعة فكانما
اعان على هدم الاسلام۔

كيف وقد قال عليه السلام
استماع الملاهي معصية والجلوس
عليها فسق، والتلذذ بها كفر
وهو ان يصوت ويحرك الرجل
ويخرق الثياب، وفي المضمرات
اعلم ان التغني حرام في جميع
الاديان، وفي مختار النوادر
من قال لمقرء زماننا احسنت
عند قرأته يكفر، وبانت منه
امرأته، واحبط الله تعالى كل
حسناته وان تاب يقبل، والا
يضرب عنقه، والدليل على
هذا قوله عليه السلام من بدل
دينه فاقتلوه، فان قتله قاتل

یہ سرود کیسے جائز ہو سکتا ہے حالانکہ روایت میں آتا ہے کہ ایسے لہو ولعب کے گانے سننا معصیت ہے اور وہاں بیٹھنا فسق ہے۔ اور اس سے لذت حاصل کرنا کفر ہے۔ اور وہ اس طرح کہ آواز اور ناچ گانے کے ساتھ جذب کرے۔ اور کپڑوں کو پھاڑے۔ اور مضمرات میں ہے کہ یہ بات جان لے کہ گانا تمام دینوں میں حرام ہے۔ اور مختار النوادر میں مذکور ہے کہ جس نے ہمارے زمانے کے قاری کو کہا اس کے پڑھنے کے وقت کہ تو نے بہت اچھا پڑھا ہے تو ایسا شخص کافر ہوگا اور اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے گی۔ اور اس کی نیکیوں کو خدا تعالے ضائع کر دیگا اگر توبہ کرے گا قبول ہوگی ورنہ واجب القتل ہوگا۔ اس کی دلیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ جس نے اپنا دین تبدیل کر لیا (اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا دین اختیار کر لیا) تو اسکو قتل کر دو۔ اگر کوئی شخص ایسے آدمی کو اسلام کے پیش کرنے سے پہلے ہی قتل کر دے گا تو اس پر کوئی دیت

قبل عرض الاسلام كره ذالك
ولا شيئ عليه. وبه اخذ
المتاخرون وعليه الفتوى
وفي الكافي قال مشائخنا استماع
القرآن بالالحان معصية
والتالي والسامع آثمان - و
في التوضيح شرح المنظومة
الانكحة التي تنعقد في الملاهي
والمزامير مختلف فيها بوجهين
احدهما بفسق الولي، لانه
الذي احضر الملاهي والمعازف
وامرهم بذالك واعطى
المغنيين الاجرة والثاني ان الحاضرين
صاروا فسقة لاستماعهم
ذالك، فلم يبق الولي ولا الحاضرون

وغیرہ نہیں آئے گی - ہاں ایسا کرنا مکروہ ہوگا - فقہاء متاخرین نے
اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ دیا ہے - اور فتاویٰ کافی
میں مذکور ہے کہ جو شخص قرآن کریم کو گانے کی طرز پر پڑھے گا تو
پڑھنے والا اور سننے والا دونوں مبتلائے معصیت ہوں گے[1]۔
اور شرح منظومہ میں لکھا ہے کہ وہ نکاح جو لھو ولعب اور راگ
ومزامیر میں پڑھائے جاتے ہیں ان کے منعقد ہونے میں فقہاء کرام
کا اختلاف ہے - فقہاء کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ ایسے نکاح ہوتے
ہی نہیں - اور اسکی دو وجہیں ہیں -

اوّل ——— اسلئے کہ نکاح کرانے والا ولی ہی فاسق ہوتا ہے
جس نے اس قسم کے ملاہی ومعازف (گانے اور موسیقی راگ بینڈ
باجہ وغیرہ) کو حاضر کرنے کی اجازت دی ہے اور انکو حکم دیا ہے
اور گانے والوں کو اجرت ومعاوضہ دیا ہے تو ولی ہی فاسق ٹھہرا
تو نکاح درست نہ ہوگا -

دوسری وجہ ——— یہ ہے کہ حاضرین بھی گانے وغیرہ سننے
سے فاسق ہو گئے اور جیسا ولی نہ رہا اسی طرح حاضرین میں گواہ

---

[1] گانے اور راگ وموسیقی کی طرز میں قرآن کریم کو پڑھنا کبیرہ گناہ ہے اور بڑے درجہ کی معصیت ہے - اچھی آواز سے اور خوش الحانی سے پڑھنا مراد نہیں کیونکہ اسکی تو ترغیب فرماتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے - بلکہ گانے اور راگ کی شکل میں پڑھنا حسن قراءت کے مقابلہ میں جب یہ کہا جائیگا کہ فلاں نے اچھا قرآن پڑھا ہے اور فلاں قاری نے برا پڑھا ہے تو لازمی بات ہے کہ قرآن کی توہین لازم آئے گی - اسی کو فقہاء کرام نے معصیت فرمایا ہے - اور نیز قرآن کریم کو احسن اور غیر احسن میں تقسیم کرنا بھی قبیح بات ہے - اور ساتھ گانے کی شکل میں قرآن کو پیش کرنا اس میں بھی قباحت ہے کیونکہ گانا تو حرام ہے اور اسکو حلال سمجھنے والا بھی شدید گناہ کا مرتکب ہوگا - الغرض کہ اس قسم کی قباحتیں اس سے لازم آتی ہیں -۱۲ سوانی)

شهودا، ينعقد عندنا ولا ينعقد عند الشافعیؒ۔

بھی کوئی نہ رہا۔ اسی لیئے امام شافعیؒ کے نزدیک تو سرے سے نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔ اور ہمارے ائمہ احناف کے نزدیک اگرچہ اصل نکاح تو منعقد ہو جائے گا لیکن شہادت کے ادا کے وقت اس کا ثبوت نہیں ہو سکے گا۔ (تفصیل کتب فقہ میں ہے)۔

وفى الذخيرة التغنى مع جميع انواعه حرام عند علمائنا لقوله تعالى "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ" المراد به الغناء باتفاق اهل التفسير، والصوفية الذين اختصوا بنوع لبسة واشتغلوا باللهو والرقص وادعوا لانفسهم المنزلة افتروا على الله الكذب، ام بهم جنة،

اور فتاوی ذخیرہ میں مذکور ہے کہ گانے کے تمام انواع واقسام ہمارے علماء کے نزدیک حرام ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بنا پر جو سورہ لقمان آیت ۶ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ بعض انسان ایسے ہیں جو ایسی باتوں کو خریدتے ہیں جو لہو و لعب میں ڈالنے والی ہوتی ہیں یعنی انسانوں کو غافل بنانے والی ہوتی ہیں۔ اور اہل تفسیر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ گانا بھی اسی میں شامل ہے۔

باقی وہ نام نہاد صوفی جو خاص قسم کا لباس پہن لیتے ہیں اور لہو (گانے بجانے قوالیاں وغیرہ) اور رقص میں مشغول ہوتے ہیں۔ (حال کھیلنے والے) اور اپنے لئے لوگوں میں بڑے مرتبے کے دعویدار ہوتے ہیں۔ اگر یہ لوگ فاتر العقل اور مجنون نہیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ پر افترا باندھنے والے ہیں۔

وحكى عن قاضى ظهير الدين الخوارزمیؒ، من سمع الغناء من المغنى او من غير المغنى اويرى شيئاً من الحرام فيحسن ذالك باعتقاد او بغير اعتقاد يصير مرتدا فى الحال، بناء على انه ابطل حكم الشريعة ومن هو كذالك لايكون مومنا عند كل مجتهد ولا يقبل الله طاعته واحبط كل حسناته وبانت

چنانچہ قاضی ظہیر الدین خوارزمیؒ سے منقول ہے۔ انہوں نے کہا کہ جو شخص گانا سنتا ہے، کسی گانے والے سے یا ماہر فن سے یا کسی غیر سے یا کسی حرام چیز کو دیکھ کر اسے پسند کرنا۔ خواہ اعتقاد سے ہو یا بغیر اعتقاد کے، ایسا آدمی فی الحال مرتد ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس نے شریعت کے حکم کو باطل ٹھہرایا ہے۔ اور جو آدمی ایسا ہو کہ شریعت کے کسی حکم کو باطل ٹھہرانے والا ہو تو وہ شخص کسی مجتہد کے نزدیک بھی مومن نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی اطاعت

امرأته فان تاب يقبل،
ولا يضرب عنقه لقوله
عليه الصلوة والسلام من بدل
دينه فاقتلوه، حتى ان الملاهي
كرها بالاجماع سوى الثلاثة
المستثناة في السنة صلى الله
على صاحبها، وقد قال سعد الدين
التفتازاني ومثل لاستحلال
الحرام المتفق على حرمته،
ترك الصلوات الخمس،
من غير عذر وترك الزكوٰة
وسماع المزامير وسماع الاصوات
بالمزامير اما السماع المختلف
فيه فكالسماع الخالي من الاسباب
المحرمة فاستحلاله لا يوجب
التكفير انتهى

نہیں قبول فرماتے۔ اور اس کی نیکیاں ضائع کر دیتے ہیں، عورت
اس کی جدا ہو جاتی ہے۔ اگر توبہ کرے تو قبول ہو گی، ورنہ عند الشرع
مرتد ہونے کی بنا پر واجب القتل ٹھہرے گا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا فرمان ہے جس نے اپنا دین تبدیل کر لیا اس کو قتل کر دو۔
لہو ولعب کی تمام باتیں (گانا، راگ، باجہ مزامیر، رقص وغیرہ)
بالاجماع حرام ہیں، سوائے ان تین باتوں کے جن کو حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی سنت میں جائز رکھا گیا ہے (کل شیئی یلھو بہ الرجل
باطل الا رمیہ بقوسہ، وتادیبہ فرسہ، وملاعبۃ امرأتہ
فانھن من الحق (ترمذی وابن ماجہ و مشکوٰۃ ص۳۳۶) یعنی ہر چیز
جس سے آدمی کھیلتا ہے وہ باطل ہے سوائے تیر اندازی کے۔
یا اپنے گھوڑے کو ادب سکھانا یا اپنی عورت سے کھیلنا کہ یہ
تینوں باتیں حق سے ہیں باطل اور ناجائز نہیں) اور امام سعد الدین
تفتازانی نے بیان کیا ہے اور ایسے حرام کو حلال سمجھنے کی مثال دی
ہے جس کی حرمت متفق علیہ یعنی جس کی حرمت پر سب کا اتفاق
ہے۔ مثلاً پانچ نمازوں کا ترک کرنا۔ زکوٰۃ کا ترک کرنا۔ اور مزامیر
کا سننا اور مزامیر کے ساتھ گانا سننا۔ باقی وہ سماع جس کے بارہ
میں فقہاء کا اختلاف ہے تو وہ سماع ہے جو ان اسباب سے خالی
ہو جو حرام ہیں (یعنی اچھا کلام بغیر آلات لہو ولعب کے اور دیگر
اسباب مکروہہ کے) تو ایسے سماع کو حلال جاننا باعث تکفیر
نہ ہوگا۔

تنبيه —— (في الفضائل والرذائل)

ينبغي للانسان ان يتحلى
بالفضائل الحميدة وعند

تنبیہ —— (فضائل اور رذائل کے بیان میں)

اور مناسب ہے انسان کے لئے کہ وہ پسندیدہ فضائل اور
خصائل کے ساتھ مزین ہو۔ یعنی جو باتیں شریعت میں پسندیدہ

الشرع - ويتخلى عن الرذائل
الخبيثة فلنذكر بعضا
منهما - واعلم ان الرذائل
الردية ، الكفر والبدعة
والرياء والكبر والعجب والحسد
والبخل والاسراف والجهل و
كفران النعمة والسخط للقضاء
والجزع والامن والياس و
حب الظلمة وبغض الصالحين
وتعليق القلب بالاسباب
(لا بالله تعالى فی امور الدنيا
والاخرة) وحب الجاه والمدح
وخوف الجاه واتباع الهوى
والتقليد وطول الامل والطمع
والتذلل والحقد والشماتة
والعداوة والجبن ونقصان الغضب
والغدر والخيانة وخلف الوعد
وسوء الظن والطيرة وحب المال
والدنيا والحرص والسفه
والبطالة والكسل (کاہلی) والعجلة
وتسويف العمل ، والفظاعة
هی غلظ القلب ، وقلة الحياء
والحزن فی امر الدنيا والخوف

ہیں ان کو اپنے اندر پیدا کرے۔ اور رذائل سے اپنے آپ کو خالی
اور پاک کرے۔ ان میں سے بعض کا ذکر ہم کرتے ہیں۔ اچھی طرح
جان لو کہ ردی قسم کے رذائل مندرجہ ذیل ہیں یعنی کفر، بدعت،
ریاکاری، تکبر، خود پسندی، حسد، بخل، اسراف، جہالت، نعمت
کی ناقدردانی، اللہ کی تقدیر پر ناراضگی، بے صبری، خدا کے عذاب
سے بے فکر ہو جانا، اور اللہ کی رحمت سے بالکل مایوس ہو جانا،
ظلم کرنے والوں سے محبت، نیک لوگوں سے بغض رکھنا۔ دنیا
و آخرت کے امور میں بجائے اللہ تعالیٰ کے دل کو اسباب کے
ساتھ معلق کر دینا، حب جاہ، مدح کو پسند کرنا، جاہ کا خوف
خواہش کی پیروی، اور مذہبی تقلید، لمبی آرزو، بانا حق، طمع، ذلت
اختیار کرنا، کینہ، دوسروں کے نقصان پر خوش ہونا، کسی سے
بلاوجہ عداوت، بزدلی، غداری، خیانت، وعدہ خلافی، بدگمانی،
شگون لینا، مال و دنیا کی محبت، حرص، بے وقوفی، بے کار
رہنا، کاہلی، جلد بازی، عمل میں ٹال مٹول کرنا، دل کی سختی،
حیاء کی کمی، دنیا کے معاملہ میں غم کھانا، اور خوف زدہ ہونا،
دل میں کھوٹ رکھنا، اور خالص نصیحت نہ کرنا، فساد برپا کرنا، مخلوق
سے مانوس ہونا (خالق کو فراموش کرنا) عقل کا ہلکا پن، سکون
اور وقار کا نہ ہونا، حق کے مقابلہ میں جھگڑا کرنا، سرکشی اختیار
کرنا، اور نفاق،

منه والغش، وعدم تمحيص النصح
والفساد، والانس بالمخلوق،
وخفة العقل، عدم السكون
والوقار ومكابرة الحق والتمرد
والنفاق۔

والغباوة والجربزة والشره
والخنود والاصرار (دوام المعاصي)
والبلادة (عدم العقل) والصلف
(تزكية النفس واظهار القدرة
على الامور الشاقة) والمداهنة
والفتنة (ايقاع الناس
فى الاضطراب) والخوف
فى امر الدنيا، وضعف الدين
فلا يهتم له، والرياء والسمعة
واياك وآفات البدن الرقص
وكشف العورة عند غيره
الا لعذر وفى الخلوة ايضا الا
بعذر (حلق العانة والغسل
فى زمان يسير والتخلى والاستنجا
والتداوى بقدر الحاجة- ولبس
الحرير والذهب ونحوه والمس
الحرام والسكنى فى المغضوب
وعقوق الوالدين او احدهما-

اور بے سمجھی، اور مکاری، اور ندیدہ پن، پستی و گمنامی زنیکی
کا ترک) معصیت پر اصرار کرنا، بلادت، بے عقلی کا ثبوت دینا
اکڑ یعنی اپنے نفس کو پاک صاف سمجھنا اور بڑے بڑے شاق
کاموں پر اپنی طاقت و قدرت کا اظہار کرنا، اور دین میں مداہنت
کرنا، اور فتنہ یعنی لوگوں کو اضطراب میں ڈالنا، دنیاوی معاملہ
میں خوف کھانا۔ دین کا ضعف و کمزوری کہ اس کا کوئی اہتمام نہ
کرنا۔ ریاکاری اور دکھاوا۔ اور خاص طور پر جسمانی آفات سے
اپنے آپ کو بچاؤ۔ یعنی رقص اور بغیر عذر کے ستر کھولنا اجنبیوں
کے سامنے۔ اور تنہائی میں بھی ستر کھولنا اسی طرح قبیح ہے مگر
چند اعذار کی وجہ سے اجازت ہے، مثلاً زیر ناف بالوں کی صفائی
کے لئے۔ اور تھوڑے وقت کے لئے نہانے کی خاطر۔ اور قضاء
حاجت (بول و براز کے لئے) اور استنجا پاک کرنے کے لئے
اور ضرورت کے مطابق دوا استعمال کرنے کے لئے۔ ان مواقع
میں ستر کھولنے کا گناہ نہیں ہوگا (اسی طرح بیوی کے پاس
جانے کے وقت بھی) اور ان ہی آفات میں سے ریشم کا لباس
پہننا۔ اور سونے کا استعمال کرنا مردوں کے لئے۔ کسی غیر محرم
کو ہاتھ لگانا، اور غصب کی ہوئی زمین یا مکان میں رہائش رکھنا۔
ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ قطع رحمی کرنا، اور بیوی کا خاوند کے

وقطع الرحم وعدم رعاية الزوجة
حقوق الزوج، والزوج حقوق
الزوجة، واضاعة الاولاد،
والخلوة مع الاجنبية، و
تشبيه الرجل بالمرأة وعكسه
وعصيان المملوك لمولاه - و
سوء الملكة واذى الجار بالقول
والفعل ومصاحبة الاشرار،
وفتح الفم عند التثاؤب
وعدم دفعه، والجلوس في
الطريق اذا لم يعط حقه
وبين الظل والشمس ووسط
الحلقة، والجلوس مكان غيره
والتفريق بين اثنين والقعود
في المسجد للمصيبة وغيره۔
والانحناء في السلام

حقوق کی رعایت نہ کرنا۔ اور خاوند کا بیوی کے حقوق کی رعایت
نہ کرنا۔ اولاد کو ضائع کرنا (ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا خیال
نہ کرنا) اجنبی عورتوں کے ساتھ خلوت و تنہائی اختیار کرنا، مردوں
کا عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنا۔ اور عورتوں کا مردوں کے
ساتھ، اور غلام کا مالک کی نافرمانی کرنا، بداخلاقی اور پڑوسی
کو زبان اور عمل سے تکلیف دینا۔ اور برے اور شریر لوگوں
کی صحبت اختیار کرنا۔ اور جمائی کے وقت منہ کھولنا اور جمائی کو دفع
کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ اور راستوں میں بیٹھنا جب کہ راستہ کا
حق نہ ادا کرے (راستے کا حق یہ ہے کہ آنے جانے والے کو سلام
کا جواب دینا، لوگوں کو راہ بتانا، نظریں نیچی رکھنا وغیرہ) آدھا سا
اور آدھا دھوپ میں بیٹھنا (جس سے بیماری لاحق ہونے کا خطرہ
ہوتا ہے) اور مجلس کے حلقہ کے وسط میں بیٹھنا اور دوسرے آدمی
کو اٹھا کر اس کی جگہ پر بیٹھنا، اور دو آدمیوں میں تفریق کرا دینا اور مسجد
میں مصیبت وغیرہ کے وقت بیٹھنا اور سلام کرنے کے وقت جھک
کر سلام کرنا۔

والسحر، وتعليق التمائم ونحوه۔
والوشم ونحوه، وتوقير الشارب
وسفر الحرة بلا محرم وعدم
النزول عن الدابة وعدم
التامير في السفر وركوب النساء
على السروج بغير عذر، وترك
الوليمة، والصلوة عمدا

اور سحر کرنا اور (شرک و بدعت والے) گنڈے تعویذ گلے میں ڈالنا
گودنا گودوانا، شراب کی تعظیم کرنا۔ آزاد عورت کا بغیر محرم کے سفر
کرنا، اور گھوڑے کی پشت سے نہ اترنا (یعنی مسلسل سفر میں جانور
کو راحت نہ پہنچانا) اور سفر کرتے ہوئے کسی کو اپنا امیر نہ مقرر
کرنا، عورتوں کا زین اور کاٹھیوں پر سوار ہونا بغیر عذر کے۔ اور ولیمہ
ترک کر دینا۔ اور نماز عمداً ترک کرنا، وضوء، غسل اور جماعت
اور تعدیل ارکان کا خیال نہ رکھنا۔ اور نماز کی صف کو سیدھا نہ

والوضوء والغسل والجماعة
وتعديل الاركان وتسوية
الصفوف والزكوة وصوم رمضان
بلاعذر والقضاء والكفارة
والمنذور وصدقة الفطر
والاضحية للغني والحج الفرض
والجهاد والبيتوتة في يده
ريح شحم والانبطاح على الاضطجاع
على البطن والنوم على سطح
ليس بمحجور عليه وامتناء الكلب
وامتناء امرأة لاتصلي وتوسد
الكتب بغير عذر الحفظ و
امساك المعازف وركوب البحر
بلاضرورة وسفر واحد
واثنين واختلاط من اكل
ثوما اونحوه وحبس الطير
في القفص واقراض البقال
والاشتراء من متركه والتصدق
على مسرف وعلى السائل في
المسجد وعدم رعاية ما فيه
كلمة اوحرف وبيع القينة
ونسيان القرآن والربوا والاحتكار
والتفريق بين مملوكين صغيرين

رکھنا۔ اور رمضان کے روزے بلا عذر ترک کر دینا، قضاء کفارہ
اور نذر و منت کا خیال نہ رکھنا، صدقۃ الفطر اور قربانی کا مالدار
آدمی کا ترک کر دینا۔ حج فرض کا ترک کرنا۔ اور جہاد کا ترک کرنا،
ایسی حالت میں رات بسر کرنی کہ ہاتھ میں چکناہٹ لگی ہوئی
ہو۔ پیٹ کے بل لیٹ کر سونا اور ایسی چھت پر سونا جہاں چھت
کے کنارے پر منڈیر یا روک نہ بنائی گئی ہو۔ کتا پالنا، ایسی عورت
کو اپنے نکاح میں رکھنا جو نماز نہ پڑھتی ہو۔ دینی کتابوں کو تکیہ
کی جگہ رکھنا جبکہ حفاظت کا عذر بھی نہ ہو۔ اور گانے موسیقی کے
آلات اپنے گھر رکھنا بلاضرورت سمندر کا سفر کرنا، تنہا ایک یا
دو آدمیوں کا سفر میں جانا۔ ایسے شخص سے اختلاط رکھنا جس
نے کچا لہسن یا پیاز وغیرہ بدبودار چیز استعمال کی ہو، پرندے
کو پنجرے میں بند رکھنا۔ کنجڑے سے ادھار لینا کیونکہ ایسے
لوگ جب تقاضا کرتے ہیں تو نہایت سختی سے پیش آتے ہیں اور
بے عزتی کرتے ہیں، اور جس آدمی کو مجبور کیا گیا ہو اس سے کوئی چیز
خریدنا۔ اور کسی مسرف آدمی پر صدقہ کرنا۔ اور سائل پر صدقہ کرنا جو مسجد
میں کیونکہ مسجد میں سوال کرنا ادب مسجد کے خلاف ہے۔
ایسے کاغذ وغیرہ کا احترام نہ کرنا جس میں کلمہ شریف یا قرآن و ذکر
وغیرہ کا کوئی حرف لکھا ہوا ہو۔ اور گانے والی لونڈی کو فروخت
کرنا۔ قرآن کو یاد کرنے کے بعد فراموش کر دینا، سود کا لینا دینا،
ضرورت کے وقت خوراک کی اور ضرورت کی چیزوں کو روک لینا
تاکہ زیادہ سے زیادہ منافع لے کر فروخت کی جائیں۔ دو چھوٹے
بچے جو غلام ہوں ان میں جدائی کر دینا۔

وتلقي الجلب، وبيع الحاضر
للبادي. والخطبة على الخطبة
والسوم على السوم ومطل الغني
واخذ الوكيل بالتصدق منه
لنفسه. والانتفاع ببدل ما
اخذ غلطا، وايقاد الشموع
في القبور. والرجوع في الهبة
والفرار من الزحف، والتي
من آفات اللسان، هي الكفر
وخوف الكفر والخطاء والكذب
والغيبة والنميمة والسخرية
والسب والفحش واللعن ذا اللعن
والنياحة والمولد والجدال
والخصومة والتعريض والغناء
وافشاء السر والخوض في الباطل
وسوال المال والمنفعة الدنيوية
وسوال عوام عن مالا يبلغه
فهمهم والسوال عن الاغلوطات
والخطاء في التعبير عن المرام.
والنفاق القولي، وهو مخالفة
القول الباطن في نشأة اظهار الحب
وكلام ذي اللسانين والشفاعة
السيئة والامر بالمنكر والنهي

اور تجارتی قافلوں کو رستے سے جا کر ان کا سامان خرید لینا اور
پھر اپنی مرضی سے بیچنا (اس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے)
اور شہری آدمی کا سرف دیہاتیوں پر فروخت کرنا۔ اور کسی
کی منگنی پر منگنی کرنا۔ اور کسی کے بھاؤ پر بھاؤ چکانا۔ اور مالدار
شخص کا مزدوری ادا کرنے میں اور قرضہ وغیرہ چکانے
میں یا حق ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا۔ اور جس شخص کو صدقہ
پر وکیل مقرر کیا گیا ہے اس کا صدقہ اپنے لئے لے لینا۔ کسی چیز
کے بدل اور معاوضہ سے فائدہ اٹھانا جو غلطی سے لی گئی ہے۔ قبروں
پر موم بتیاں یا چراغ وغیرہ جلانا۔ ہبہ کرکے اس سے رجوع کر لینا اور
میدان جنگ میں رہنے سے (دشمن تعداد کے سامنے سے) بھاگ
جانا۔ اور اسی طرح زبان کی آفات سے بچو۔ اور وہ کفر کی
بات زبان سے نکالنا یا جس سے کفر کا خوف ہو ایسی بات
زبان سے کرنی یا غلط بات زبان پر لانی۔ جھوٹ، غیبت
چغلی، مسخر، گالی، فحش بات، لعنت کرنی (جو مستحق لعنت نہ ہو
اس پر) طعن کرنا۔ نوحہ (ماتم) کرنا۔ جھگڑا، جدل اور خصومت
وتنازعہ کرنا۔ کسی پر تعریض کرنا (پوشیدہ چوٹیں کرنا) گانا۔ کسی کا
راز افشاء کرنا۔ کسی باطل کام میں حصہ لینا۔ مال اور دنیاوی منفعت کا
سوال کرنا۔ اور عوام کا ایسا سوال کرنا جس کو وہ سمجھ نہیں سکتے۔
مغالطہ آمیز باتوں کا سوال کرنا اور پوچھنا اور مقصد کو غلط طریق
پر ادا کرنا۔ اور قولی نفاق بھی آفات زبان سے تعلق رکھتا ہے
اور اس سے مراد یہ ہے کہ قول باطن کے خلاف ہو۔ مثلاً محبت اور
دوستی کا اظہار ہو اور باطن کچھ اور، دو زبان سے کلام کرنا۔ ایک
کے سامنے کچھ دوسرے کے سامنے کچھ۔ بری اور ناجائز بات کی

عن المعروف وغلظ الکلام۔
والسوال عن عیوب الناس
واقتتاح الادنی عند الاعلی الکلام
والتکلم عند الاذانین و
فی الصلوٰۃ وفی حال الخطبۃ
وکلام الدنیا بعد طلوع الفجر
الی الصلوٰۃ، والکلام فی الخلاء
وعند الجماع، والدعاء علی المسلم
وان کان ظالما فیجوز بقدر ظلمہ۔
والدعاء للظالم بالبقاء والکلام
عند قراءۃ القرآن۔ وکلام الدنیا
فی المسجد، والنبذ بالالقاب
السوء للمسلم،

سفارش کرنا۔ برائی کی تلقین کرنا اور نیکی سے منع کرنا، بات چیت
میں بلاوجہ سختی اختیار کرنا۔ اور لوگوں کے عیب تلاش کرنا،
اور بڑے آدمی کی موجودگی میں چھوٹے کا پیش قدمی کر کے بات
کرنا اور اذان اور اقامت کے وقت کلام کرنا، اور نماز میں کلام
کرنا، اور خطبہ کے وقت کلام کرنا، اور طلوع فجر کے بعد نماز
فجر تک دنیاوی کلام کرنا، بیت الخلاء میں کلام کرنا، اور جماع
کے وقت کلام کرنا، اور کسی مسلمان کے خلاف بد دعا کرنا،
اور اگر وہ ظالم ہو تو اس کے ظلم کے اندازہ کے مطابق بد دعا کرنا
جائز ہے۔ اور کسی ظالم کے لئے درازی عمر کی دعا کرنا، اور
قرآن کریم کی قراءۃ کے وقت کلام کرنا، اور مسجد میں دنیاوی
کلام کرنا، اور کسی مسلمان کو برے نام اور برے القاب
سے یاد کرنا۔

والیمین الغموس، والیمین
بغیرہ تعالی وکثرۃ الحلف
وسوال الامارۃ والقضاء و
تولیۃ الاوقاف وطلب الوصایۃ
ودعاء الانسان علی نفسہ
وتمنی الموت، ورد عذر اخیہ۔
وتفسیر القرآن برایہ۔
واخافۃ المؤمن من غیر
ذنب وقطع کلام الغیر
بکلامہ بغیر ضرورۃ۔

اور جھوٹی قسم اور اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی غیر کے نام سے
قسم اٹھانا۔ اور عہدہ اور امارت کا سوال کرنا۔ اور قاضی بننے
کی طلب وسوال اور اوقاف کا متولی بننے کی طلب اور سوال۔
اور کسی کا وصی بننے کی طلب وسوال (کیونکہ ان اشیاء کا طلب
کرنا اور اپنے آپ کو اس قابل سمجھنا کہ میں ان سے عہدہ برآ
ہو سکوں گا۔ ایسی صورت میں خدا تعالیٰ کی امداد و اعانت شامل
حال نہیں ہوتی۔ اور اگر بلا طلب وخواہش مل جائے تو اللہ تعالےٰ
کی اعانت شامل حال ہوتی ہے) اور انسان کا اپنے برخلاف دعا
کرنا۔ اور موت کی خواہش کرنا، اور اپنے کسی بھائی کا عذر نہ قبول
کرنا۔ اور قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے کرنا۔ اور کسی مومن کو

وردّ التابع كلام متبوعه۔ والسوال عن حل شيئ وحرمته في غير محله، والتكلم مع الشابة الاجنبية۔ وتناجي الاثنين بلا ثالث، والسلام على الذمي بلا حاجة عنده، وفاسق معين۔ وعلى من يتغوط او يبول۔ والدلالة على طريق المعصية والاذن على المعصية، والمزاح والمدح والشعر۔ وهو جائز اذا خلا عن الكذب، والرياء وهجو ما لا يجوز هجوه وذكر العشق والتغني وآفات المدح۔ والاستكثار منه والتجرد له حتى يشغله عن الواجبات او السنن۔ وقلما يخلو عن هذه الآفات، والسجع، والفصاحة والكلام فيما لا يعني والفضول في الكلام۔

خوفزدہ کرنا بغیر کسی گناہ کے۔ اور دوسرے کا کلام قطع کرکے خود کلام کرنا بلاضرورت۔ اور تابع کا اپنے متبوع (مثلاً شاگرد استاذ کی اور ماتحت اپنے افسر وغیرہ) کے کلام کو بغیر کسی معقول وجہ سے رد کردینا۔ اور بے محل کسی چیز کے حلال وحرام ہونے کا سوال کرنا، اور اجنبی جوان عورت کے ساتھ کلام کرنا۔ اور دو آدمیوں کا تیسرے آدمی کو الگ کرکے سرگوشی کرنا۔ اور ذمی (مسلمانوں کے ملک میں جو غیر مسلم باشندے رہتے ہیں ملکی قانون کا احترام کرتے ہوئے انکو شریعت میں ذمی کہا جاتا ہے) کو بلاضرورت سلام کرنا۔ اور اسی طرح کسی خاص فاسق کو سلام کرنا۔ اور ایسے شخص کو سلام کرنا جو بول وبراز کررہا ہو۔ گناہ کے راستے کی رہنمائی کرنا، اور گناہ کی اجازت دینا۔ اور تحقیر آمیز مزاح کرنا، اور بے جا مدح کرنا۔ اور فضول شعر گوئی کرنا۔ شعر واشعار کہنے جائز ہیں اگر وہ جھوٹ، ریاء اور ایسے شخص کی مذمت سے خالی ہوں جسکی مذمت جائز نہیں، اور ان میں عشقیہ باتوں کا ذکر بھی نہ ہو۔ اور فضول گانے بھی نہ ہوں، اور ناجائز مدح سے بھی خالی ہوں، اور شعر گوئی کی کثرت بھی نہ اختیار کی گئی ہو، اور اپنے آپ کو ہمہ تن شعر وشاعری کے لئے وقف بھی نہ کر رکھا ہو، یہاں تک کہ اسکو واجبات اور سنن سے مشغول کردیں۔ لیکن عام طور پر ان آفات سے شعر گوئی بہت کم ہی خالی ہوتی ہے۔ نیز سجع اور فقرے موزون کرنا، اور فصاحت کا اظہار، اور ایسا کلام کرنا جو بے مقصد ہو، اور فضول کلام کرنا۔

ولا تقرب من آفات الاذن واستماع كل ما يجوز تكلمه

وہ آفات جو کان سے تعلق رکھتی ہیں ایسی آفات سے بھی اپنے آپکو بچاؤ۔ اور ہر ایسی چیز کے سننے سے بھی اپنے آپکو بچاؤ جس کا بولنا جائز

بضرورة دنيوية كخوف الهلاك
واخذ الحق وكسب المعاش
او دينية كاقامة واجب او
سنة كتشييع جنازة معها
نائحة، واستماع الملاهي والغناء
بالاختيار، والقرآن ممن يقرأ
بلحن وخطاء بلا تجويد، وكلام
الشابة الاجنبية من غير
حاجة، وقوم يكرهونه الا
ان يكون في اضطراره.
والعين. والنظر الى عورة
انسان قصدا، او الى الفقراء
والضعفاء بطريق الاستخفاف
ومشاهدة المعاصي والمنكرات
بغير ضرورة. واتباع النظر
الى القضاء كوكب، والى بيت
الغير من شق الباب ونحوه
وتغميض العين في الصلوة،
واليد، القتل والجر لنفسه
او غيره، والمثلة وضرب الوجه
مطلق بذنب او غيره والضرب
بغير حق، والغصب الغلول
والسرقة واخذ الزكوة ونحو

ہو ضرورت دنیاوی کے تحت - جیسا کہ ہلاکت کا خوف ہو.
یا حق کو وصول کرنا ہو، اور کسب معاش یا دینی ضرورت کے تحت
جیسا کسی واجب کا قائم کرنا - یا سنّت کا قائم کرنا ہو. مثلاً جنازہ
کے ساتھ نوحہ کرنے والی عورت ہو. (ایسی صورت میں نوحہ کے
سننے سے مجبور ہوگا کیونکہ جنازہ کے ساتھ شرکت بھی ضروری ہے)
اسی طرح اپنے اختیار سے گانا اور آلات موسیقی کے ساتھ گانا
سننا - اور قرآن کا سننا اس سے بلا تجوید لحن اور غلطی سے پڑھتا ہے -
اور اجنبی جوان عورت کا کلام سننا بغیر ضرورت کے - کچھ
لوگ اسکو مکروہ سمجھتے ہیں البتہ اگر اس شخص کا ضرر ہو تو پھر جائز
ہے، اور آنکھ کی بیماریوں سے اور آفات سے بھی اپنے آپ
کو بچاؤ - کسی انسان کی شرمگاہ کی طرف مت دیکھو، اور فقراء اور
ضعفاء کی طرف بنظر حقارت دیکھنا بھی اسی طرح ناجائز ہے اور
معاصی اور منکرات کا دیکھنا بغیر کسی مجبوری کے، اور ستاروں
کے ڈوبنے کی طرف جاتے رکھنا (جیسا نجومی لوگ کرتے ہیں)
کسی غیر کے گھر میں دروازے وغیرہ کی دراڑ سے نظر کرنا - اور اسی
طرح نماز میں آنکھ بند رکھنا.

اور ہاتھ کے آفات سے بھی بچنا چاہیئے - اور وہ ہے کسی کو
قتل کرنا، اپنے طرف یا کسی دوسرے کے سامنے گھسیٹ کر کسی کو
لے جانا، اور کسی کی شکل وصورت بگاڑنی - اور چہرے پر مارنا خواہ
گنہگار ہو یا بے گناہ، اور کسی کو ناحق مارنا، کسی سے کچھ چھیننا،
مال غنیمت میں سے خیانت کرنا، چوری کرنا، زکوٰۃ کا مال
لینا باوجود غنی ہونے کے - اور صدقہ اور ہدیہ کسی مشتبہ
آدمی سے لینا - ناجائز وقف سے مال لینا، مثلاً ایسا وقف

ان کان غنیا ، واخذ الصدقة والھدیة ممن یعنمہ او یظن انه علی صفة کذا ۔ وھو خال عنھا ۔ والاخذ من الوقف الباطل کو قف الدراھم والدنانیر بدون الاضافة الی الموت او الصحیح علی خلاف شرط الواقف ۔

جو کسی نے درہم و دنانیر وقف کئے ہوئے ہوں بغیر موت کی طرف نسبت کرنے کے ، درہم یا دنانیر کا وقف درست نہیں ہاں موت کی طرف نسبت کرکے وصیت کے طور پر آئے تو درست ہوگا ۔ وقف تو منعین چیز ہی ہو سکتی ہے ، یا صحیح وقف سے وصول کرنا لیکن وقف کرنے والے کی شرط کے خلاف ہو ، اس کا لینا بھی درست نہ ہوگا ،

او بیت المال لمن لم یکن من مصارفه او اکثر من الکفایة ومملوك الغیر بلا اذن مولاه والمال له ، ومن به جنة او عته او اغماء او صغر ، واخذ المیتة والدم ، والخمر ونحوھا ۔ وحملھا وتصویر صورة الحیوانات ۔ ولمس ما یحرم نظره او یکره بلا ضرورة ۔ واتلاف المال ۔۔۔ نقصه وتعییبه بلا غرض مشروع والاعطاء لمعصیة وانتزاع شئی من ید مالکه وغمز الاعضاء فی الحمام بلا ضرورة ۔ وکل لعب ولھو و شطرنج وضرب القصب والطنبور وجمیع المعازف

یا بیت المال سے مال لینا اس شخص کے لئے جو اس کے مصارف میں سے نہیں ، یا کفایت سے زیادہ لینا ، یا کسی آدمی کے مملوک سے مال لینا بغیر اس کے مولا کی اجازت کے ۔ یا اس سے مال لینا جس کو ہمیشہ جنون لاحق ہو ۔ یا جس پر بیہوشی طاری ہو ۔ یا چھوٹا نا سمجھ ہو ۔ اور مردار اور خون شراب وغیرہ لینا ۔ اور اس کا اٹھانا ، اور جانداروں کی تصویر بنانا ۔ اور جس کی طرف نظر کرنا حرام ہے یا مکروہ ہے اس کو بلا ضرورت کے چھونا ، اور مال کو ہلاک کرنا ، اور اس کو گھٹانا ۔ اور بغیر جائز غرض کے اس کو عیب ناک بنانا ۔ معصیت کے لئے مال دینا ۔ کسی چیز کا اس کے مالک کے ہاتھ سے چھین لینا ۔ اور حمام میں بلا ضرورت اعضاء کو دبانا ۔ اور ہر قسم کا کھیل اور تماشا ، اور شطرنج کی بازی لگانا اور بانسری بجانا اور طنبور اور تمام گانے اور موسیقی کے آلات بجانا ، سوائے دف کے جو شادی کے موقعہ پر بجایا جاتا ہے ، اور سوائے فوجیوں کے ڈھول کے ۔ اور حجاج یا قافلے والوں کے ڈھول کے کہ ان کی اجازت ہے ۔ کبوتر بازی ، اور جانوروں کو باہم لڑانا ، اور کسی جاندار چیز کو نشانہ بنانا (بندوق یا تیر وغیرہ سے) اور انکھیوں کو ایک دوسرے پر

والملاهی۔الا الدف بلاجلاجل فی لیلة العرس، والاطبل الغزات والحجاج، والقافلة ولعب الحمامة والتحریش بین البهائم واتخاذ ذی الروح غرضا۔ والتشبیك فی المسجد او الذهاب الیه۔ وکتابة ما یحرم تلفظه والقرآن بالجنابة ونحوها۔ والمس بها للمصحف وکتب التفسیر وما فیه آیة وتصغیر المصحف واخذ مال الغیر اخافتة۔ بسلّ السلاح ولو مزحًا والفزع وحلق راس المرأة ولحیة الرجل وقصها اقل من قبضةٍ والقاء قلامة الظفر والشعر فی الکنیف او المغتسل۔

ڈالنا اور چٹخانا مسجد کو جاتے ہوئے یا مسجد میں، اور کسی چیز کو لکھنا جس کا تلفظ کرنا حرام ہو۔ اور قرآن کریم کو جنابت کی حالت میں لکھنا یا چھونا، اور اسیطرح کتب تفاسیر یا وہ جن میں کوئی آیت ہو۔ اور قرآن مجید کو بہت چھوٹا بنانا، اور دوسرے کا مال لینا۔ یا اسکو ڈرانا اور خوف زدہ کرنا۔ کسی ہتھیار وغیرہ کو نکال کر چاہیے مزاح سے ہی کیوں نہ ہو۔ سر کے بعض حصے کو منڈوانا اور بعض کو چھوڑ دینا (جیسا انگریزی کراف وغیرہ) عورت کا سر منڈوانا اور مرد کا ڈاڑھی منڈانا، یا ایک مشت سے کم کٹانا۔ اور تراشے ہوئے ناخن کا تراشہ، اور بالوں کو بیت الخلاء یا غسل خانے وغیرہ گندی جگہ میں ڈالنا۔ یہ سب آفات ہیں ان سے بچنا لازم ہے۔

وقطع الشوکة والحشیش الرطبین علی القبر، فانه مکروه بخلاف الیابس، ونبش القبر، وادخال الاصبع فی الدبر والفرج لا للتداوی والاستنجاء والامتخاط بالیمنی والتختم بغیر الفضة للرجال واخذ الرشوة واعطاءها

اور سبز کانٹا یا گھاس کو قبر سے کاٹ ڈالنا یہ مکروہ ہے۔ برخلاف خشک گھاس کے کیونکہ اس کا کاٹنا مکروہ نہیں۔ نیز قبر کو اکھاڑنا اور مبرز میں یا اندام نہانی میں بغیر دوا کی ضرورت کے انگلی ڈالنا۔ اور اسیطرح دائیں ہاتھ سے استنجا پاک کرنا یا ناک کی رینٹھ صاف کرنا۔ اور چاندی کے علاوہ کوئی انگوٹھی استعمال کرنا مردوں کے لئے۔ اور رشوت کا دینا یا لینا اِلاّ یہ کہ اپنے آپ سے ظلم کو دفع کرنا ہو، تو ایسی صورت میں رشوت دینے والے کو گناہ نہ

الا لدفع الظلم، واخذ الهدية
والصدقة والمبيع ونحوه اذا
علم انها بعينها مغصوبة او
حرام، وقبض اليد عن انقاذ
المظلوم عند القدرة، والرمي
بعد تعلمه، وقص الاظفار
حتى يطول، وكسر آلات اللهو
واراقة الخمر، وعن حصر الحيوانات
ولاخذ اللقيط واللقطة عند
خوف الضياع، ودفع الظالم
والحيوان عند قصد اخذ
المال او اهلاكه او ضرر النفس
وعن انقاذها عن الحرق والغرق
والسقوط ونحوها وعن كف الصبيان
والمواشي في اول الليل واغلاق
الباب، واطفاء السراج،
تخمير الاناء وايكاء السقاء

ہوگا البتہ لینے والے کے لیے حرام ہوگی) اور ہدیہ یا صدقہ
یا مبیعہ (خریدی ہوئی چیز) کو لینا جبکہ یہ معلوم ہو کہ یہ بعینہ
چھینی ہوئی ہے، یا حرام ہے۔ اور طاقت کے وقت کسی مظلوم
کو چھڑانے سے ہاتھ پیچھے ہٹا لینا۔ اور تیر اندازی (اور تمام آلات
حرب کا یہی حکم ہے) سیکھنے کے بعد اس کی مشق سے ہاتھ ہٹا
لینا۔ اور ناخن کو تراشنے سے ہاتھ روک لینا حتیٰ کہ وہ دراز ہو
جائیں۔ اور آلات لہو کے توڑنے سے ہاتھ کھینچ لینا۔ اور شراب
کو بہانے سے۔ اور جانوروں کو روکنے سے ہاتھ کھینچنا۔ اور
گم شدہ بچہ یا جانور یا گری ہوئی چیز کو اٹھانے سے دست کش
ہونا جبکہ ان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔ اور ظالم کو روکنے
سے ہاتھ کھینچنا۔ یا جانور کو جبکہ وہ ظالم کسی کا مال لینا چاہتا
اور وہ جانور اس کو ہلاک کرنا چاہتا ہو۔ یا اس کی جان کا خطرہ ہو
اور نیز جان اور مال کو جب جلایا جا رہا ہو۔ اور کپڑے ڈبایا
جا رہا ہو یا اس قسم کا نقصان پہنچایا جا رہا ہو تو اس سے بھی ہاتھ
پیچھے ہٹانا نہ چاہیے۔ ایسے وقت میں مظلوم کو اس مصیبت
سے چھڑانا ضروری ہوتا ہے۔ نیز بچوں کو اور مویشیوں کو رات
کے ابتدائی حصہ میں باہر نہ نکلنے دیا جائے۔ (گھر میں روکنا
چاہیے۔ (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس
وقت شیطان منتشر ہوتے ہیں اندھیرے کی ابتداء میں تو
ان کے اثر سے یہ بچے اور مویشی متاثر ہوں گے۔ جب تاریکی
چھا جائے تو پھر کوئی حرج نہیں) نیز دروازہ بھی رات کو
بند کرنا چاہیے، اور چراغ کو بجھا دینا چاہیے اور برتن ڈھک
لینے چاہئیں اور مشکیزوں کے منہ باندھ لینے چاہئیں۔

یہ سب آداب ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائے ہیں تاکہ لوگ مختلف قسم کی بیماریوں اور نقصانات سے بچ جائیں، ان آداب کی حفاظت کرنی چاہیئے اور ان سے سستی نہیں ہونا چاہیئے۔

وإياك من آفات البطن، ادخال الحرام لعينه او لغيره وما يملكه خبيثا بالعقد الفاسد ونحوه، مما يجب فسخه والاكل فوق الشبع بلا قصد صوم لغد او عدم استحياء ضيف، و اكل ما يضر البدن كالتراب والطين وتربه والاكل في السوق بمرأى الناس في الطريق وعند المقابر، والجنازة واكل طعام الميت، ومن اواني الذهب والفضة والشرب منهما و بملعقة منهما، والاكتحال منهما واحراق العود في المجمر منهما، والاكل على خوان منهما، واكل طعام ضيافة عنده لعب او لهو او غناء او غيرها من المنكرات، اكل طعام اتخذ للرياء والسمعة والمباهات

اور اپنے آپ کو پیٹ کے آفات سے بچاؤ کسی ایسی چیز کو اپنے پیٹ میں مت داخل کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے، یا کوئی ایسی چیز جو بذاتہ تو حرام نہ ہو لیکن کسی غیر کے حق متعلق ہونے کی وجہ سے حرام ہو مثلاً چوری، غصب، خیانت وغیرہ کا مال، اور ایسی چیز بھی اپنے پیٹ میں مت ڈالو جس کی ملکیت پاک نہ ہو خبیث ہو یعنی عقد فاسد کے ساتھ اسکی ملکیت حاصل ہوئی ہو جس کا فسخ کرنا ضروری ہے۔ اور بھوک سے زیادہ بھی مت کھاؤ جبکہ اگلے دن روزہ رکھنے کا بھی ارادہ نہ ہو یا مہمان کے استحیاء اور حجاب کا عذر بھی نہ ہو، اور ایسی چیز بھی مت کھاؤ جو بدن کو نقصان پہنچاتی ہے جیسے مٹی، وغیرہ اور بازار میں لوگوں کے سامنے بھی مت کھاؤ۔ اور قبرستان میں، اور جنازہ کے پاس بھی مت کھاؤ اور میت کے گھر کا کھانا بھی مت کھاؤ۔ اور سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا اور سونے چاندی کے چمچے استعمال کرنے اور سونے چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا۔ اور سونے چاندی کی خوشبو جلانے والی انگیٹھی میں اگر وغیرہ جلانا، اور سونے چاندی کے ٹیبل وغیرہ پر کھانا اسیطرح پاندان وغیرہ بھی) یہ سب ناجائز ہیں مردوں عورتوں دونوں کے لیئے (صرف عورتوں کے لئے زیور سونے اور چاندی کا جائز ہے) اور ایسی مہمانی کا کھانا کھانا جہاں کھیل تماشہ ہو یا گانا وغیرہ منکرات ہوں

اذا علم ذالك، او غلب على
ظنه ذالك وترك التسمية
والاكل بالشمال، ومن وسط
الطعام ومما يلي غيره اذا كان
واحدا۔ وقطع اللحم ونحوه
بالسكين عند عدم الحاجة
بل ينهسه، ورمي ما في الفم
والانف من الطعام والبزاق
والمخاط نحو القبلة وفي المسجد
والنفخ في الشراب، ولا يجمع
بين الفاكهة والثفل في طبق
واحد۔ واكل الطعام الحار۔
وطعام الفسقة واهل الرياء
والامراء اذا علم انه مغصوب
او وجد منكر، ومسح السكين
واليد بالخبز، ووضع المملحة
على الخبز، والخبز تحت القصعة
وتعليق الخبز على الخوان، وترك
الاكل والشراب حتى يموت،
او يمرض او يضعف وتركهما
اذا كان فيه عقوق الوالدين
او احدهما۔
ومن آفات الفرج:۔ الزنا

یہ بھی درست نہیں۔ اور ہر ایسا کھانا جو ریاکاری یا شہرت
کے لئے یا فخر و مباہات کی وجہ سے تیار کیا گیا ہو جب کہ اس کا
علم ہو یا گمان غالب ہو۔ تو اس قسم کا کھانا جائز نہیں اس سے بچنا
چاہیئے۔ اسی طرح بسم اللہ ترک کر دینا، یا بائیں ہاتھ سے کھانا
بغیر مجبوری کے، یا کھانا درمیان سے کھانا یا دوسرے کے آگے
سے کھانا، جب کہ کھانا ایک ہی قسم کا ہو۔ اور اسی طرح چھری کی بغیر
ضرورت گوشت کاٹنا جب کہ ضرورت بھی نہ ہو، بلکہ اس گوشت کو
دانتوں کے ساتھ نوچ کر کھائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
اسی طرح منقول ہے۔ منہ اور ناک سے کھانے وغیرہ کی آلائش
یا تھوک رینٹھ قبلہ کی طرف پھینکنا یا مسجد میں، اور اسی طرح برتن میں
سانس لینا، اور پھل اور پھوک (گٹھلیاں چھلکے وغیرہ) بھی ایک ہی
برتن میں نہ جمع کئے جائیں اور اسی طرح گرم کھانا بھی کھانا مکروہ ہے۔
اور فاسقوں کے کھانے سے بھی اجتناب ضروری ہے۔ اور اسی
طرح ریاکار اور ایسے امراء کا کھانا جب کہ معلوم ہو کہ یہ چھینا ہوا
یا کسی کا حق دبایا ہوا ہے۔ یا کوئی اور منکرات پائی جاتی ہوں تو ان
کا کھانا نہیں کھانا چاہیئے، اور اسی طرح چھری ہاتھ وغیرہ کو روٹی
کے ساتھ پونچھنا اور صاف کرنا یا نمکدان وغیرہ کو روٹی پہ رکھنا۔ یا
روٹی کو پیالے رکابی کے نیچے رکھنا یا روٹی ٹیبل پر لٹکانی ان باتوں
سے گریز ضروری ہے۔ اور اسی طرح کھانا پینا چھوڑ دینا یہاں تک
کہ مر جائے۔ یا بیمار پڑ جائے۔ یا کمزور ہو جائے یہ بھی درست نہیں۔
اور اسی طرح کھانا پینا ترک کر دینا درست نہیں جبکہ ماں باپ کی
نافرمانی ہوتی ہو۔

شرمگاہ کی آفات:۔ سے بچنا بھی ضروری ہے مثلاً زنا۔

واللواطة واتيان البهيمة والحائض والنفساء واستمتاع ماتحت الازار منهما - والاستمناء باليد وان ياتي زوجته الصغيرة التي لاتحتمل الجماع اوالمريضة المتضررة منه - اوعند احال يعرفه - وقبل الاستبراء اويفعل دواعيه والبول قائما - والبول في الماء الراكد والجاري والجحر والمغتسل ونقع البول - ولايجامع زوجته اصلا وان يعزل بلا اذنها - وعدم التسوية بين الضرتين في غير الجماع ، وعدم الاجتناب من البول ، وترك الختان بلا عذر -

لواطت (سڈومی) جانور کے ساتھ ملوث ہونا۔ حیض ونفاس والی عورت کے ساتھ جماع کرنا۔ یا ناف کے نیچے اور گھٹنے کے مقام تک مباشرت کرنی ان دونوں کے ساتھ حیض ونفاس کی حالت میں یا مشت زنی (ماسٹربیشن لگانا) یا اپنی ایسی چھوٹی خوردسال بیوی کے ساتھ جماع کرنا جب کہ وہ جماع کی متحمل نہ ہو یا ایسی مریضہ سے جماع کرنا جو جماع سے متضرر ہو۔ یعنی اسکو نقصان پہنچے۔ یا حیض ونفاس سے پوری طرح صاف ہونے سے پہلے ہمبستری کرے یا اسکے اسباب دواعی کا ارتکاب کرے۔ یہ سب آفات ہیں ان سے گریز کرنا ضروری ہے اور اسیطرح کھڑے ہوکر پیشاب کرنا بغیر عذر کے۔ یا ٹھہرے ہوئے پانی میں یا جاری پانی میں یا پتھر وغیرہ پر (جس کو استعمال کیا جاتا ہے اور کام میں لایا جاتا ہے) اور غسلخانے میں پیشاب کرنا، یا پیشاب سے کسی چیز کو آلودہ کرنا۔ یا اپنی بیوی سے بالکل جماع کرنا ترک کردے۔ یا عزل کرے اس بیوی کی اجازت کے بغیر (عزل کی بعض حالتوں میں اجازت دی گئی ہے لیکن ایسا کرنا پھر بھی مکروہ ہے اسکو پسند نہیں کیا گیا) اور اسیطرح اپنی دو بیویوں کے درمیان سوائے جماع کے باقی باتوں (کھانا پینا کپڑا وغیرہ) میں اگر مساوات نہیں اختیار کرے گا تو بجنت گنہگار ہوگا۔ اور اسیطرح اگر بول سے اجتناب نہیں کرتا۔ یا ختنہ کرنا چھوڑدے بلا عذر۔ یہ سب آفات ہیں جن سے بچنا لازم ہے۔

ومن آفات الرجل ، الذهاب الى مجلس المعصية ، والخروج الى الجهاد بغير اذن الوالدين وكذا كل سفر يخاف فيه الهلاك

اور پاؤں کے آفات سے بچنا چاہیئے۔ مثلاً گناہ کی مجلس میں چل کر جانا یا ماں باپ کی اجازت کے بغیر جہاد کے لئے نکلنا اور اسیطرح ہر ایسے سفر کے لئے نکلنا جس میں ہلاکت کا خطرہ ہو جیسے سمندر میں سوار ہونا۔ اور اسیطرح طاعون سے فرار اختیار

كركوب البحر، والفرار من الطاعون
والدخول عليه والمشي في ملك
غيره بلا اذنه، والمشي على
المقابر، واتباع النساء الجنائز
وزيارة القبور والقعود على القبر
ودخول الجنب واخويه المسجد
ومد الرجل نحو القبلة والمصحف
وكتب الشريعة في النوم
واليقظة ووضعها عليهما،
وعلى الخبز وضرب احد بها
ولو حيوانا بغير ذنب وحق۔
واتلاف مال بها واتيان الظلمة
وامراء زماننا وقضاته من
غير ضرورة، والمواضع الشريفة
كالمسجد بالرجل اليسرى۔
والخبيثة باليمنى۔ والسنة
عكس هذا - والخروج عكس
الدخول، ولبس النعل والخف
واخراجهما على هذا والدخول
على الاهل بغتة عند القدوم
من السفر، وتخطي رقاب الناس
في المسجد، والقعود عن التعليم
والتعلم، والحج والجهاد الفرضين

کرنا، اور طاعون والے خطہ میں جانا، اور دوسرے کی ملکیت میں
چلنا اس کی اجازت کے بغیر۔ اور قبروں پر چلنا، اور عورتوں کا جنازہ
کے پیچھے چلنا یا قبور کی زیارت کے لیے عورتوں کا جانا، اسی طرح
قبر پر بیٹھنا، اور جنابت والے یا حیض ونفاس والی عورت کا
مسجد میں داخل ہونا، یا پاؤں قبلہ کی طرف دراز کرنے، یا
قرآن کریم کی طرف اور دینی کتابوں کی طرف خواہ نیند میں ہو یا بیداری
میں یا قرآن اور دینی کتب کو پاؤں پر رکھنا۔ یا پاؤں روٹی پر دراز
کرنے، یا پاؤں کے ساتھ بغیر قصور کے کسی کو مارنا خواہ وہ جانور
ہی کیوں نہ ہو، یا پاؤں کے نیچے کسی کا مال تلف کرنا۔ یا ظالموں
کے پاس اور موجودہ زمانے کے امراء (جو اکثر ظلم کرنے والے ہی
ہوتے ہیں) کے پاس یا قاضیوں اور ججوں کے پاس (جو ناحق
فیصلے کرتے ہیں) بغیر مجبوری کے پاؤں کے نیچے چل کر جانا۔
اور عزت والے اور متبرک مقامات میں بائیں پاؤں کے ساتھ
داخل ہونا جیسا کہ مسجد اور ناپاک مقامات میں دائیں پاؤں
کے ساتھ جانا۔ حالانکہ سنت اس کے برخلاف ہے۔ اور باہر
نکلنا داخل ہونے کے برعکس ہے۔ پہلے متبرک مقام سے بایاں
پاؤں نکالے اور دایاں اندر داخل ہونے وقت پہلے داخل
کرے۔ نیز جوتا اور موزہ، جراب وغیرہ پہنتے وقت اور نکالتے
وقت یہی بات ملحوظ رہے۔ نیز سفر سے لوٹنے کے وقت اچانک
اپنے اہل کے پاس گھر میں چلے جانا بھی مناسب نہیں۔ اور
مسجد میں لوگوں کی گردنوں کو پھلانگ کر آگے بڑھنا بھی جائز
نہیں، نیز تعلیم دینے اور تعلیم حاصل کرنے سے اور حج اور جہاد
جو فرض ہوں ان سے اپنے پاؤں کو روک دینا بھی جائز نہیں۔

والدعوات التي ليس فيها منكر، والدخول على غير دعوة والقعود عن الامر بالمعروف والنهي عن المنكر واعانة المظلوم والسعي في حاجة العاجز، وغسل الميت، ودفنه والقاذ انسان اومال بصدد الهلاك بالغرق او الحرق او السقوط اونحوها للقادر من غير ضرر للمتعين والاجير عن خدمة المستاجر والمملوك عن خدمة المولى والزوجة عن خدمة داخل البيت والولد عن خدمة الوالدين، والرعية مما امره الوالي فيما ليس بمعصية الا بعذر،

اور ایسی دعوتوں کی شرکت سے بھی جن میں کوئی منکرات نہ ہو۔ اور کسی کے پاس بغیر دعوت کے داخل ہونا۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور مظلوم کی امداد کرنے سے اور عاجز آدمی کی ضرورت کے لئے سعی کرنے سے اور میت کو غسل دینے اور دفن کرنے سے۔ اور کسی انسان کو یا مال کو جو ہلاک ہونے کے خطرے میں ہو۔ پانی میں ڈوب کر۔ یا جل کر۔ یا گر کر۔ اور پھر یہ شخص اسکو بچانے پر طاقت بھی رکھتا ہو، اور کوئی خاص نقصان بھی نہ ہو، ایسی صورت میں اس سے رک جانا آفات سے ہے جن سے بچنا لازم ہے۔ نیز مزدور کا مستاجر کی خدمت سے مملوک کا آقا کی خدمت سے اور بیوی گھر والے کی خدمت اور اولاد کا ماں باپ کی خدمت سے اور رعیت کا اس کی خدمت سے جس کو والی نے مقرر کیا ہو۔ اور بات بھی معصیت والی نہ ہو، تو اس سے رکنا جائز نہیں، ہاں اگر کوئی عذر ہو تو پھر کچھ گناہ نہ ہوگا۔

ومن آفات الوسوسة ترك الامر واتخاذ الشيطان صديقا بل اخا "اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ" واسراف الماء، وافضائه الى تاخير الصلوٰة الى الوقت المكروه، او ترك الجماعة او الصلوٰة

اور وسوسہ کی آفات یہ ہیں کہ آدمی امر (امر بالمعروف) ترک کردے۔ اور شیطان کو دوست بلکہ بھائی بنالے (یعنی لوگوں کو بھلائی کی تلقین کے بجائے خود شیطانی وسوسوں کا شکار ہوجائے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی بند ہیں اور شیطان تو اپنے رب کا بہت ہی ناشکرگزار ہے۔ نیز پانی میں اسراف کرنا۔ اور اسکی وجہ سے نماز میں تاخیر کا ہونا مکروہ وقت تک یا جماعت

او ترك التعليم او الذكر او الفكر
وتضييع العمر والاوقات و
تأديتها الى امور محدثة مكروهة
كاتخاذ اناء للوضوء، واللباس
والسجادة، وعدم التوضوء
من اناء غيره وعدم الصلوة
على بساطه، ولباسه، وسواله
عن طهارته، والاحتراز عن
طعامه بتوهم النجاسة، وفيها
اذى الناس، وسوء الظن
بالمسلمين، بعدم التوقي
عن النجاسات في الوضوء
والغسل، والاكل والشرب
لعدم صحة صلوتهم والتكبر
على الناس والاعجاب بنفسه
واياك والغناء فانه رأس كل
خطيئة، عن ابن مسعود رض
عن النبي صلى الله عليه وسلم
انه قال الغناء ينبت النفاق
كما ينبت الماء البقل، وعن
ابي امامة رض عن النبي صلى الله
عليه وسلم انه قال رفع احد
عقيرته بغناء الا بعث الله

کا ترک کر دینا - یا نماز کا ہی ترک کرنا - یا تعلیم کا ترک کرنا - یا ذکر
وفکر کا ترک کرنا یا اپنی عمر عزیز یا اوراوقات گرانمایہ کو ضائع کرنا۔
یا ان اوقات کو ناپسندیدہ اور مکروہ کاموں میں لگانا۔ مثلاً
کوئی خاص قسم کا برتن اپنے وضو کے لئے مخصوص کرے کہ کسی
دوسرے برتن سے وضوء نہ کرے - یا خاص قسم کا لباس یا
مصلے مخصوص کرلے ۔ نہ دوسروں کے برتنوں سے وضو
کرے اور نہ دوسروں کے فرش پر یا لباس میں نماز پڑھے
اور دوسروں سے طہارت کے بارہ میں پوچھتا پھرے اور
ان کے کھانے سے اسلئے احتراز کرے کہ شاید وہ نجاست
سے آلودہ ہو۔ یہ سب وسوسہ شیطانی کے آثار ہیں۔
اس میں لوگوں کو تکلیف پہنچانا اور مسلمانوں سے بدگمانی
کرنا ہے کہ وہ شاید اپنے وضو غسل اور کھانے پینے کے سلسلہ
میں نجاست سے نہیں بچتے - اور ان کی نمازیں بھی درست
نہیں - یہ دراصل اپنے کو دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں بڑا اور خود پسند
سمجھنا ہے جو کسی طرح اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ اسلئے گانا سننے اور گانے سے
اور اپنے آپ کو گانے سے بچاؤ کیونکہ یہ ہر گناہ کی جڑ ہے۔
حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ گانا نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی سبزہ
اگاتا ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی سے بھی روایت ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو گانے کے لئے اپنی آواز بلند کرتا ہے
خدا تعالیٰ دو شیطان اس پر مسلط کر دیتا ہے جو اپنی ایڑیاں
اس کے سینے میں ضربیں لگاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ
چپ ہو جائے۔

له شيطانين على منكبيه
يضربان باعقابهما على صدره
حتى يسكت، وفي التاتارخانية
اعلم ان التغني حرام في جميع الاديان
قال في الزيادات اذا اوصى بما هو
معصية عندنا وعند اهل الكتاب
وذكر منها الوصية للمغنين والمغنيات
وحكى عن ظهير الدين المرغيناني
انه قال من قال لمقرئ زماننا
احسنت عند قراءته يكفر انتهى
وجهه ان التغني للناس لما كان
حراما بالاجماع كان تصويب تحسينه
تحليل الحرام، وكذا كل تحسين
القبيح القطعي كفر، وصاحب الهداية
والذخيرة سمياه كبيرة. هذا
في التغني للناس، ويدخل
فيه تغني صوفية زماننا في المساجد
والدعوات بالاشعار والاذكار
مع اختلاط اهل الهوى والمرد
بل هذا اشد من كل تغني لانه
مع اعتقاد العبادة. واما التغني
وحده بالاشعار لدفع الوحشة
او في الاعياد والعرس فاختلفوا

تاتارخانیہ میں ہے کہ گانا تمام ادیان میں حرام ہے اور زیادات میں
مسئلہ مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرتا ہے کسی ایسی بات
کی جو معصیت ہے۔ اور پھر اس سلسلہ میں اس کی مثال میں ذکر کیا
کہ جیسا کہ گانے والے مرد اور گانے والی عورتوں کے لئے وصیت
کر جائے۔ اور ظہیر الدین مرغینانی سے روایت ہے کہ انہوں نے
کہا کہ اگر کوئی شخص ہمارے زمانے کے قاریوں کو ان کے پڑھتے وقت
یہ کہے کہ احسنت (تم نے بہت اچھا پڑھا) (قاری حضرات جو موسیقی
اور گانے کی طرز پر پڑھتے ہیں وہ مراد ہیں) تو ایسا شخص کافر ہو گا۔ وجہ
اسکی یہ بیان کی گئی ہے کہ جب گانا لوگوں کے لئے حرام ٹھہرا بالاجماع
تو یہ بات قطعی بات ہوئی تو ایسی قطعی چیز کو اچھا سمجھنا حرام کو حلال
سمجھنا ہے۔ اور یہی حکم ہے کہ ہر قطعی قبیح چیز کی تحسین کرنا کفر ہے
اگر کوئی چیز بھی جو قطعی طور پر شریعت میں قبیح ہے۔ اسکو اچھا
سمجھے تو ایمان سے خارج ہو جائیگا۔ صاحب ہدایہ اور صاحب
ذخیرہ نے اسکو کبیرہ شمار کیا ہے۔ یہ عام لوگوں کے لئے گانے
کا حکم ہوا۔ اور اسی میں ہمارے زمانے کے نام نہاد صوفیوں کا
گانا بھی داخل ہے جو مساجد میں اور دعاؤں کو شعروں میں پڑھتے ہیں
اور اذکار کو گا کر پڑھتے ہیں جب کہ اہل ہویٰ اور بے ریش بچے
بھی بیچ میں خلط ملط ہوتے ہیں بلکہ یہ صورت قباحت میں پہلی
صورت سے بھی زیادہ شدید ہے کیونکہ یہ عبادت کے اعتقاد کے
ساتھ ایسا کیا جاتا ہے۔ باقی تنہائی میں وحشت کو دور کرنے کے لئے
اشعار کا پڑھنا یا گانا۔ یا عید کے موقع پر۔ یا شادی کے موقع پر
تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ موجودہ
زمانہ میں اسے بھی مطلقاً منع کیا جائے گا۔ باقی ہم نے اشعار کے

فیه والصواب منعه مطلقا
فی هذا الزمان، وانما قیدنا
بالاشعار لان التغنی بالقرآن
والاذکار والدعاء یستلزم
اللحن الحرام بلا خلاف ولما التغنی
بمعنی حسن الصوت بلا لحن فمندوب
ولیس المراد بالتغنی فی الاحادیث
الواردة به المعنی المشهور بوجوه
الاول:- اختلاف بین الامة
ان قاری القرآن مثاب من غیر
تحسین منه صوته فضلا
عن التغنی فکیف یستحق الوعید
والثانی:- انه یعارض حینئذ
ما اخرجه الترمذی الحکیم عن
حذیفة مرفوعا اقرأوا القرآن
بلحون العرب واصواتها وایاکم
ولحون اهل الفسق ولحون
اهل الکتابین، فانه سیجئ
بعدی قوم یرجعون بالقرآن
ترجیع الغناء والرهبانیة والنوح
لایجاوز حناجرهم، مفتونة قلوبهم
وقلوب من یعجبهم شانهم۔
والثالث:- ان الفقهاء صرحوا

گانے کا کہا ہے اس لیے کہ قرآن، دعا، اذکار کا گانا تو لحن حرام کو مستلزم ہے
اس کے قبیح ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں۔ باقی اچھی آواز سے
بغیر لحن و موسیقی کی طرز کے قرآن کا پڑھنا تو یہ مستحب ہے۔

اور احادیث میں جو تغنی یعنی گا کر پڑھنے کا ذکر آیا ہے اس سے مراد
اصطلاحی گانا نہیں جو موسیقی کی طرز پہ ہوتا ہے بلکہ اس سے مراد
نفس تحسین صوت ہے کئی وجہ سے۔

پہلی وجہ ـــــ یہ ہے کہ اس بارہ میں امت کے درمیان
کوئی اختلاف ہی نہیں کہ قرآن کریم پڑھنے والے کو ثواب ہوگا
خواہ اچھی آواز سے نہ پڑھے چہ جائیکہ اگر تغنی سے پڑھے تو اسے
مزید ثواب ہوگا۔ تو ایسی صورت میں تغنی سے پڑھنے سے وعید
کا مستحق کیسے ہو سکتا ہے (حالانکہ حدیث میں اس شخص کے
لئے وعید آئی ہے جو تغنی سے قرآن نہیں پڑھتا۔ لیس منا من
لم یتغن بالقرآن)

دوسری وجہ ـــــ یہ ہے کہ اگر تغنی سے مراد اصطلاحی طور
پر گا کر پڑھنا مراد ہو تو پھر یہ حدیث اس حدیث کے خلاف
معارض واقع ہوگی جس کو حکیم ترمذی (صاحب نوادر الاصول)
نے بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے مرفوعاً حدیث بیان
فرمائی ہے کہ قرآن پڑھو عربوں کے لہجہ میں اور ان کی آواز
میں۔ اور بچو اہل فسق کے لہجے میں پڑھنے سے اور اہل کتابین
یہود و نصاری کے لہجہ میں پڑھنے سے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

يكون التالي بالتغني والسامع آثمين، وقال الامام البزازيؒ قراءة القرآن بالالحان معصية والتالي والسامع آثمان كذا في مجمع الفتاوى، وقال البزازيؒ ايضا اللحن فيه الحرام بلا خلاف قال تعالى "قرآنا عربيا غير ذي عوج" وقال في التاتارخانية التغني والالحان ان لم تغير الكلمة عن موضعها بل تحسينه تحسين الصوت وتزيين القرآن فذالك مستحب عندنا في الصلوة وغيرها، وان تغير الكلمة عن موضعها يوجب فساد الصلوة ان ذالك منهي عنها۔

نے فرمایا کہ میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کریم کو توڑ توڑ کر اس طرح پڑھیں گے جس طرح گانے گائے جاتے ہیں اور جس طرح رہبانیت والے راہب پڑھتے ہیں، اور جس طرح نوحہ کرنے والے نوحہ کرتے ہیں۔ درحقیقت ایسے لوگوں کے گلے سے نیچے قرآن کریم نہیں اترے گا۔ ان کے دل اور انکو پسند کرنے والے لوگوں کے دل بھی قرآن سے خالی ہوں گے۔

تیسری وجہ ـــــــ یہ ہے کہ فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ گا کر پڑھنے والا اور سننے والا دونوں گنہگار رہیں۔ امام بزازیؒ نے فرمایا ہے کہ گانے کے لحن میں قرآن پڑھنا معصیت ہے، تلاوت کرنے والا اور سننے والا دونوں گنہگار رہیں۔ مجمع الفتاوی میں اسیطرح درج ہے۔ نیز امام بزازیؒ نے فرمایا ہے کہ قرآن میں لحن بلا اختلاف حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے عربی زبان میں قرآن نازل کیا ہے جس میں کوئی کجی نہیں (لحن اور گانے سے کجی ہوتی ہے) اور فتاوی تاتارخانیہ میں ہے کہ گانا اور لحن کرنا اگر ایسا ہو کہ کلمہ اپنے مقام سے متغیر نہ ہو بلکہ صرف تحسین صوت یعنی آواز کا حسن ہی زیادہ ہو اور قرآن کی تزیین ہو تو ایسا ہمارے نزدیک مستحب ہے نماز میں بھی اور نماز کے علاوہ بھی۔ لیکن اگر گانا اور لحن ایسا ہو کہ کلمہ اپنے مقام سے متغیر ہو جاتا ہے ایسا تغیر جو نماز میں فساد کا موجب بن سکتا ہے تو ایسا یقینا ممنوع ہے۔

وقال التوربشتيؒ القراءة على وجه يهيج الوجد والشوق في قلوب السامعين ويورث الحزن و

اور امام توربشتیؒ نے فرمایا ہے کہ قرآن کو اس طرح پڑھنا کہ وہ وجد اور شوق کو ابھارے سامعین کے قلوب میں اور غم پیدا کرے اور آنسوں کھینچ لائے۔ تو ایسی قراءۃ مستحب ہے جب تک کہ گانا

يجلب الدمع مستحب ما لم
يخرجه التغني عن التجويد ولم
يعرفه مراعات النظم في الكلمات
والحروف فاذا عاد الى ذالك
عاد الاستحباب فيه كراهة، و
اما الذي احدثه المتكلمون
وابدعه المرتهنون بمعرفة
الاوزان، وعلم الموسيقى فياخذون
في كلام الله تعالى ماخذهم في
النشيد والغزل والمثنويات
حتى لا يكاد السامع يفهمه من
كثرة النغمات والتقطيعات
فانه اشنع البدع واسوأ الاحداث
في الاسلام، وسوى ادنى الاقوال
وانعون الاحوال فيه ان توجب
على السامع النكير وعلى التالي
التعزير. وقال النووي في التبيان
قال القاضي القضاة في كتاب الحاوي
القراءة بالالحان الموضوعة
ان اخرجت لفظ القرآن عن
صفته بادخال حركات فيه
او اخراج حركات منه او قصر
ممدود او مد مقصور او تمطيط

اسکو تجوید سے خارج نہ کرے۔ اور وہ گانا ایسا نہ ہو جو کلمات
اور حروف کے نظم میں معروف نہ ہو۔ اگر اس حد تک چلا جائے
تو پھر وہ استحباب کے بجائے مکروہ ہوگا۔ اور وہ طریقہ جسکو متکلمین
نے نکالا ہے اور وزن معلوم کرنے والے لوگ جس کے درپے ہوتے
ہیں اور علم موسیقی والے جس کے شیدائی ہوتے ہیں۔ اور وہ اللہ
تعالیٰ کے کلام کو لیکر اپنے گانے اور غزل اور مثنوی کے رنگ
میں ڈھالتے ہیں حتیٰ کہ سننے والا ان نغموں کی کثرت سے اور
تقطیع اوزان بنانے کی وجہ سے سمجھتا ہی نہیں کہ قرآن ہے یا شعر
وغزل وغیرہ۔ تو ایسی قرأۃ قبیح بدعات میں سے ہے اور اسلام
کے اندر بہت بری بات ہے جو ظاہر کی گئی ہے۔ اسکے بارہ میں
کم سے کم اور ادنیٰ سے ادنیٰ بات جو کہہ سکتے ہیں وہ یہ ہے
کہ سننے والے پر اس نکیر کو واجب کردیں اور پڑھنے والے کو تعزیر
کردیں۔ امام نووی نے تبیان میں قاضی القضاۃ کی کتاب حاوی
سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ قاضی صاحب نے فرمایا ہے قرآن
کریم کا بنائے ہوئے مصنوعی لحنوں کے ساتھ پڑھنا اگر قرآن کے لفظ کو ایسا
پڑھنا اسکی صفت سے نکال دے مثلاً اس میں حرکات کے داخل
کرنے سے یا حرکات کے نکال دینے سے یا ممدود کو مقصور اور مقصور
کو ممدود بنا دینے سے یا زیادہ کھینچنے سے یا بہت مبالغہ کرنے سے
اس طرح کہ لفظ سے حرف ہی مخفی ہو جائے۔ اور معنی میں التباس
پیدا ہو جائے۔ تو ایسا کرنا حرام ہے۔ قاری اسکی فاسق ہوگا اور سامع
گنہگار ٹھہرے گا کیونکہ اسکی اس کو پڑھنے کے صحیح راستہ
سے نکال کر کجی میں ڈال دیا ہے۔ جب اتنی بات ثابت ہوگئی تو
ہم کہتے ہیں کہ حدیث میں جو تغنی کا لفظ آیا ہے اس سے مراد یا تو بلند آواز

وتطويل حرف يخفى به اللفظ و يلتبس المعنى فهو حرام يفسق به القارى ويأثم به المستمع لانه عدل به عن نهجته القويم الى الاعوجاج فاذا اتقرر هذا فالمراد بالتغنى فى الحديث اما الجهر والاعلان ، والافصاح فيما يحتاج اليه وقد ورد التغنى بهذا المعنى او التجويد والترتيل فانه زين القرآن مع حسن الصوت واما فى حديث ما اذن فاحد هذه الوجوه مع تحسين الصوت بل اولى انتهى ماذكره فى السير الاحمديه

اور اعلان سے پڑھنا مراد ہے اور خوب کھولنا اور واضح کرنا مراد ہے جس کی ضرورت ہے تغنی سے یہی معنی مراد ہے حدیث میں - اور یا تغنی سے مراد تجوید اور ترتیل سے پڑھنا ہے - کیونکہ یہ چیز قرآن کے لیئے زینت کا باعث ہے - اسکے ساتھ جب حسن صوت بھی مل جائے تو نور علیٰ نور ہے - اور حدیث میں جو ما اذن کا لفظ آیا ہے (یعنی اللہ تعالےٰ نے کسی چیز کی طرف اتنی توجہ نہیں فرمائی جس قدر توجہ اپنے نبی کی طرف فرماتا ہے جب کہ وہ خوش الحانی سے قرآن پڑھتا ہے) تو اسکی مراد یہی وجوہ ہیں مع آواز کی تحسین کے بلکہ بہ بطریق اولیٰ مراد ہے -

والحديث الذى رواه عروة عن عائشة رض انها قالت دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعندى جاريتان تغنيان فاضطجع على الفراش وحول وجهه ودخل ابو بكرؓ فانتهرنى فقال مزمار الشيطان عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فاقبل عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال دعهما فلما غفل

اور وہ حدیث جس کو عروہؓ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اس وقت میرے پاس دو لڑکیاں کچھ گا رہی تھیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بستر پر لیٹ گئے اور چہرہ مبارک دوسری طرف پھیر دیا، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رض تشریف لائے اور مجھے ڈانٹا اور کہا کہ یہ شیطان کی بانسری (یعنی گانا) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ادھر متوجہ ہوئے اور فرمایا چھوڑ دو - جب آپ کی توجہ دوسری طرف ہوئی تو میں نے ان لڑکیوں کو اشارہ کیا وہ وہاں سے باہر نکل گئیں، اس قسم کی احادیث منسوخ ہیں جیسا کہ حامدؒ

غمزتها فخرجا وغيره، فهو منسوخ على ما ذكره الحامدؒ في رسالة المؤلفة له وغيرهٗ من اساتذته، بانه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر، ويلعن الله النائحات والمغنيات واول من ناح ومن تغنى الشيطان والذي نفس محمد بيده لا يرفع احد صوته بالغناء الا على كتفيه شيطانان احدهما على هذا الجانب الآخر على هذا الجانب يضربانه بارجلهما حتى سكت۔

نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے اور انکے علاوہ ان کے دوسرے اساتذہ نے بیان کیا ہے۔ کہ یہ منسوخ ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے جس میں آپ نے فرمایا ہے گانا سننا معصیت ہے اور اس پر بیٹھنا فسق ہے۔ اور اس سے لطف اٹھانا باعث کفر ہے۔ نیز جس حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ تعالےٰ کی لعنت ہے نوحہ کرنے والی اور گانے والیوں پر[1] اور سب سے پہلے جس نے نوحہ کیا اور گانا گایا وہ شیطان ابلیس ہے۔ اور وہ روایت کہ جس میں بیان ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی جان ہے جو آدمی بھی گانے کے ساتھ آواز بلند کرتا ہے۔ اسکے دونوں کندھوں پر دو شیطان مسلط ہو جاتے ہیں۔ ایک ایک طرف اور دوسرا دوسری طرف اور وہ اپنے پاؤں مارتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ خاموش ہو جائے۔

وفي البرهنة من سمع الغناء من المغني او غيره او فعل من الحرام شيئاً فحسن ذالك باعتقاد او بغير اعتقاد يصير مرتدا في الحال بناء على انه انكر حكم الشريعة ومن انكر حكم الشريعة لم يكن مؤمنا

اور فتاوی برہنہ میں ہے کہ جس نے گانے والے سے یا کسی اور سے گانا سنا۔ یا کوئی اور حرام کام کیا اور اسکو [illegible] سے یا بغیر اعتقاد کے اچھا خیال کرتا ہے تو وہ مرتد ہو جائیگا کیونکہ اس بنا پر کہ اس نے شریعت کے حکم سے انکار کیا اور جس نے شریعت کے حکم سے انکار کیا وہ مجتہد کے نزدیک بھی مومن نہیں ہوتا۔ اور قاضی خان نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ ایسی لہو کی باتوں کا

---

[1] اور کنوز الحقائق للمناوی برحاشیہ الجامع الصغیر للسیوطی ج ۲ ص ۱۶۵ میں ہے لعن اللہ المغنی والمغنی له۔ کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گانے والے پر اور جس کے لئے گانا گایا گیا ہو۔ (۲ سواتی)

عند كل مجتهد - وقال قاضيخان
عن النبي صلى الله عليه وسلم
سماع الملاهي معصية والجلوس
عليها فسق والتلذذ بها من الكفر
انما قال ذالك على وجه التشديد
وان سمع بغتة فلا اثم عليه
بلا فصل - ويجب ان لا يستمع
ويجتهد كل الجهد به - لما روي
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
ادخل اصبعيه في اذنيه - وقال
في التاتارخانية التغني وسماع
الغناء حرام اجمع عليه العلماء
وبالغوا فيه - وفي الهداية المغني
للناس لا يقبل شهادته لانه
يجمعهم على الكبيرة - وبالجملة
انه لا رخصة في باب السماع
في زماننا لان جنيداً تاب
عن السماع في زمانه ،

سننا راگ لنے کا سننا معصیت ہے اور ان پر بیٹھنا فسق ہے اور
ان سے لطف اندوز ہونا کفر کی بات ہے - یہ جو فرمایا ہے تو تشدد
کی بنا پر فرمایا ہے - اگر اچانک بلا قصد ایسا گانا سن لیگا تو اُس پر
کوئی گناہ نہ ہوگا - اور واجب ہے کہ پوری کوشش کرے اور نہ
سنے - کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے وقت اپنی انگلیاں
مبارک کانوں میں داخل کر لی تھیں - اور تاتارخانیہ میں ہے کہ گانا
اور گانے کا سننا حرام ہے - اسپر علماء کا اجماع ہے اور علماء نے
اس بارہ میں بہت زیادہ سختی سے گانا سننے سے منع کیا ہے اور
ہدایہ میں ہے کہ جو شخص لوگوں کے لئے گانے کا کاروبار کرتا ہے تو اس
کی شہادت مقبول نہ ہوگی کیونکہ وہ لوگوں کو کبیرہ گناہ پر جمع کرتا ہے -
خلاصہ یہ ہے کہ گانا سننے کی رخصت نہیں ہمارے زمانہ میں اور
حضرت جنید بغدادی رحمۃ بھی سماع سے اپنے زمانہ میں رجوع کر لیا تھا -

وفي الاحياء عن النبي صلى الله
عليه وآله وسلم انه كره رفع الصوت
عند قراءة القرآن والجنازة
والزحف والتذكير والوعظ
فما ظنك عند سماع الغناء الحرام

اور احیاء میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ
آپ نے قرآن کی قراۃ کے وقت اور جنازہ اور جنگ کے وقت اور
وعظ ونصیحت کے وقت آواز بلند کرنے کو ناپسند فرمایا
ہے - پس تم کیا گمان کرتے ہو حرام گانے کے سننے کے وقت جس کو
وجد کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور قبیح تر گانا وہ ہے جو قرآن

الذی یسمونه وجداً انتهی۔
واقیموا التغنی ما کان فی القرآن
والذکر والدعاء وان اردت
زیادة اطلاع علی المرام فعلیك
برسالتنا فی التغنی۔
فاترك الطریقة الزائغة
عن سنة النبوی صلی الله علیه
وسلم والزمها، واعتقاد اهل السنة
والجماعة، والاخلاص فی العمل
والاحسان، والتواضع وذکر
المنیة والنصیحة والغیرة
والغبطة فی عمل الآخرة ـ
والسخاوة والمروة والشکر
والرضاء والصبر والخوف
من الله والحزن له والرجاء
منه والبغض فی الله والحب
فی الله والتوکل واستواء
المدح والذم ـ

ذکر اور دعاء میں ہو۔ اگر تم اس سے زیادہ تفصیل کے طالب ہو تو ہمارے
رسالہ کا مطالعہ کرو جو گانے کے بارہ میں ہم نے لکھا ہے۔
پس ضروری بات ہے کہ سنت نبوی کے خلاف ٹیڑھے
راستے کو ترک کرو اور سنت کو لازم پکڑو۔ اور اہل سنت والجماعت
کے اعتقاد پر پختہ رہو اور عمل میں اخلاص اختیار کرو۔ اور احسان
اور تواضع کو اختیار کرو۔ اور موت کو یاد کرتے رہو۔ اور نصیحت
و خیر خواہی سے کسی وقت دست کش نہ ہو۔ اور غیرت کو مت
ترک کرو۔ اور آخرت کے کام میں قابل رشک سرگرمی اختیار کرو
اور سخاوت مروت کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ اور اللہ تعالیٰ
کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے رہو۔ اور اس کے فیصلہ پر راضی
رہو۔ اور صبر اختیار کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اس کے
لئے غمگین رہو۔ اور اسی سے امید رہو۔ اللہ کے لئے بغض اور اللہ
کے لئے محبت اختیار کرو۔ خدا تعالیٰ کی ذات پر ہی اعتماد
و بھروسہ رکھو تمہارے نزدیک مدح اور مذمت یکساں ہو۔
نہ کسی کی مدح پر اتراؤ اور نہ کسی کی مذمت کرنے سے گھبراؤ)

والمجاهدة والتحقیق ضد التقلید
وقصر الامل وذکر قلة الحیاة
فی الدنیا۔ وتفویض الامور الی الله
تعالی والتسلیم الیه والتمکن
فی طلب العلم وسلامة الصدر

اور مجاہدہ اختیار کرو اور اندھی تقلید کے خلاف تحقیق کی راہ اختیار
کرو۔ اور دنیا کی زندگی کی کوتاہی کو ملحوظ رکھو۔
خوش است عمر دریغا کہ جاودانی نیست پس اعتماد بر پنج روز فانی نیست
(سعدی) اور معاملات کو اللہ تعالیٰ کی طرف تفویض کرو۔ اور اس کے
سامنے سر تسلیم خم کرو۔ اور علم کے طلب کرنے میں پختگی اختیار کرو۔

عن الحقد والغل والشجاعة
والحلم والرفق والانابة ووفاء العهد
وانجاز الوعود وحسن الظن والذ
والقناعة والرشد والسعي في
اعمال الاخرة والمبادرة فيها
والرفقة والشفقة والحياء
والصلابة في امر الدين والانس
بالله والشوق اليه والوقار
والسكون والزكاء والعفة
والاستقامة والادب والفراسة
والتفكر والصدق والمرابطة
وهي ربط النفس في طاعة الله
تعالى والمشارطة على النفس
بترك المعاصي اولا وترتيب الوظائف
في كل يوم وليلة والمراقبة
والمحاسبة بعد العمل وللمعاتبة
والمعاقبة ان نقص فيجوع الجوع
والسهر والعطش والنذر
بالتصدق حتى لا يرجع اليه
ثانيا وكظم الغيظ وطول الحياة
للعبادة والتوبة والخشوع
واليقين والعبودية والخيرية
والارادة والتصوف فانه هو الخروج

سینے کو کینے اور کھوٹ سے خالی کرو۔ بہادری، بردباری، نرمی
اور رجوع الی اللہ کی خصلتیں اختیار کرو۔ عہد کی وفا کرو، وعدے کو
پورا کرو، نیک گمان رکھو، دنیا میں بے رغبتی اختیار کرو اور قناعت
کو اپناؤ، رشد و ہدایت کی راہ پکڑو، اعمال آخرت میں سعی اور
جلدی کرو، نرمی اور شفقت سے کام لو۔ حیاء دار بنو۔ دین کے معاملے
میں پختگی اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس اور اس کی طرف شوق
اختیار کرو۔ وقار، سکون، پاکیزگی، پاکدامنی اور استقامت اور
ادب اور فراست تفکر اور صدق اختیار کرو اور مرابطہ یعنی نفس
کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لگائے رکھنا۔ اور نفس پر اولاً گناہوں
کے ترک کرنے کی شرط لگائے اور ہر رات دن کے وظائف
کی ترتیب لازم کرے۔ اور عمل کے بعد مراقبہ اور محاسبے کام لے۔
اگر نقص دیکھے تو اپنے نفس پر عتاب اور گرفت کرے۔ بھوکا
پیاسا اور بیدار رکھ کر اور صدقہ کرنے کی نذر لانے تاکہ نفس دوبارہ
اسباب کی طرف نہ پلٹے۔ اور غصے کو دبائے اور زندگی
کی درازی عبادت کے لئے اور توبہ، خشوع، یقین اور عبودیت
اور خیریت اور ارادت کے لئے پسند کرے۔ اور تصوف کے
لئے اس تصوف کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر قسم کے گھٹیا اخلاق سے
باہر نکل جائے۔ اور ہر قسم کے عمدہ اخلاق سے موصوف ہو۔
اگر تم آفات مذکورہ کا علاج اسباب علامات مزید معلوم کرنا
چاہتے ہو تو کتاب سیرت احمدیہ کا مطالعہ کرو، وہ اس بارہ
میں کافی شافی ہے۔

من كل خلقٍ دنيٍ والدخول في كل خلقٍ سني - وان اردت علاج الآفات المذكورة واسبابها وعلاماتها فعليك بمطالعة السيرة الاحمدية فانها كافٍ شافٍ بها۔

(الدعاء): فيا غياث المستغيثين ويا مجيب المضطرين، ويا ارحم الراحمين، ويا غافر المذنبين اغفر لي ولوالدي ولجميع امة محمد صلى الله عليه وسلم بحرمة حبيبك المصطفى ونبيك المجتبى. عليه من الصلوات ازكاها ومن التحيات اوفاها وجميع الانبياء والمرسلين والملائكة المقربين عليهم الصلوة والسلام اجمعين واصحاب حبيبك السابقين الذين رضيت عنهم وهم عنك راضون. والتابعين لهم باحسان من الاولياء والمجتهدين عليهم الرحمة والغفران وارحمنا

دعاء —— اے فریاد کرنے والوں کے فریاد رس، اور اے مجبور اور پریشان حال لوگوں کی دعاؤں کو قبول کرنے والے۔ اور اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے۔ اور اے گنہگاروں کے گناہوں کو معاف کرنے والے پروردگار۔ مجھے بھی معاف فرمادے اور میرے والدین کو اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام امت کو بھی اپنے حبیب مصطفیٰ۔ اور نبی مجتبیٰ کی حرمت سے بخش دے اور معاف فرمادے۔ اے خداوند کریم اس حبیب پاک پر پاکیزہ درود اور کامل سلام ہوں۔ اور تمام انبیاء اور مرسلین پر اور ملائکہ مقربین پر۔ اور تیرے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے ان اصحاب پر جو سبقت کرنے والے ہیں۔ جن سے تو راضی ہو چکا ہے اور وہ تجھ سے راضی ہیں اور ان کا اتباع کرنے والے ہیں اور احسان سے۔ تمام اولیاء اور مجتہدین پر بھی رحمتیں اور بخششیں نازل فرما۔ اور ہم پر رحم فرما کیونکہ ہم مجرم ہیں۔ اور گناہوں اور خطاؤں کا اعتراف کرتے ہیں۔

اے خدائے برتر ہمارے گناہوں کو مٹا دے۔ اور ہماری برائیوں کو معاف فرمادے۔ اور ہمیں نیکوں کے ساتھ وفات دے بیشک تو کمال قدرت والا اور بہت بخشش والا ہے اور اپنے گنہگار بندوں

فانا لمجرمون وبالآثام والخطایا معترفون، وامح عنا ذنوبنا، وکفر عنا سیئاتنا، وتوفنا مع الابرار انك انت العزیز الغفار، ولعیوب عبادك المذنبین الستار آمین۔

کے عیوب پر پردہ پوشی کرنے والا ہے۔آمین۔

یااکرم الاکرمین ویاارحم الراحمین لم یبق فینا سبب رجاء الا ان کلنا نشتاق الی رسولك والہ وصحبہ وحبہ اجمعین وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المرء مع من احب ان کان مجرد حبنا بدون الاتباع یعتد بہا فاغفر لنا عوراتنا وسوآتنا وعیوبنا بمنك وکرمك یامنان ویاحنان آمین یا رب العالمین۔ واھدنا بسبیلك المستقیم۔ واصرف عنا سبل الغوایۃ والعی القویم۔ وسنن العوج بحرمۃ رسولك الکریم۔

اے تمام بزرگوں سے بڑھ کر بزرگی والے اور اے ارحم الراحمین۔ ہمارے اندر سبب امید صرف تیرے حبیب پاک کی طرف شوق اور محبت ہے۔ اور تیرے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کو محبت ہوگی۔ اے پروردگار اعمال اور اتباع تو ہمارے پاس ہے نہیں۔ اگر یہ محبت قابل اعتبار ہے تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری غلطیوں اور برائیوں پر پردہ پوشی فرما۔ اور ہمارے عیوب کو ڈھانپ دے اپنے احسان اور کرم سے، اے احسان کرنے والے اور اے شفقت کرنے والے پروردگار آمین یارب العالمین اور ہمیں اپنے صراط مستقیم کی ہدایت نصیب فرما۔ اور ہم سے گمراہی اور کجروی کے رستوں کو دور کر دے۔ اور ٹیڑے طریقوں کو ہم سے ہٹا دے۔ اپنے رسول پاک (صلے اللہ علیہ وسلم) کی حرمت وطفیل سے۔

(الفراغ من التسوید):۔ قد وقع الفراغ من تسوید ھذہ الرسالۃ یوم الاربعاء فی

(کتاب کی تسوید سے فراغت):۔ اس رسالہ کی تسوید سے فراغت بدھ کے دن شعبان کے مہینہ میں نصف النہار کے وقت مسجد انبل والہ میں واقع ہوئی۔ اس رسالہ کے

شہر شعبان، وقت الفراغ
نصف النهار فی مسجد نبلی
والہ۔ وقد کتبت فی آخر
ھذہ الرسالۃ ابیاتاً موافقۃ
لحالی ؎

ایا شاباً لرب العرش عاصی
اتدری ما جزاء ذی المعاصی
سعیر للعصاۃ لها ثبور
فویل یوم یوخذ بالنواصی
فان تصبر علی النیران فاعصی
والا فکن عن العصیان قاصی
وفیما قد کسبت من الخطایا
رھنت النفس فاجھد فی الخلاصی

؎ یا اسفی علی النفس من ذلۃ عظمت
فان الکبائر فی الغفران قد صغرت

وقد کنت علی عجالۃ من السفر
فلطالب الحق کفایۃ فیما
ذکرنا۔ و مریض الغی شفاءً
فیما حررنا۔ اللھم متع بھا
جمیع المومنین والمومنات
وجنبھم عن انواع الشرک
والظلمات، بمن المنان
والحنان۔ فاغفر لنا اثامنا

آخر میں چند اشعار اپنے حسب حال لکھے ہیں ؎

(۱) اے جوان جو رب العرش کی نافرمانی میں مبتلا ہو۔ کیا تم جانتے ہو گنہگاروں کی کیا جزا ہے۔

(۲) ایک بھڑکتا ہوا جہنم ہے گنہگاروں کے لئے جس کی بڑی تباہی ہے۔ پس ہلاکت ہے اس دن جس دن پیشانیوں سے لوگ پکڑے جائیں گے۔

(۳) اب اگر تم اس جہنم کی آگ پر صبر کر سکتے ہو تو بیشک نافرمانی کرتے رہو۔ اگر تمہارے اندر صبر نہیں تو پھر گناہوں سے دور رہو۔

(۴) اور جو تم نے خطائیں اور غلطیاں کمائی ہیں۔ اپنے نفس کو تم نے ان میں گرو رکھ دیا ہے۔ اس کو چھڑانے کی کوشش کرو۔

افسوس نفس کی ذلت کس قدر بڑی ہے۔ لیکن بڑے گناہ اور پاپ بھی اس کی بخشش اور غفران کے سامنے حقیر ہوتے ہیں!

مجھے سفر کی جلدی تھی (اس لئے اسی مختصر سے رسالہ پر اکتفا کیا) کیونکہ حق کے طلبگار کے لئے جتنی بات ہم نے ذکر کی ہے اس میں کفایت ہے۔ اور درماندہ مریض کے لئے جتنی بات ہم نے لکھ دی ہے اس میں شفا ہے۔ اے اللہ اس رسالہ کے ذریعہ تمام مومن مرد اور مومنہ عورتوں کو فائدہ عطا فرما۔ اور ان کو ہمہ اقسام کے شرک اور اندھیروں سے دور رکھ۔ اپنی احسان کرنے والی اور

واسترلنا اجرامنا-
انك تفرد بالحلم امين
يارب العالمين-كان
ختمها فی سنة تسع و
خمسين و مائتے والف (۱۲۵۹ھ)
من الهجرة النبوية عليه من
الصلوات ازكاها- و من
التحيات انماها-آمين-
وانا احمد الدين البگوی
عفی الله عنه سبحانه بمنه
وكمال كرمه-

شفقت کرنے والی ذات کے طفیل، ہمارے گناہوں کو
بخش دے اور ہمارے جرموں پر پردہ ڈال دے - اے خدا
تو یگانہ و یکتا ہے۔ بردباری کے ساتھ امین یارب العالمین-
اور اس رسالہ کا اختتام سن ایک ھزار دو سو انسٹھ ہجری
(۱۲۵۹ھ) میں ہوا- اور میں (مصنف کتاب) احمدالدین
بگوی ہوں، اللہ تعالے اپنے احسان وکرم سے معاف
فرمائے-

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين - وصلى الله على خير خلقه
خاتم الانبياء محمد وعلى آله واصحابه واتباعه اجمعين-

کاتب بشیراحمد

مقالاتِ سواتی

از

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خاں سواتی مدظلہ

مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

اس کتاب میں حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خاں سواتی مدظلہ کے مختلف علمی مضامین کو یکجا کیا گیا ہے جو پہلی بار شائع ہو کر منظر عام پر آرہے ہیں جن میں سے چند مضامین کے نام یہ ہیں:

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود میں تطبیق، حکمت ولی اللّٰہی کے شارحین، شہروں میں آبادی اور بربادی کے اسباب، کائنات میں جانداروں کی تخلیق، تحقیق وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود، مسئلہ وحدۃ الوجود میں راہ اعتدال، اسلام میں حلال وحرام کا تشریعی فلسفہ، امام اعظم ابوحنیفہ کی چند وصیتیں، ملت حنیفیہ کی حقیقت، مسئلہ توسل پر ایک نظر، آداب المتعلمین، ملت حنیفیہ، توحید کے چند دلائل وغیرہ

ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

نمازِ مسنون کلاں
تالیف
حضرت مولانا صوفی عبد الحمید صاحب سواتی
دامت برکاتہم
نماز مسنون خورد کے بعد نماز مسنون کلاں ایک ایسی مفید اور نماز کے موضوع پر جامع کتاب ہے جو نماز کے تمام ضروری مسائل مع قوی دلائل از کتاب و سنت، احادیث صحیحہ، تعامل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مضبوط اقوال سے مزین ہے۔ جس میں طہارت، اذان، اوقات نماز، فرائض، سنن و مستحبات، مکروہات و مفسدات کا پورا بیان ہے۔ ارکان، واجبات و سنن کی پوری حکمت اور ضروری مباحث درج ہیں۔ جمعہ و عیدین، نماز جنازہ اور نوافل وغیرہ کے جملہ اہم مباحث اور اس کے ساتھ اذکار و دعوات اور خطبات کا ایک بہترین نصاب درج ہے۔
عام قارئین کے علاوہ علماء کرام، اساتذہ عظام اور خصوصاً طلباء علم دین کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے جس کا انداز بیان اور زبان نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔
عمدہ کاغذ، بہترین کتابت و طباعت، معیاری جلد بندی، قیمت ۱۴۰/- روپے
ناشر
مکتبہ دروس القرآن
محلہ فاروق گنج، گوجرانوالہ
ملنے کے پتے
۱۔ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
۲۔ ناظم انجمن اسلامیہ گکھڑ منڈی۔ ضلع گوجرانوالہ

خُطبات شیخ الاسلام

از: شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ
مرتب ومقدمہ: حضرۃ مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی بانی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے یہ خطبات بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اپنے موضوعِ احوال وسیاست کے اعتبار سے اور علمائے حق کی فیصلکن جدوجہد کے اعتبار سے بھی ان خطبات کی بڑی اہمیت ہے افسوس کہ ابتک یہ یکجا نہیں تھے جمعیتہ علماء ہند کی کارگزاریوں کے مدنظر بعض محترم ہستیوں نے ان میں سے بعض خطبات کو اکٹھا کیا ہے لیکن تمام خطبات اس طرح اکٹھے نہیں ہوئے جس طرح ہونے چاہئیں تھے۔ احقر کی بڑی خواہش تھی کہ جس طرح دوسرے اکابر کے خطبات یکجا مل جاتے ہیں حضرت مدنیؒ کے یہ اہم ترین خطبات بھی اگر ایک جگہ جمع ہوتے تو اچھا تھا۔ ان سے بھی عام لوگ استفادہ کرتے ایک دفعہ احقر نے شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا اسعد مدنی مدظلہ کے سامنے ذکر کیا تھا کہ اگر آپ یہ کام کرادیں تو اچھا ہوگا لیکن شاید کہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ کی توجہ اس طرف مبذول نہ ہوسکی۔ بالآخر بعض احباب کے اصرار پر احقر کو ہی یہ کام کرنا پڑا۔ بعض احباب نے حضرت مدنیؒ کے جتنے خطبات دستیاب ہوسکے لاکر دیئے اور کچھ خطبات احقر کے پاس بھی تھے وہ کتابت کے لیے دے دیئے۔ بردست یہ گیارہ خطبات میسر ہوسکے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے: (۱) خطبہ سیوہارہ، (۲) خطبہ زنگپور بنگال، (۳) خطبہ دہلی، (۴) کوکناڈا، (۵) علی گڑھ، (۶) جونپور، (۷) لاہور، (۸) سہارنپور، (۹) بمبئی، (۱۰) حیدرآباد دکن، (۱۱) سورت۔ (ماخوذ مقدمہ خطبات)

سائز ۱۸×۲۳ / ۸، ضخامت ۵۰۰ صفحات، کاغذ اعلیٰ، جلد مضبوط، قیمت ۸۰/ روپے
ناشر: ادارہ نشرواشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

ملنے کا پتہ: ادارہ نشرواشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ